

شبلی صدی مطبوعات: ۴

# شذرات شبلی

(ماہنامہ الندوہ کے اداروں کا مجموعہ)

مرتبہ  
ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

المصنفین شبلی اکیڈمی  
دائرہ

# شذرات شبلی

(ماہ نامہ الندوہ کے اداریوں کا مجموعہ)

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

رفیق اعزازی دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

© دارالمصنفین  
(سلسلہ دارالمصنفین نمبر-)

- نام کتاب: شذرات شبلی
  - مرتب: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
  - ناشر: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ
  - مطبع: معارف پریس اعظم گڑھ
  - طبع اول: نومبر ۲۰۱۴ء
  - صفحات: ۲۶۴
  - قیمت: Rs: 220/-
- 

ملنے کا پتہ

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی شبلی روڈ، اعظم گڑھ، یو پی، ۲۷۶۰۰۱

---

## فہرست

۱۱	پیش لفظ.....جناب پروفیسر اشتیاق احمد ظلی
۱۳	مقدمہ.....مرتب
۱۷	شذرات ————— اگست ۱۹۰۴ء
۱۷	الندوہ کی ضرورت.....
۱۹	شذرات ————— نومبر ۱۹۰۴ء
۱۹	الاسلام.....
۲۱	شذرات ————— مارچ ۱۹۰۵ء
۲۱	الندوہ کا نیا دور.....
۲۳	شذرات ————— جون ۱۹۰۵ء
۲۶	شذرات ————— اگست ۱۹۰۵ء
۲۶	شملہ میں ندوہ کا ڈپٹیشن.....
۲۹	شذرات ————— ستمبر ۱۹۰۵ء
۳۱	شذرات ————— اکتوبر ۱۹۰۵ء
۳۱	بھوپال میں ندوۃ العلماء کا وفد اور حضور سرکار عالیہ خلد ہا اللہ تعالیٰ کی فیاضی.....
۳۴	شذرات ————— جنوری ۱۹۰۶ء
۳۴	حضور نظام کی چالیسویں سال گرہ اور اراکین ندوۃ العلماء کا تہنیت نامہ.....
۳۷	المعین کا وفد اور ندوۃ العلماء کی تعلیم و تربیت کا نمونہ.....

- ۳۸ ..... شذرات ————— مارچ ۱۹۰۶ء
- ۳۸ ..... ندوة العلماء کا نیا دور اور اس کا جلسہ سالانہ (بنارس میں)
- ۳۹ ..... ندوة العلماء کا گیارہواں سالانہ اجلاس بنارس میں علمی نمائش
- ۴۱ ..... نمائش کے مقاصد
- ۴۲ ..... عملی کام
- ۴۳ ..... فارسی شاعری کی تاریخ اور اس کی نمائش
- ۴۵ ..... شذرات ————— اپریل ۱۹۰۶ء
- ۴۵ ..... ندوة العلماء کا گیارہواں سالانہ اجلاس مقام بنارس
- ۴۷ ..... فہرست چندہ سرمایہ مستقل دارالعلوم در جلسہ عام بنارس
- ۴۹ ..... شذرات ————— مئی ۱۹۰۶ء
- ۵۱ ..... شذرات ————— اگست ۱۹۰۶ء
- ۵۱ ..... مبلغ پانچ سو روپے کا عطیہ
- ۵۲ ..... شذرات ————— اگست ۱۹۰۶ء
- ۵۲ ..... ندوہ کا اثر
- ۵۳ ..... دارالعلوم میں ایک انگریز
- ۵۵ ..... شذرات ————— ستمبر ۱۹۰۶ء
- ۵۵ ..... ندوة العلماء کیا کر رہا ہے؟
- ۶۴ ..... شذرات ————— نومبر ۱۹۰۶ء
- ۶۴ ..... انگریزی خواں طالب علم کے لئے وظیفہ
- ۶۴ ..... وظائف کی ضرورت
- ۶۵ ..... دارالعلوم ندوہ کی ایک خصوصیت
- ۶۷ ..... شذرات ————— دسمبر ۱۹۰۶ء
- ۶۸ ..... شذرات ————— فروری ۱۹۰۷ء

- ۶۸ ..... دستار بندی کا جلسہ
- ۶۸ ..... مظفر پور کا ایک جلسہ
- ۶۹ ..... جناب نواب صاحب ڈھاکہ
- ۶۹ ..... مولوی شرف الدین صاحب بیج ہائی کورٹ کلکتہ
- ۷۰ ..... جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب اور ندوہ
- ۷۱ ..... شذرات ——— مارچ ۱۹۰۷ء
- ۷۱ ..... مجلس تائید مقاصد ندوہ
- ۷۲ ..... قابل قدر فیاضی
- ۷۲ ..... دارالعلوم کی تعلیم کا تعجب انگیز نمونہ
- ۷۳ ..... ندوہ کا طریقہ تعلیم
- ۷۴ ..... شذرات ——— ستمبر ۱۹۰۷ء
- ۷۴ ..... اورنگ زیب
- ۷۵ ..... کتب خانہ ندوہ
- ۷۶ ..... شذرات ——— اکتوبر ۱۹۰۷ء
- ۷۶ ..... الندوہ میں فلسفیانہ مضامین
- ۷۸ ..... شذرات ——— نومبر ۱۹۰۷ء
- ۷۸ ..... ندوہ کے ارکان جدید
- ۷۹ ..... ندوہ میں علم قرأت کی تعلیم
- جناب آرتھل مولوی سید شرف الدین صاحب بیج ہائی کورٹ کلکتہ اور
- ۸۱ ..... دارالعلوم ندوۃ العلماء کا معائنہ
- ۸۵ ..... شذرات ——— دسمبر ۱۹۰۷ء
- ۸۸ ..... مولانا حالی کی ذرہ نوازی
- ۹۰ ..... شذرات ——— جنوری ۱۹۰۸ء

- ۹۰ ..... معائنہ دارالعلوم
- ۹۵ ..... شذرات ————— فروری ۱۹۰۸ء
- ۹۵ ..... زندہ زبیدہ خاتون
- ایک مذہبی مدرسہ اعظم کی عمارت کے لئے تمام ہندوستان کے مسلمانوں
- ۹۷ ..... سے درخواست
- ۹۹ ..... شذرات ————— مئی ۱۹۰۸ء
- ۱۰۲ ..... شذرات ————— جون ۱۹۰۸ء
- ۱۰۳ ..... کیا ہم ترقی کر رہے ہیں؟
- ۱۰۴ ..... سچی اور مفید باتیں
- ۱۰۶ ..... شذرات ————— جولائی ۱۹۰۸ء
- ۱۰۸ ..... ندوہ میں بھاشا کی تعلیم
- ۱۰۹ ..... شذرات ————— اگست ۱۹۰۸ء
- ۱۰۹ ..... دارالعلوم ندوہ کی خوش قسمتی
- ۱۱۳ ..... شذرات ————— ستمبر ۱۹۰۸ء
- ۱۱۵ ..... شذرات ————— اکتوبر ۱۹۰۸ء
- ۱۱۸ ..... شذرات ————— نومبر ۱۹۰۸ء
- ۱۱۸ ..... دارالاقامہ
- ۱۱۹ ..... درجہ تکمیل
- ۱۲۱ ..... شذرات ————— دسمبر ۱۹۰۸ء
- ۱۲۱ ..... سنگ بنیاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا حیرت انگیز عظیم الشان جلسہ
- ۱۲۲ ..... شذرات ————— فروری ۱۹۰۹ء
- ۱۲۲ ..... سال نو
- ۱۲۶ ..... شذرات ————— مارچ ۱۹۰۹ء

- ۱۳۱ ..... شذرات ——— اپریل ۱۹۰۹ء
- ۱۳۲ ..... درجہ تکمیل
- ۱۳۸ ..... شذرات ——— اپریل ۱۹۰۹ء
- ۱۴۱ ..... شذرات ——— مئی ۱۹۰۹ء
- ۱۴۱ ..... کارروائی انجمن وقف علی الاولاد (زیر حمایت ندوۃ العلماء)
- ۱۴۷ ..... شذرات ——— جون ۱۹۰۹ء
- ۱۴۷ ..... دارالاقامہ کے کمروں کی طیاری
- ۱۴۹ ..... مستورات کے لئے ایک قابل تقلید مثال
- ۱۵۰ ..... مصر کی یونیورسٹی
- ۱۵۱ ..... حیدرآباد کا دارالعلوم
- ۱۵۱ ..... درجہ تکمیل کے لئے وظائف
- ۱۵۶ ..... شذرات ——— جولائی ۱۹۰۹ء
- ۱۵۶ ..... بے تعصبی کی ایک حیرت انگیز مثال
- ۱۵۹ ..... شذرات ——— اگست ۱۹۰۹ء
- ۱۶۲ ..... شذرات ——— ستمبر ۱۹۰۹ء
- ۱۶۲ ..... حضور سرکار عالیہ بھوپال کی بے نظیر فیاضی
- ۱۶۳ ..... وقف اولاد کی کارروائی کہاں تک پہنچی
- ۱۶۶ ..... شذرات ——— اکتوبر ۱۹۰۹ء
- ۱۶۶ ..... ایک اور آفتاب علم غروب ہو گیا
- ۱۶۹ ..... شذرات ——— جنوری ۱۹۱۰ء
- ۱۶۹ ..... مولانا شیر علی صاحب مدرس اعلیٰ دارالعلوم ندوہ
- ۱۶۹ ..... دارالعلوم میں طلباء کی کثرت
- ۱۷۰ ..... الندوہ کا سال نو



- شذرات — فروری ۱۹۱۰ء ..... ۱۷۲
- ندوة العلماء کی عمارت اور خصوص مذہبی کا ایک عجیب منظر ..... ۱۷۳
- جلسہ سالانہ ندوة العلماء ..... ۱۷۴
- شذرات — مارچ ۱۹۱۰ء ..... ۱۷۹
- ہر ہائٹس سر آغا خاں ندوة العلماء میں ..... ۱۷۹
- شذرات — مئی ۱۹۱۰ء ..... ۱۸۳
- الندوہ کے مضامین ..... ۱۸۳
- مدرسہ دیوبند ..... ۱۸۳
- شذرات — جون ۱۹۱۰ء ..... ۱۸۵
- شذرات — جولائی ۱۹۱۰ء ..... ۱۸۷
- ہومر کے الیادہ کا عربی ترجمہ ..... ۱۸۷
- کتب خانہ ندوة العلماء میں ایک اور اضافہ ..... ۱۸۹
- صیغہ تصحیح اغلاط ..... ۱۹۰
- شذرات — اگست ۱۹۱۰ء ..... ۱۹۱
- دارالمصنفین ..... ۱۹۱
- علی گڑھ ودیوبند ..... ۱۹۲
- ترجمہ قرآن مجید ..... ۱۹۲
- اشاعت اسلام ..... ۱۹۳
- شذرات — ستمبر ۱۹۱۰ء ..... ۱۹۵
- اثبات واجب الوجود ..... ۱۹۷
- شذرات — اکتوبر ۱۹۱۰ء ..... ۱۹۹
- شذرات — جنوری ۱۹۱۱ء ..... ۲۰۲
- محمد بن یونیورسٹی ..... ۲۰۲

۲۰۷	.....	شذرات — فروری ۱۹۱۱ء
۲۰۹	.....	شذرات — مارچ ۱۹۱۱ء
۲۱۱	.....	شذرات — جولائی ۱۹۱۱ء
۲۱۵	.....	شذرات — اگست ۱۹۱۱ء
۲۱۵	.....	ہوا کا رخ دوسری طرف مشرقی کانفرنس
۲۲۰	.....	شذرات — ستمبر ۱۹۱۱ء
۲۲۰	.....	حضور نظام علیہ الرحمہ
۲۲۲	.....	شذرات — ستمبر ۱۹۱۱ء
۲۲۶	.....	شذرات — دسمبر ۱۹۱۱ء
۲۲۸	.....	شذرات — جنوری ۱۹۱۲ء
۲۲۸	.....	ندوہ کا سالانہ اجلاس
۲۲۹	.....	زکوٰۃ
۲۳۲	.....	شذرات — فروری ۱۹۱۲ء
۲۳۳	.....	طلبہ قدیم دارالعلوم ندوۃ العلماء
۲۳۳	.....	درجہ تکمیل علم ادب
۲۳۵	.....	شذرات — مارچ ۱۹۱۲ء
۲۳۷	.....	شذرات — مئی ۱۹۱۲ء
۲۴۱	.....	اشاریہ



## پیش لفظ

ندوہ میں قیام کے دوران علامہ شبلی نے جو بڑے علمی اور ملی کام انجام دیئے ان میں اپنے نتائج کے لحاظ سے ماہنامہ الندوہ کے اجراء کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ الندوہ صرف ایک اعلیٰ درجہ کا علمی اور تحقیقی مجلہ ہی نہیں تھا جس میں بڑے بلند پایہ مضامین چھپتے تھے، بلکہ اس نے ایک علمی تحریک کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ایک طرف اس نے نئی تعلیم یافتہ نسل کو مسلمانوں کے مذہبی اور علمی کارناموں سے روشناس کیا تو دوسری طرف طبقہ علماء کو نئے زمانے کی ضروریات، تقاضوں اور اسلوب سے آگاہ کیا اور انھیں اسلام اور اسلامی علوم کی خدمت کے طریقے بتائے۔ اس کے صفحات میں اسلام اور تاریخ اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کے علمی اور تحقیقی جواب بھی فراہم کئے گئے۔ علماء اور مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ کو تحقیق و تصنیف کے نئے اسلوب اور انداز سے متعارف کیا اور انھیں اپنے علمی ذخیروں کو استعمال کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ نوجوان علماء اور طلبہ کے اندر علمی موضوعات پر لکھنے کا شوق اور سلیقہ پیدا ہوا۔ ان میں سے کئی نے علم و ادب کی خدمت میں بڑی ناموری حاصل کی اور تصنیف و تالیف کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس طرح نئے لکھنے والوں کی علمی اور تصنیفی تربیت میں الندوہ کا کردار بہت اہم رہا ہے۔

الندوہ میں بڑے بلند پایہ مضامین چھپتے تھے۔ علامہ شبلی کے قلم سے نکلے ہوئے بہت سے مقالات بھی اس کے صفحات کی زینت بنتے تھے جو بعد میں مقالات شبلی میں شامل کر لئے گئے۔ مقالات کے علاوہ علامہ الندوہ میں شذرات اور اداری نوٹ بھی لکھتے تھے۔ فطری طور پر ان کا بڑا حصہ ندوہ اور تحریک ندوہ سے متعلق ہے۔ اس سے ندوہ کے لئے علامہ کی گہری فکر مندی اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ان کی تگ و دو کی سرگذشت بھی سامنے آ جاتی ہے۔ اپنی تمام تر قدرو

قیمت کے باوجود علامہ کے قلم سے نکلی ہوئی یہ تحریریں ابھی تک الندوہ کی فائلوں میں بکھری ہوئی تھیں۔ ہم ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے ملک کی مختلف لائبریریوں سے الندوہ کی فائلیں حاصل کیں اور شذرات کی جمع و تدوین کا اہتمام کیا۔ بلاشبہ شبلیات کے میدان میں یہ ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس تاریخی موقع پر اس کی حیثیت ایک نادر تحفہ کی ہے۔

اشتیاق احمد ظلی

۲۶ اکتوبر ۲۰۱۴ء

## مقدمہ

ماہنامہ الندوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان تھا۔ یہ اگست ۱۹۰۴ء میں نکلا۔ اس کے ایڈیٹر علامہ شبلی نعمانی اور مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی تھے۔ اس کے حسب ذیل مقاصد تھے:

- ۱- علوم و فنون پر ریویو
  - ۲- علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ
  - ۳- اثبات عقائد اسلامیہ از عقل
  - ۴- تحقیقات جدیدہ
  - ۵- کتب نادرہ قدیمہ پر ریویو
  - ۶- رپورٹ ماہوار ندوہ
- ماہنامہ الندوہ کے دستور العمل میں حسب ذیل مقاصد اضافہ ہیں:
- ۷- اکابر سلف کی سوانح عمریاں جس میں زیادہ تر ان کے اجتہادات سے بحث ہوگی۔
  - ۸- نصاب تعلیم مروجہ پر بحث
  - ۹- علمی خبریں (ماہنامہ الندوہ اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ آخر)
- مئی ۱۹۱۲ء تک یہ مجلہ علامہ شبلی نعمانی اور مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کی مشترکہ ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اسی سال علامہ شبلی نعمانی کے ادارت سے مستعفی ہو جانے کی وجہ سے مولوی عبدالکریم صاحب، فقیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے مگر وہ اسے زیادہ دن جاری نہ رکھ سکے۔ ان کے بعد مولانا اکرام اللہ خاں ندوی مدیر بنائے گئے۔ چند برس انہوں نے بھی اسے جاری رکھا، پھر الندوہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اس طرح اس کا اصل زمانہ اشاعت

علامہ شبلی کی ادارت کا زمانہ تھا۔

علامہ شبلی تحریک ندوہ میں اول روز سے شامل اور اس کے اغراض و مقاصد اور دستور العمل تیار کرنے والوں میں تھے۔ تحریک ندوہ سے ان کی دلچسپی کے دو خاص پہلو نصاب تعلیم اور ماہنامہ الندوہ تھے۔ چنانچہ جب وہ دارالعلوم ندوہ کے معتمد تعلیم مقرر ہوئے تو اسے بام عروج پر پہنچانے کے لئے بڑی جدوجہد کی اور اپنی سب صلاحیتیں اس کی نذر کر دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ہی اس خواب کو حقیقت کا جامہ پہنایا جسے تحریک ندوہ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کہتے ہیں۔ گو اس کام میں بعض اور لوگ بھی شریک تھے، تاہم اہل نظر سے یہ پوشیدہ نہیں کہ ندوہ کی جو کچھ شناخت قائم ہوئی وہ علامہ شبلی نعمانی کی دین ہے۔

علامہ شبلی نے ماہنامہ الندوہ کے ذریعہ متعدد کام انجام دئے۔ تحریک ندوہ کو بام عروج تک پہنچایا، نصاب تعلیم پر نقد و بحث کا آغاز کیا، علوم قدیمہ پر نقد و جرح کا سلسلہ شروع کیا، قدیم و جدید تعلیم کے درمیان کی خلیج پائنے کی کوشش کی اور ایسے گراں قدر مضامین، مقالات اور تحریروں شائع کیں جن سے مسلمانوں کی ذہنی سطح میں بلندی پیدا ہوئی، اس طرح الندوہ نے ملک کے علمی مزاج و معیار میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اس سلسلے کا ایک اہم کارنامہ تصنیف و تالیف کے لئے طلبائے ندوہ و دیگر اہل قلم کی ذہنی و دماغی تربیت ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ضیاء الحسن ندوی اور مولانا عبداللہ عمادی وغیرہ نے اسی رسالہ سے تصنیف و تالیف کے میدان میں ناموری حاصل کی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بڑے دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ:

”الندوہ کا اثر خصوصیت کے ساتھ نوجوان علماء اور فارغ التحصیل طلبہ پر بے حد پڑا اور نام نہانوں کا مگر بتا سکتا ہوں کہ بڑے بڑے مقدس آستانوں اور درس گاہوں کے حاشیہ نشینوں نے اس کے طرز نگارش اور پیرایہ بیان کی نقل اتاری اور اپنے اپنے دائرے میں ناموری حاصل کی اور ان سے دین و ملت کو فائدہ پہنچا۔“

(حیات شبلی ص ۴۴۱)

ماہنامہ الندوہ کی آٹھ سالہ زندگی کے جو نتائج نکلے وہ مولانا سید سلیمان ندوی کے الفاظ

میں حسب ذیل ہیں:

- ۱- اردو زبان میں علمی مباحث کا ایک بڑا ذخیرہ پیدا کیا۔
- ۲- جدید تعلیم یافتوں کو اسلام کے مذہبی اور علمی کارناموں سے آشنا کیا۔
- ۳- علماء کو جدید مسائل سے روشناس کیا۔
- ۴- عربی خواں طلبہ میں اپنے پرانے ذخیروں سے کام لینے کا سلیقہ پیدا کیا۔
- ۵- اسلام اور تاریخ اسلام پر بہت سے اعتراضات کو رفع کیا۔
- ۶- قوم میں ندوہ کے مقاصد کی تبلیغ کی، اصلاح نصاب کی ضرورت سمجھائی اور عربی تعلیم کی اہمیت ذہن نشیں کی۔ (حیات شبلی ص ۴۴۰)

یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ علمی مجلات کی تاریخ میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

علامہ شبلی ماہنامہ الندوہ کا ادارہ بڑے اہتمام سے لکھا کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے ادارے الندوہ کی جان ہوتے تھے۔ زیر نظر کتاب انھیں اداریوں کا مجموعہ ہے۔ یہ ادارتی نوٹ کبھی شذرات، کبھی ایڈیٹوریل نوٹس اور کبھی ندوہ کی خبریں کے عنوان سے لکھے گئے ہیں اور کبھی بغیر عنوان ہی کے شائع ہوئے ہیں۔ البتہ بعض خاص مواقع پر عنوان کے ساتھ نمایاں طور پر لکھے گئے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں ان سب کو شذرات کے عنوان سے شامل کر لیا گیا ہے۔

علامہ شبلی کے قلم سے جو شذرات نکلے ہیں وہ واقعی سونے کی ڈلیاں ہیں۔ ان میں ندوہ کے مقاصد کی توضیح و تشریح بھی ہے اور علمی و تعلیمی نکات بھی، قومی و ملی مسائل بھی ہیں اور تہذیبی و معاشرتی معاملات اور مشکلات کا ذکر بھی، مذہبی و تعلیمی اداروں کا تذکرہ بھی ہے اور بعض کتابوں پر تبصرہ بھی، دنیا میں ہونے والی علمی و تعلیمی ترقیات کا ذکر بھی ہے اور مسلمانوں کی بے حسی اور بربادی کا ماتم بھی، اشاعت اسلام کے منصوبے بھی ہیں اور تحریک وقف علی الاولاد کی روداد بھی غرض یہ شذرات ملی مسائل سے متعلق گونا گوں معلومات کا خزانہ ہیں۔ ان کا مطالعہ آج بھی افادیت سے خالی نہیں۔

ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے علامہ شبلی کا مرتبہ مسلم ہے۔ تعلیم اور اس کے عہد بہ عہد ارتقاء پر ان کی گہری نظر تھی۔ اس موضوع پر انہوں نے جو گراں قدر تحریں یا گارچھوڑی ہیں مولانا سید سلیمان ندوی نے انہیں مقالات شبلی جلد سوم میں یکجا کر دیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ شذرات الندوہ



کے تعلیمی مباحث کے بغیر ان کے تعلیمی افکار کی تفہیم نہ صرف دشوار ہوگی بلکہ نامکمل اور تشنہ رہے گی۔ ماہنامہ الندوہ کی اشاعت کا زمانہ غلامی کا زمانہ تھا اور آج سو سال بعد بھی ہم ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکے ہیں اور مختلف ملی محاذوں پر کم و بیش صورت حال وہی ہے جو عہدِ شبلی میں تھی۔ ان ملی مسائل میں خاص طور پر نصابِ تعلیم سے متعلق جس دل سوزی سے وہ توجہ دلاتے رہے ان پر اب تک قابو نہیں پایا جاسکا ہے اور وہ اب بھی ملت کے درمیان بحث و نظر کا موضوع ہیں۔ اس لئے شذراتِ شبلی کی معنویت میں کچھ زیادہ فرق واقع نہیں ہوا ہے۔

ماہنامہ الندوہ کے شذرات کی جمع و تدوین میں دشواری یہ تھی کہ اس کے مکمل شارے یکجا کہیں دستیاب نہیں ہیں، کتب خانہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری پٹنہ حتیٰ کہ خود ندوۃ العلماء میں بھی اس کی مکمل فائل دستیاب نہیں، چنانچہ کئی کتب خانوں کی خاک چھانی پڑی تب جا کر یہ سرمایہ ہاتھ آیا، اب اسے اہل ذوق کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے یہ خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ جو کام سو برس سے تشنہ تکمیل تھا وہ تکمیل کو پہنچا۔

شذرات کی ترتیب زمانی ہے یعنی وہ جس ترتیب سے لکھے گئے اسی ترتیب سے انہیں یکجا کیا گیا ہے۔ افادیت کے پیش نظر اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس میں اشخاص، کتب، مقامات کے کے اشاریہ کے ساتھ تنظیم، تحریک اور اداروں کا بھی اندراج کیا گیا ہے۔ یقین ہے اس سے ان قیمتی تحریروں سے استفادہ آسان ہو جائے گا۔

یہ مجموعہ شبلی صدی مطبوعات کے تحت شائع ہو رہا ہے۔ ہم پروفیسر اشتیاق احمد ظلی ڈائریکٹر دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے بے حد ممنون ہیں کہ انھوں نے اس سے بھرپور دلچسپی لی اور شذرات کی فراہمی میں ہمارا تعاون کیا۔ جناب ڈاکٹر عطا خورشید صاحب کا شکریہ نہ ادا کرنا احسان ناشناسی ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے تعاون کے بغیر شاید یہ مجموعہ طباعت کی منزل سے نہ گذر پاتا۔ میں اپنے ان محسنین کا تہہ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں۔

محمد الیاس الاعظمی

۳۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء

## شذرات

(اگست ۱۹۰۴ء)

### الندوہ کی ضرورت

اگر کسی فرد یا چند افراد کی یہ رائے ہو کہ مسلمانوں کو دین و دنیا میں اس کے سوا اور کوئی کام نہیں کہ صرف معاش کی غرض سے موجودہ تعلیم حاصل کر لیں تو ہم کو ان سے غرض نہیں، ہمارا روئے سخن ان بزرگوں کی طرف ہے جن کا یہ خیال ہے کہ جدید تعلیم کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت اور سخت ضرورت ہے کہ ہمارے علوم و فنون ہمارا مذہب ہماری قومی خصوصیات مٹ نہ جانی پائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کے بقاء کی کیا تدبیر ہے؟ قدیم تعلیم اولاً تو چراغ سحری ہے، دوسرے وہ اس قدر ایک تنگ دائرہ میں محدود ہو گئی ہے کہ اس سے اس قسم کے اغراض حاصل ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔ قدما کی تصنیفات مطلقاً درس سے خارج ہیں۔ تاریخ کا ایک حرف نہیں پڑھا جاتا۔

طریقہ تعلیم اس قسم کا ہے کہ خاص کتابوں کے پڑھا دینے کے سوا طالب العلم میں کسی قسم کی علمی بلند نظری نہیں پیدا ہوتی۔

جدید تعلیم میں اسلامی علوم و فنون اور معلومات مذہبی کی طرف متوجہ ہونے کا کافی وقت نہیں ملتا، اس بنا پر جدید تعلیم یافتہ اور عام جماعت اسلامی قومی اور مذہبی معلومات سے روز بروز بیگانہ ہوتی جاتی ہے۔ اب تک جو کچھ ان چیزوں کی یادگاریں باقی ہیں وہ پرانی صحبتوں اور خاندانی روایتوں کا اثر ہے، ورنہ موجودہ حالات کا اقتضاء یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان کہلانے سے عار آنے لگے۔ کسی قوم کی بقاء کے لئے ضرور ہے کہ اس کے پاس اس کا قومی لٹریچر ہو۔ قومی علوم و فنون

ہوں۔ قومی تاریخ ہو۔ اگر یہ چیزیں مٹ جائیں تو قوم بھی مٹ جائے گی۔ مسلمانوں کے پاس یہ سب چیزیں تھیں اور اب بھی ہیں لیکن اگر ان کو زمانہ کی دست برد سے بچایا نہ گیا تو اب کوئی دم کی مہمان ہیں۔

ندوۃ العلماء کے قائم کرنے کا اصلی مقصد یہی تھا، لیکن اس کے نتائج اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتے جب تک ایک معتد بہ جماعت اس کی درس گاہ سے تعلیم پا کر نہ نکلے۔ اس بناء پر یہ مناسب معلوم ہوا کہ ندوہ کی طرف سے ایک ماہوار علمی رسالہ نکالا جائے جس کے یہ اغراض ہوں۔

(۱) اسلامی علوم و فنون کے مہمات مسائل اس طریقہ سے اردو زبان میں ادا کئے جائیں کہ انگریزی اور اردو خواں جماعت بہ آسانی ان کو سمجھ سکے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔  
(۲) مسلمانوں کی تہذیب و تمدن پر تاہینا نہ مضامین لکھے جائیں۔  
(۳) عقائد اسلام کو فلسفہ حال کے حملوں سے بچایا جائے۔  
(۴) علوم قدیمہ و جدیدہ میں موازنہ کیا جائے۔

(۵) جو علوم مسلمانوں نے یونان وغیرہ سے لئے ان کی تاریخ اس طرح لکھی جائے جس سے ظاہر ہو کہ مسلمانوں نے ان علوم میں خود کس قدر اضافہ کیا اور آج یورپ نے ان علوم کو جس حد تک ترقی دی اس سے ان کو کیا نسبت ہے۔

یہ پرچہ اسی غرض سے نکالا جاتا ہے اس کے ساتھ اس پرچے کا یہ بھی ایک بڑا مقصد ہے کہ علوم جدیدہ کے مسائل اردو زبان میں لائے جائیں تاکہ عربی خواں گروہ ان سے متمتع ہو سکے۔  
السعی منی و الا تمام من اللہ.



## شذرات

[نومبر ۱۹۰۴ء]

## الاسلام

یہ ایک کتاب کا نام ہے جو فرانس کے نامور فاضل کانٹ ہنری دی کاستری نے فرنجی زبان میں لکھی ہے اور جس کا ترجمہ احمد فتحی بک زغلول مصر کے ایک مصنف نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔ مصنف نے اس کتاب میں سبب تالیف بیان کرنے کے بعد جناب رسالت پناہ کی مختصر سوانح عمری لکھی ہے اور اس کے بعد ان تمام مسائل سے بحث کی ہے جس پر یورپ کے مصنفین ہمیشہ تکتہ چینی کرتے رہتے ہیں، مثلاً جنت کا جسمانی ہونا، غلامی کا جواز، تعدد ازواج، وغیرہ وغیرہ۔ اخیر میں ان روایتوں کو لکھا ہے جو عہد وسطیٰ میں تمام یورپ میں مسلمانوں کی نسبت پھیلی ہوئی تھیں اور جن میں مسلمانوں کی نسبت عجیب و غریب افترا پردازیاں کی گئی تھیں۔

اس کتاب سے ایک بڑا مشکل مسئلہ حل ہوتا ہے۔ ہم کو ایک مدت تک یہ سخت استعجاب رہا کہ یورپ نے اگرچہ نئے تاریخ میں بے انتہا ترقی کی ہے، اس کے ساتھ چونکہ اسلامی آبادیوں کا بڑا حصہ ان کے قبضے میں آ گیا ہے اور عربی زبان کی سیکڑوں ہزاروں کتابیں یورپ کی زبانوں میں ترجمہ ہو گئی ہیں، اس لئے مسلمانوں کے خیالات اور عقائد سے ان کو مطلع ہونے کا پورا موقع حاصل ہے باوجود ان تمام باتوں کے یورپ کے مورخین جب مسلمانوں کے متعلق کوئی کتاب یا رسالہ یا مضمون لکھتے ہیں تو ایسی بے سرو پا باتیں لکھ جاتے ہیں جن کو دیکھ کر انسان دفعۃً متحیر ہو جاتا ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے نہایت تفصیل سے دکھلایا ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کے متعلق کس طرح متعصبانہ غلط خیالات پیدا ہوئے، یہ خیالات کس طرح بڑھتے اور پھیلتے گئے، پیشواں مذہبی نے کس طرح ان خیالات کو تمام ملک میں مذہبی حیثیت سے پھیلایا اور یورپ کے

تمام لٹریچر کا عنصر بنا دیا، قومی گیتوں میں یہی خیالات گائے جاتے تھے۔ معرکہ جنگ میں یہ خیالات رجز کے طور پر ادا کئے جاتے تھے۔ کسی شخص کے عیسائی بنانے کے وقت یہی خیالات عقائد کے طور پر سکھائے جاتے تھے۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو چیز قومی روایتوں اور مذہبی تلقین کے ذریعہ سے کسی قوم کے دل و دماغ میں سرایت کر جاتی ہے اس کا نکلنا قریباً محال ہو جاتا ہے، اگرچہ یورپ میں مذہب کا زور اب کم ہو گیا ہے اور اس لئے قیاس یہ تھا یہ خیالات اب مٹ جاتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بد قسمتی سے یورپ میں مذہب کی جگہ پالیٹکس نے لے لی ہے اس لئے یہ خیالات اب مذہباً نہیں بلکہ پالیٹکس کی ضرورت سے قائم رکھے جاتے ہیں۔ اس قدر فرق ہے کہ اب وہ اس رنگ سے ادا کئے جاتے ہیں کہ تعصب کا گمان نہ ہونے پائے۔

بہر حال کتاب فی نفسہ نہایت دل چسپ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ضروری حصے ہمارے پرچہ کے ذریعہ سے اردو زبان میں آجائیں۔

مصنف نے کتاب کا دیباچہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہے اس لئے پہلے ہم اسی سے ابتدا کرتے ہیں۔



## شذرات

مارچ ۱۹۰۵ء

### الندوہ کا نیا دور

ندوۃ العلماء کی طرف سے اس پرچہ کے نکالنے کا جب مجھ کو خیال آیا تو میں حیدرآباد میں تھا۔ نظامت محکمہ علوم و فنون پر مامور تھا۔ میں جانتا تھا کہ پرچہ کا معقول انتظام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک میں خود ندوۃ العلماء کے صدر مقام یعنی لکھنؤ میں موجود نہ ہوں لیکن چونکہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عنقریب ملازمت چھوڑ کر ندوہ میں آ جاؤں گا، اس لئے میں نے ناظم ندوۃ کو لکھا کہ پرچہ بلا انتظار جاری کر دیا جائے، چنانچہ وہ جاری کر دیا گیا، لیکن ادھر تو استعفا کی منظوری میں ایک مدت صرف ہو گئی، ادھر میں بیمار ہو گیا اور بیماری نے اس قدر طول کھینچا کہ چھ مہینے تک میں صاحب فراش رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں خود حسب خواہش مضامین نہ لکھ سکا اور پرچہ کے بھرنے کے لئے اس درجہ کے مضامین لینے پڑے جو الندوہ کے شایان شان نہ تھے۔ اس کے ساتھ میری افسردگی کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ میں چاہتا تھا کہ پرچہ لکھنؤ سے نکلے جو ندوہ کا صدر مقام ہے، لیکن ناظم صاحب کے اصرار سے وہ شاہ جہاں پور سے نکلتا رہا جس نے پرچہ کو ندوہ اور ارکان ندوہ سے اچھی طرح روشناس نہ ہونے دیا۔

ملک میں بھی اس پرچے کی طرف سے سرومہری سی رہی، جس کی وجہ یہ تھی کہ پرچہ ندوۃ العلماء کے نام سے نکلا اور اکثر نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے ندوہ سے ایک قسم کی رقابت کا بیجا خیال ہے۔

علماء اور قدیم تعلیم یافتہ لوگوں سے ہمدردی اور قدردانی کی امید ہو سکتی تھی لیکن اس گروہ میں اس قسم کا مذاق ہی نہیں، اس کے ساتھ اندوہ کے مضامین تنگ خیال علماء کی مرضی کے موافق بھی نہ تھے۔

بہر حال اب میں ندوۃ میں آ گیا ہوں، دفتر بھی شاہ جہاں پور سے اٹھ آیا ہے، چھپنے کا بندو بست بھی یہیں سے ہوگا ان وجوہ سے امید ہے کہ آئندہ پرچہ اچھا نکلے اور وقت پر نکلے۔



## شذرات

[جون ۱۹۰۵ء]

ہم کو اس بات سے خوشی ہوئی کہ جو مضمون ہمارے دارالعلوم کے ایک طالب العلم کا پچھلے پرچے میں شائع ہوا وہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا، جناب مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے ایک خط حال میں ہم کو لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں

”سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہوئی کہ دارالعلوم نے اپنی تعلیم کا نہایت عمدہ نمونہ پہلی ہی بار پیش کیا ہے، فبارک اللہ فیہا وفی طلبتہا وفی تعلیمہا۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ عربی کی کامل تعلیم اور انگریزی کی بقدر ضرورت ہماری قوم میں ایسے لائق مضمون نگار اور مصنف پیدا کرے گی کہ محض انگریزی تعلیم آج تک ویسا ایک بھی نہیں پیدا کر سکی۔

مولانا موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اس کی واقعیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں میں جو لوگ آج علمی معرکوں کے علم بردار ہیں وہی ہیں جو عربی تعلیم یافتہ اور انگریزی مذاق سے آشنا ہیں۔ محض انگریزی دانی نے اب تک تو کوئی صاحب قلم نہیں پیدا کیا آئندہ کی نسبت کون راے دے سکتا ہے۔

---

بنگلور کے مسلمان نہایت شوق اور خواہش سے ندوۃ العلماء سے ایک وکیل بھیجنے کی درخواست کر رہے ہیں۔ انہوں نے خود معقول چندہ جمع کر لیا ہے اور لکھا ہے کہ وکیل کے آنے پر چندہ کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔ ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ اس سال ندوہ کا سالانہ جلسہ وہیں



ہو۔ ہم بھی ان کی اس درخواست سے متفق ہیں۔ اگر ممالک متحدہ کسی وجہ سے ندوہ کے ساتھ  
سردمہری کا برتاؤ کر رہا ہے تو دنیا قدر دانوں سے خالی نہیں۔

بچ کس عزت نہ دارد دردیار خوشن  
آب تادرگل بود آب ست و درینا کلاب

شملہ کے پرجوش مسلمان بڑے زور و شور سے ندوہ کی سفارت کی طیاریاں کر رہے ہیں۔  
ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس سفارت میں بڑے بڑے معزز علما اور واعظین شریک ہوں گے، مثلاً  
جناب مولوی شاہ سلیمان صاحب، جناب مولوی عبدالحق صاحب، جناب مولوی سید عبدالحق  
صاحب، خاکسار شبلی بھی اس قافلہ کا گمراہ ہوگا۔

بے شبہ نہایت شرم کی بات ہے کہ ہمارے ہندو بھائیوں میں ایثار نفس کی جہاں سیکڑوں  
مثالیں پائی جاتی ہیں، اس کے مقابلہ میں ہم ایک دو نظیر بھی نہیں پیش کر سکتے۔ ہم روز سنتے ہیں کہ  
فلاں ہندو یا فلاں آریہ نے اپنی خدمات تمام عمر کے لئے بلا کسی معاوضہ کے کسی قومی کام کی  
نذر کر دیں، یا اس قدر قلیل معاوضہ لینا گوارا کیا جو اس کی قابلیت کے مقابلہ میں بالکل بچ ہے، لیکن  
آج تک یہ سننے میں نہ آیا کہ کسی مسلمان نے اس قسم کی فیاض دلی کی ہو۔ حال آنکہ قومی ہمدردی کا  
غلغلہ اس زور سے بلند کیا جاتا ہے کہ اس کی آواز نہ صرف ہندوستان بلکہ اقصائے یورپ میں گونج  
جاتی ہے۔

لیکن خدا نے چاہا تو یہ حالت دیر تک قائم نہ رہے گی۔ اکثر قلوب متاثر ہونے لگے ہیں اور  
ایک آدھ مثالیں بھی نظر آنے لگی ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب ایک مدت سے ندوۃ العلماء میں  
مددگار ناظم کی خدمت پر مامور ہیں اور انہوں نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو آج تک انجام  
دیا ہے۔ چند مہینے ہوئے انہوں نے معاوضہ لینے سے بالکل انکار کر دیا ہے اور اب بغیر کسی قسم کے  
حق الجذمہ کے اپنے کام کو اسی مستعدی اور سرگرمی اور دل سوزی سے انجام دے رہے ہیں۔ یہ  
فیاضی اس وقت اور بھی قابل قدر ہو جاتی ہے جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو

معاش کی طرف سے بے اطمینانی ہے اور اس وجہ سے ان کی زندگی نہایت عسرت کے ساتھ بسر ہوتی ہے لیکن ان کی اس عسرت پر سیکڑوں امیرانہ زندگیاں نثار کرنے کے قابل ہیں۔  
انشاء اللہ ہم چند روز میں اس قسم کی اور بعض مثالیں پیش کر سکیں گے۔

☆☆☆

## شذرات

(اگست ۱۹۰۵ء)

### شملہ میں ندوہ کا ڈپوٹیشن

اس ڈپوٹیشن کے حالات اس تفصیل سے اخبارات میں چھپ چکے ہیں کہ اب ان کا اعادہ تحصیل حاصل ہے۔ البتہ مولوی شبلی اور شاہ سلیمان صاحب کی تقریروں اور وعظوں کا جو خلاصہ شائع ہوا ہے اس کو اصل سے کوئی نسبت نہیں لیکن اس کا علاج کیا؟ وعظ قلم بند کرنے کی چیز نہیں، لکچر لکھے جاتے ہیں لیکن مولوی شبلی صاحب کی عام عادت ہے کہ وہ کبھی تحریری لکچر نہیں دیتے، نہ لکچر کے بعد قلم بند کرتے، سننے والے اپنی یاد سے جو کچھ چاہتے ہیں لکھ لیتے ہیں، لیکن اس میں نہ پورے واقعات ہوتے ہیں، نہ نشست الفاظ، نہ ترتیب، نہ زور کلام، اسی لئے اس سے لکچر ار کی تقریر کا مطلق اندازہ نہیں ہو سکتا۔

شملہ میں ڈپوٹیشن کا جو خاص تجربہ ہوا وہ یہ تھا کہ ندوہ کے مقاصد سے ابھی تک ملک کو اچھی طرح آگاہی نہیں، یا غلط آگاہی ہے اور اسی لئے اکثر و کوندوہ کی طرف سے بے اعتنائی اور بعضوں کو مخالفت ہے شملہ میں جدید تعلیم یافتہ جماعت کوندوہ کے ساتھ کسی کی ہمدردی نہ تھی، بلکہ یہ خیال تھا کہ ان کی طرف سے مخالفت کا ظہور ہوگا، لیکن پہلے ہی لکچر کے بعد ان کی رائیں بدل گئیں اور وہ سب سے زیادہ مستعد اور پر جوش بن گئے۔

شملہ کوئی ایسا مقام نہیں جہاں سے کسی بڑی تعداد کے چندہ کی توقع ہو سکتی، تاہم آج تک کسی انجمن یا ڈپوٹیشن کو اس قدر چندہ وصول نہ ہو سکا جو ندوہ کو وصول ہوا۔

شملہ کے ارکان اور احباب نے جس خلوص، محبت، اور گرمجوشی کا برتاؤ کیا، وہ مدت تک یاد رہے گا۔ خصوصاً خان بہادر منشی فخر الدین صاحب، خان بہادر آلہ بخش خان صاحب، پیر محمد خان صاحب وکیل، مسٹر پیر محمد خان پیر سٹر، منشی محمد حسن خان صاحب، بابو عبدالقادر صاحب، میر مشتاق حسین صاحب، میر جمال الدین صاحب، منشی سیف اللہ صاحب، پیر جی حبیب اللہ صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب، محمد ہاشم صاحب، محمد رمضان صاحب، مولوی سید عبداللہ صاحب، مولوی سعید الدین احمد صاحب، بابو خضر محمد صاحب، بابو تاج الدین صاحب، بابو شیر محمد خان صاحب، بابو عبداللہ صاحب منہاس، نائب صاحب، مولوی سید عبدالغفور صاحب، مسٹر بدر الدین قریشی، بابو محی الدین صاحب، وغیرہ وغیرہ بزرگوں کی مہمان پرستی اور گرمجوشی مدت تک یاد رہے گی۔

اخیر میں ہم معین الندوہ شملہ کا خاص شکریہ ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

مصرع : اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست

شمس العلما جناب مولوی نذیر احمد صاحب نے الندوہ کی نسبت جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے، ہم ان کو فخریہ انھیں کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔

رفارمروں نے ع: ہر گلے رارنگ و بوے دیگر ست

رفارم کے مختلف شیون اختیار کئے ہیں، اگر آپ اس کو تملق نہ سمجھیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی شان شق منفرد اور متیقن الفوز والفلاح ہے۔ مسلمانوں کی ترقی میں بہت سے موانع ہیں جن میں سے مانع قوی مذہبی غلط فہمیاں ہیں، جن کو دور کرنے کا آپ نے بیڑا اٹھایا ہے۔ مادہ فاسد محتاج مسہل قوی ہوتا ہے۔ الندوہ وہ مسہل قوی ہے جس کے محتاج طبائع زمانہ ہیں میں رسالہ الندوہ پر یا بہ عبارت دیگر آپ کی مشن پر مفصل ریویو لکھتا مگر کیا کروں جیسے ریویو لکھنے کو دل چاہتا ہے اس کے قدر مطلق فرصت نہیں، بلکہ میں نے تو ندوہ کی مدح میں عربی نظم بھی لکھنی چاہی تھی جس کے دو شعر ذیل میں درج ہیں:

يقولون ان الفضل في العلم والنهي      حبيس على المتقدم المستبصر  
فلما تصفحنا صحائف ندوة      حکمنا بان الفضل للمتأخر

”لوگ کہتے ہیں کہ علم اور عقل میں افضل ہونا، اگلے صاحبان بصیرت پر ختم ہو چکا، لیکن جب ہم نے ندوہ کے صفحہ غور سے دیکھے، تو فیصلہ کیا کہ فضیلت ہے متاخر کو۔“

ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جو اخبارات، الندوہ سے مضامین نقل کرتے ہیں، وہ الندوہ کا مطلق حوالہ نہیں دیتے۔ یہ کس قدر خیانت ہے اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ وہ نامور اخبارات بھی اس کے مرتکب ہوتے ہیں جو خود اوروں کو اپنے مضامین کے متعلق بھی طعنہ دیتے ہیں، کاش وہ اس پر عمل کرتے کہ: ”ہر چہ بر خود نہ پسندی بردیگراں، ہم پسند“

اکثر ناظرین اور احباب نے اصرار کیا ہے کہ چونکہ الندوہ کے دوائیڈٹر ہیں، اس لئے اڈیٹوریل مضامین میں نام کا اظہار کر دیا جائے، ورنہ تعین نہیں ہو سکتا کہ کون مضمون کس اڈیٹر کا ہے، لیکن درحقیقت اس کی چنداں ضرورت نہیں، اس وقت تک جس قدر مضامین اڈیٹوریل نکلے ہیں وہ سب خاکسار شبلی کے ہیں، ایک دو مضمون جو مولوی حبیب الرحمن خان صاحب کے قلم سے نکلے ہیں ان کے ساتھ ان کا نام بھی درج ہے، مولوی صاحب موصوف کوریسا نہ مشاغل سے مضمون نگاری کی فرصت بہت کم ملتی ہے اور جس قدر ملتی بھی ہے اس میں اور مستحقین کا حصہ نکل جاتا ہے:

ہمت بہ نگاہے کند و حوصلہ بنگر  
کان نیز گہے بامن و گہ بادگری داشت  
تا ہم اگر احباب کا یہی اصرار ہے تو ہم اپنے مضامین کے نیچے اپنا نام بھی لکھ دیا کریں گے۔

## شذرات

[ستمبر ۱۹۰۵ء]

لکھنؤ کی آب و ہوا خراب ہو جانے کی وجہ دارالعلوم ندوہ میں ۱۵ اردن کی تعطیل دیدی گئی ہے، جو ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ختم ہوگی۔

مولوی غلام محمد صاحب شملوی ندوہ کی طرف سے دورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہ بھوپال، احمد آباد، بڑودہ وغیرہ کا دورہ کرتے ہوئے رنگون جائیں گے۔

ہمارے پاس ابتدائی تعلیم کی انتظام کے لئے کثرت سے درخواستیں آرہی ہیں۔ دارالعلوم ندوہ میں دس برس سے کم عمر کا لڑکا داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ ابھی تک ابتدائی تعلیم کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے، اس بنا پر اکثر لوگ جو اپنے بچوں کو آئندہ انگریزی تعلیم دلانا چاہتے ہیں، اس بات کی خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ اگر ابتدائی تعلیم کا انتظام ندوہ میں کیا جائے تو وہ اپنے بچوں کو ابتدائی تعلیم یہاں دلا کر انگریزی مدارس میں داخل کریں۔ یہ درخواستیں اکثر انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کی طرف سے آئی ہیں، جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس گروہ میں بھی جن لوگوں کو کسی قسم کا مذہبی احساس باقی ہے وہ بچہ کی ابتدائی تعلیم کے ساتھ مذہبی تربیت و تعلیم ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر ندوہ میں ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا جائے تو لوگ نہایت کثرت سے اپنے بچوں کو یہاں بھیج دیں گے اور یہ طریقہ نہایت مفید ثابت ہوگا کیونکہ جو گروہ اس وقت تک مذہبی تربیت سے محروم ہے اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔

اس بنا پر ہم ارکان ندوہ کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ وہ جس قدر جلد ہو سکے اس کی طرف متوجہ ہوں۔

ارکان ندوہ سے ایک بڑی غلطی جو ابتدا میں ہوئی اور اب تک قائم ہے وہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ کافی سرمایہ جمع ہو کر اس کی آمدنی سے ندوہ کے مصارف ادا ہوتے، سالانہ عطیات کے بھروسہ پر کام چلایا گیا اور اب تک چلایا جا رہا ہے۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ دیوبند وغیرہ تمام مدارس اسلامیہ میں یہی طریقہ جاری ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ طریقہ بالکل غیر مستقل اور ناقابل اعتماد ہے اس بنا پر ۳۱ ستمبر ۱۹۰۵ء کو دارالعلوم کا اجلاس ہوا اور باتفاق ارکان یہ قرار پایا کہ سر دست لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ سے عام چندہ کرنے کے متعلق تدبیریں اختیار کی جائیں، چنانچہ جناب فشی احتشام علی صاحب کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ ایک تفصیلی یادداشت تدابیر وصولی چندہ کے متعلق قلم بند کر کے پیش کریں اور وہ منظور ہو کر فوراً کارروائی شروع کی جائے۔

انشاء اللہ جاڑے کے آغاز میں عام چندہ کے لئے ندوہ کا ڈپوٹیشن اطراف ملک میں روانہ ہوگا۔



## شذرات

[اکتوبر ۱۹۰۵ء]

### بھوپال میں ندوۃ العلماء کا وفد اور حضور سرکار عالیہ خلد ہا اللہ تعالیٰ کی فیاضی

یہ طے پا چکا تھا کہ اوائل سرما میں ندوۃ العلماء کا وفد (ڈیپوٹیشن) مستقل سرمایہ کے جمع کرنے کے لیے اطراف ملک میں روانہ ہوگا، چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو پہلا وفد لکھنؤ سے روانہ ہوا اور سب سے پہلے اس نے بھوپال کی اسلامی ریاست کی طرف رخ کیا۔ وفد کا جس طرح استقبال ہوا، جو کارروائیاں ہوئیں، جن کامیابیوں کی امید ہے، یہ امور ہم آئندہ لکھ سکیں گے، لیکن اس وقت ہم اس کیفیت اور اثر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے دل پر حضور سرکار عالیہ کی باریابی اور ان کی ہم کلامی کا شرف حاصل ہونے سے ہوا، مجھ کو حکمرانان اسلام میں سے متعدد رؤسا اور والیان ملک کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان سے گفتگو اور ہم کلامی کی بھی نوبت آئی ہے، لیکن بغیر کسی قسم کی رواداری اور تملق کے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں نے اس وقت تک کسی رئیس یا والی ملک کو اس قدر وسیع المعلومات، خوش تقریر، فصیح اللسان، نکتہ سنخ اور دقیقہ رس نہیں دیکھا۔ وہ تقریر فرما رہی تھیں اور میں مجو حیرت تھا کہ کیا دہلی اور لکھنؤ کی سرزمین کے سوا اور کسی ملک کا آدمی بھی ایسی شستہ اور فصیح اردو کے بولنے پر قادر ہو سکتا ہے؟ وہ مختلف علمی اور انتظامی امور پر گفتگو کرتی تھیں اور میں سوچتا تھا کہ کیا محذرات اور جملہ نشین بھی اس قدر معلومات حاصل کر سکتی ہیں؟ وہ لطف و عنایت



سے تواضع کے لہجہ میں مجھ سے دریافت فرماتی تھیں کہ ”آپ کو یہاں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں“ اور میں ہمہ تن استعجاب تھا کہ کیا مجھ جیسے ہیچ میرز کو ایک حکمران ذوی الاقتدار، اس طرح مخاطب بنا سکتا ہے۔

سب سے پہلے جناب ممدوحہ نے (میزبانانہ اخلاق کے بعد) مجھ سے سوال کیا کہ ”تم نے یہاں کے مدارس دیکھے“ چوں کہ دیوالی کی تعطیل کی وجہ سے مدارس بند تھے میں نے عرض کیا کہ نہیں، اس پر افسوس ظاہر کیا اور فرمایا کہ ”کاش آپ ایسے زمانہ میں آتے کہ مدارس کو دیکھ کر رپورٹ کر سکتے“ میں نے وعدہ کیا کہ پھر حاضر ہوں گا، اس پر نہایت مسرت ظاہر کی اور کہا ”یہ میرے فائدہ کی بات ہے۔“

عربی علوم و فنون کے تنزل پر نہایت افسوس ظاہر کیا اور فرمایا کہ ”میں نے خود جس پایہ کے علما و فضلا دیکھے تھے، آج ایک بھی اس درجہ کا نظر نہیں آتا“۔ میں نے کہا کہ اسباب ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں، انگریزی گورنمنٹ میں عربی دانی کسی قسم کی معاش کا ذریعہ نہیں بن سکتی اور دنیا کا کوئی کام بغیر انتظام معاش کے انجام نہیں پاسکتا۔ اسلامی ریاستیں البتہ عربی کو سنبھال سکتی تھیں، لیکن وہ بھی تمام نوکریوں اور ملازمتوں میں انگریزی دانی کی شرط لگاتی جاتی ہیں، میری اس تقریر کے جواب میں جو کچھ جناب ممدوحہ نے فرمایا اس نے نہ صرف مجھ کو سکت کر دیا بلکہ میں ندامت اور انفعال سے عرق عرق ہو گیا، فرمایا کہ ”آپ لوگ جس طرح عربی کی تعلیم دیتے ہیں، اس سے کوئی شخص اس قابل نہیں ہو سکتا کہ کسی ملکی خدمت کو انجام دے سکے۔ عربی خواں طلبہ کا یہاں یہ حال ہے کہ پندرہ پندرہ بیس بیس برس سے عربی پڑھ رہے ہیں اور فارغ التحصیل بھی نہیں ہوتے اور صرف اس وجہ سے کہ اگر فراغ کا نام ہوگا تو ان کا وظیفہ بند ہو جائے گا، چوں کہ عربی داں کسی ملکی خدمت کے انجام دینے کے قابل نہیں ہوتے، اس لیے مجبوراً ان کو کوئی خدمت نہیں دی جاسکتی، جناب ممدوحہ کی یہ رائے بالکل صحیح ہے اور اس کا جواب کیا ہو سکتا تھا، البتہ میں نے اس قدر کہا کہ ندوۃ العلماء نے اسی غرض سے طرز تعلیم اور نصاب تعلیم میں تبدیلی کی ہے۔

اس کے بعد دیر تک اس پر گفتگو کرتی رہیں کہ ”اہل ملک تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اس وجہ سے تعلیم پر جو کچھ صرف ہو رہا ہے، اس سے خود ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا“۔ میں نے عرض

کیا کہ تعلیم جبری کیوں نہ کر دی جائے، جیسا کہ بعض ریاستوں نے اس پر عمل کیا ہے۔ فرمایا کہ ”جبری تو نہیں کر سکتی، لیکن یہ کیا کم ہے کہ تمام بڑے بڑے عہدے باہر والوں کو ملتے ہیں۔ اہل ملک میں سے ایک بھی کسی بڑے عہدے پر مامور نہیں۔ اگر غیرت ہو تو یہ امر جبر سے کیا کم ہے، اہل ملک وظائف اور مناصب کے خوگر ہو گئے ہیں۔ ان کو نوکری اور ملازمت سے غرض ہی نہیں، وہ ہر وقت صرف وظائف اور مناصب کے متقاضی رہتے ہیں۔“

پھر فرمایا کہ ”اردو میں علوم جدیدہ کی کتابیں کیوں نہیں ترجمہ کی جاتیں“ میں نے کہا کہ ترجمہ کون کرے، انگریزی خواں مصطلحات علمی کا اردو میں ترجمہ نہیں کر سکتے اور عربی خواں انگریزی نہیں جانتے۔ میں نے انجمن اردو کی طرف سے اشتہار دیا اور کیمسٹری کے مصطلحات چھاپ کر شائع کیے، لیکن کہیں سے کوئی صدا نہیں آئی۔ فرمایا کہ ”کیوں نہ ایک محکمہ قائم کیا جائے جس میں عربی و انگریزی دونوں زبانوں کے زبان داں ملازم رکھے جائیں۔ ریاست آصفیہ جو سب سے بڑی مقتدر ریاست ہے آسانی سے اس کام کو انجام دے سکتی ہے۔“

غرض اس قسم کے مضامین پر کامل ڈیڑھ گھنٹہ تک گفتگو کی اور اس فصاحت کے ساتھ کہ میں ہمہ تن محو حیرت رہا۔

تقریر میں بعض بعض جملے ایسے ہوتے جو انشا پر دازی کی شان ظاہر کرتے تھے، مثلاً ”جب عثمان حکومت میں نے اپنے ہاتھ میں لی“ ”ملک کی تعلیمی حالت پر میرا دل رورہا ہے۔“ یہاں کے لوگ لیاقت حاصل نہیں کرتے بلکہ استحقاق آبائی پیش کرتے ہیں۔“ لیکن یہ جملے ان کی زبان سے اس سلاست اور صفائی کے ساتھ ادا ہوتے تھے کہ مطلقاً تضنع اور آوڑ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

جناب مدوحہ کی مصروفیت ملکی کا یہ حال ہے کہ روزانہ بلاناغہ ۱۱ بجے سے ۴ بجے تک متصل دفتر میں پس پردہ بیٹھ کر، تمام کاغذات کو سنتی اور ان پر احکام مناسب لکھواتی ہیں، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پردہ میں بیٹھ کر عورتیں قابل نہیں ہو سکتیں، ان کے جواب کے لیے صرف جناب مدوحہ کا نمونہ کافی ہے۔ (الندوہ ج ۲ نمبر ۸) شعبان ۱۳۳۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۰۵ء

## شذرات

[جنوری ۱۹۰۶ء]

### حضور نظام کی چالیسویں سالگرہ اور اراکین ندوۃ العلماء کا تہنیت نامہ

ریاست حیدرآباد دکن کو علمی فیاضی کے لحاظ سے ہندوستان کی تمام اسلامی ریاستوں میں جو خصوصیت حاصل ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ آج ہندوستان کے علمی گروہ کا مادا دلجا، سرپرست، قدرداں دکن کا دارالحکومت حیدرآباد ہے۔ ہندوستان کی تمام علمی انجمنیں، قدیم و جدید علوم کے مدرسے اسی مبارک ریاست کی فیاضیوں کے ممنون ہیں۔ اس بنا پر یہ کہنا مبالغہ نہیں، بلکہ واقعہ ہے کہ سلطنت آصفیہ خلد ہا اللہ تعالیٰ کی علم پروری سے ہندوستان کا علمی حصہ نشو و نما پا رہا ہے۔

وابستگان دولت آصفیہ کے لیے سال بھر میں وہ موقع بے حد مسرت کا باعث ہوتا ہے، جب حکمران ریاست اپنی زندگی کا ایک سال پورا کرتا ہے اور خیر و برکت کے ساتھ دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اس موقع پر وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنی دلی عقیدت مندی کو ظاہر کریں اور ریاست کے احسانات کا شکریہ ادا کریں۔ چنانچہ امسال وہ مسرت خیز موقع ماہ شوال میں انتالیسویں مرتبہ جلوہ افروز ہوا اور ۱۷ سے ۲۳ شوال تک جشن سالگرہ قرار پایا۔

ندوۃ العلماء اس موقع پر اظہار مسرت و عقیدت کے شرف سے کیوں محروم رہتا؟ اس کا

بڑا کارنامہ دارالعلوم ہے، جس نے ابھی ذہنی صورت بھی اختیار نہیں کی تھی کہ اسی ریاست کی علم پروری نے اپنی فیاضی کے سنگ اولین سے اس کی بنیاد رکھی۔ اس بنا پر اراکین ندوۃ العلماء نے اپنی دلی عقیدت مندی کو ایک تہنیت نامہ کی صورت میں پیش کرنا چاہا۔ یہ طے پا چکا تھا کہ اراکین کا ایک منتخب وفد حیدرآباد میں حاضر ہو کے بالمشافہ حضور میں پیش کرے۔ اسی غرض سے خط و کتابت کی گئی، لیکن پرائیویٹ سرکار عالی مدارالمہام کی مندرجہ ذیل چھٹی نے اس رائے میں تبدیلی کر دی۔ پولیٹکل سکریٹری گورنمنٹ نظام۔

مراسلہ دفتر پرائیویٹ سکریٹری مہاراجہ بہادر پیش کار و مدارالمہام سرکار عالی واقع ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۴ء، ۲۰/۲ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ۔

نشان

۵۳۴۴

حسب الحکم عالی جناب سر مہاراجہ بہادر یمن السلطنت مدارالمہام سرکار عالی  
پولیٹکل سکریٹری گورنمنٹ نظام و  
من جانب فریدونجی جمشید جی اسکورسی آئی.ای. پرائیویٹ سکریٹری مدارالمہام سرکار عالی  
مقدمہ ملفوفہ  
بخدمت جناب معتمد صاحب دفتر ندوۃ العلماء، بمقام لکھنؤ  
بجواب مراسلہ نشان ۱۴۶۳ مورخہ ۱۶ شعبان ۱۳۲۳ھ نگارش ہے کہ عالی جناب  
مدارالمہام ارشاد فرماتے ہیں کہ ندوۃ العلماء کی جانب سے بتقریب جشن چہل سالہ سالگرہ مبارک  
اس قدر مسافت بعیدہ سے کوئی وفد بھیجنے کی زحمت گوارانہ فرمائی جائے۔ اگر مجلس موصوفہ سے صرف  
تہنیت نامہ بھیج دیا جائے تو کافی ہوگا جو بخوشی تمام بارگاہ خسروی میں گزران دیا جائے گا۔ فقط

محمد غوث

پرنسٹل اسٹنٹ

اس بنا پر اراکین ندوۃ العلماء نے تعمیل ارشاد اپنا فرض سمجھ کر تہنیت نامہ مدارالمہام بہادر  
کی خدمت میں روانہ کر دیا، تاکہ جشن چہل سالہ کے موقع پر حضور میں پیش کر دیا جائے۔

تہنیت نامہ نجسہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہ حضور لامع النور بندگان عالی متعالی رستم دوراں، افلاطون زماں، فلک بارگاہ مظفر  
الممالک فتح جنگ ہر پائس نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام الملک آصف جاہ سلطان دکن خلد ہا  
اللہ ملکہ۔

سپاس ایزداد گر کہ دیرینہ آرزو ہمارا روزگار مانی رسید، تمننا را ہنگامہ گرم شد، عیش و خرمی بر  
خود بالید نشاط و طرب را روز بازار آمد، یعنی آوازہ جشن چہل سالہ بندگان عالی جہاں و جہانیاں را  
سامعہ نواز و مایہ صد گونہ بہجت و ہتزاز آمد۔

و چون نباشد کہ عہد معدلت مہد شہر یاری، نہ ہمیں ممالک محروسہ آصفیہ را بہ ترقیہائے  
روز افزوں و کامرانہائے گوناگون نواختہ است، بلکہ در وسعت آباد ہند پیچ جائے و ناچیتہ نیست کہ  
از تاب آفتاب فیض ایں دولت فروغانی گلشتہ باشند۔

رہنمایان طریقت و پیشروان شرع و کلتہ سنجان سخن و طاعت گزاران مساجد، ہمہ را فیض  
گستر یہائے کرم آصفی بہ نوعی کامروائے مطالب و مقاصد گزارا بندہ است کہ اگر ہر بن موئے  
ایشاں در ادائے سپاس زبانی گردد باز ہم ز عہدہ ایں کار بدر نتواں آمد۔

دیرہ انجمن ”ندوۃ العلماء“ را کہ برپا کردہ انفاس قدسیہ پیشروان طریقت و جادہ  
شناسان شریعت ست از آغاز کار طوق منت دولت ہمایوں در گردن ست و زمزمہ سپاس گزاری و  
منت طرازی غلغلہ نواز بزم وانجمن۔

اکنون کہ تقریب جشن چہل سالہ بندگان شہر یاری عالم و عالمیاں را مژدہ نواز آمد ما ارکان  
واعضائے ایں جملہ انجمن بہ کمال اخلاص و نیاز و نہایت مسرت و اہتاج مراسم تبریک و تہنیت را از  
تہ جان بجائے آریم، و بمقتضائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ادائے ایں فریضہ را از جملہ واجبات  
دینی می انگاریم و از صمیم قلب خواست گاریم کہ

تا جہاں باشد و ایں گنبد گرداں باشد

دہر فرماں بر محبوب علی خاں باشد

## المعین کا وفد اور ندوۃ العلماء کی تعلیم و تربیت کا نمونہ

ندوۃ العلماء کا جس زور و شور کے ساتھ ملک نے خیر مقدم کیا تھا اس کے بجائے اب ایک عام افسردگی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ قوم جن نتائج کی توقع رکھتی تھی ان میں سے کوئی بات ظہور میں نہیں آئی۔

لیکن اس کا علاج کیا تھا جو نتائج پیدا کرنے تھے وہ قدیم وضع کی تعلیم یافتہ عربی خوانوں سے ممکن نہ تھے۔ اس لئے دو تین برس کی غور و فکر کے بعد ندوہ کو ایک دارالعلوم کے قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور ایک مختصر پیمانے پر اس کی بنیاد ڈال دی گئی۔ اس قسم کی تعلیم گاہوں کے نتیجے سالہا سال میں ظاہر ہوتے ہیں لیکن جو کچھ اس وقت تک ہو چکا ہے اس سے کسی قدر آئندہ حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اسی بنا پر قصد کیا گیا ہے کہ ماہ ذی الحجہ میں ندوے کے طلباء کا ڈیپوٹیشن (وفود) مختلف اطراف میں روانہ کیا جائے۔ یہ طلباء جہاں پہنچیں گے، عام مجالس میں خطبے اور لکچر دیں گے، جس سے ان کی قوت تقریر اور معلومات مذہبی اور وسعت خیال کا اندازہ ہو سکے گا۔ اس کے ساتھ ان کی رفتار و کردار سے ان کی تربیت کی نسبت رائے قائم ہو سکے گی۔ وہ اپنی تقریروں میں ندوۃ العلماء کے مقاصد و اغراض بھی ظاہر کریں گے اور اس کے لئے اعانت کے بھی خواہاں ہوں گے۔

ہوا خواہان اسلام سے ہم کو امید قوی ہے کہ ان ناخواندہ مہمانوں کے ساتھ اسلامی مہمان نوازی کا برتاؤ کریں گے اور ان کو اظہار خیالات کا موقع اور ہر قسم کی اعانت دیں گے۔

شبلی نعمانی

معمتدار العلوم ندوۃ العلماء

(الندوہ نمبر ۱۱ ج ۲)

ماہ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۰۶ء

## شذرات

[مارچ ۱۹۰۶ء]

### ندوة العلماء کا نیا دور

اور اس کا جلسہ سالانہ (بنارس میں)

ندوة العلماء پر اس تھوڑی سی مدت میں تین دور گزرے ہیں۔ ایک اس کا آغاز جو اس زور شور کا تھا، جس کے غلغلہ سے دفعۃً تمام ہندوستان گونج اٹھا۔ دوسرا مڈل ایجز (عہد ظلمت) یہ دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب مولوی محمد علی صاحب (سکریٹری ندوة العلماء) اپنے ضعف و ناتوانی کی وجہ سے ندوہ کے خدمات سے علاحدہ ہونے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ باوجود عام اصرار کے، اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

تیسرا دور ۱۹۰۵ء سے شروع ہوتا ہے، جبکہ ارکان کو یہ حالت دیکھ کر سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ معتمد دارالعلوم نے ترک تعلقات کر کے خود ندوہ میں سکونت اختیار کی۔ دفتر شاہجہاں پور سے اٹھ آیا، مصارف جو آمدنی سے بہت زیادہ تھے، گھٹا کر مداخل کے قریب قریب کر لیے گئے۔ نصاب مجوزہ جس پر اب تک عمل نہیں کیا گیا تھا جاری کر دیا گیا، انگریزی زبان بطور سکندنگوتج کے لازمی کر دی گئی۔ مقامی ارکان میں مولوی محمد نسیم صاحب وکیل اور مولوی ظہور احمد صاحب وکیل کا اضافہ ہوا۔ شملہ اور امرت سرکوڈ پوٹیشن گیا اور کامیاب آیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جناب معالی القاب سرکار عالیہ ریاست بھوپال نے سرپرستی فرما کر چھ سو روپیہ سالانہ کی مستقل رقم مقرر کر دی۔ ان حالات سے وہ عام افسردگی جو تمام ملک میں پیدا ہو گئی تھی، کسی قدر کم ہونی شروع

ہوئی۔ آس پاس کے مقامات کو ندوہ کی دوبارہ زندگی کا کچھ احساس ہونے لگا اور اس کی طرف امید کی نگاہیں اٹھنے لگیں۔ یہاں تک کہ گورکھ پور اور بنارس میں جلسہ سالانہ کی تحریک شروع ہوئی اور بالآخر قمر عد فال بنارس کے نام پر نکلا جو ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ بنارس کی مقامی کمیٹی کے صدر انجمن مولوی محمد عمر صاحب وکیل اور سکریٹری مولوی مقبول عالم صاحب قرار پائے ہیں۔ اول الذکر صاحب ندوہ کے ارکان انتظامی میں ہیں اور مولوی مقبول عالم صاحب ایک نہایت نیک طبیعت اور دیندار آدمی ہیں اور جس سرگرمی اور ذوق سے وہ جلسہ کی تیاریاں کر رہے ہیں، اس سے بڑی بڑی امیدیں پائی جاتی ہیں۔

اس جلسہ میں جو خاص بات اور تمام جلسوں سے مزید ہوگی وہ یہ ہے کہ ندوہ کی تعلیم و تربیت کا نمونہ پیش کیا جائے گا۔ ندوہ کی تعلیم کے جو انتہائی مقاصد ہیں، ان کے ظہور کا تو وقت ابھی نہیں آیا، اس لیے کم از کم ابھی آٹھ سال درکار ہیں، لیکن اس جلسہ میں اس بات کا تجربہ ہو سکے گا کہ ندوہ کی تعلیم کو اور تمام مدارس پر کیا ترجیح ہے۔ ندوہ کے طلبہ عام مجالس میں علمی و اخلاقی مضامین پر عمدگی سے تقریر کر سکتے ہیں۔ فلسفہ جدید سے ان کو کسی حد تک واقفیت حاصل ہے۔ علوم قدیمہ و جدیدہ کا وہ کچھ نہ کچھ موازنہ کر سکتے ہیں۔ ان میں عموماً وسعت نظر اور روشن خیالی پائی جاتی ہے۔ عربی زبان میں وہ مستعدانہ طور پر مضمون نگاری کر سکتے ہیں۔

ہم کو تمام بھی خواہان قوم سے اور خصوصاً ان لوگوں سے جن کے دل میں ذرا بھی مذہب کا درد ہے، امید ہے کہ ضرور اس جلسہ میں شریک ہوں گے، کیوں کہ تمام ہندوستان میں یہی ایک مذہبی تعلیم گاہ ہے، جو اپنے اصول کے لحاظ سے بالکل ایک جدید چیز ہے اور اگر اس کو وسعت اور ترقی دی جائے تو وہ مسلمانوں کے ہر درد کی دوا ہو سکتا ہے۔

## ندوۃ العلماء کا گیارہواں سالانہ اجلاس

### بنارس میں اور علمی نمائش

ہندوستان آج کل جن افکار و خیالات میں محیط ہو رہا ہے، ان کو دیکھتے ہوئے اس امر کی



توقع رکھنی کہ قوم کے قدیم علمی زرو جو اہر کسی دن خود بخود چمک اٹھیں گے، بالکل ایسی بات ہے جیسے قرون وسطیٰ میں ضوء غیر مریٰ کے انکشاف کی توقع۔ قوم کا قدیم علمی سرمایہ بہت کچھ برباد ہو چکا ہے اور جس قدر باقی ہے وہ عنقریب قوم کی بد مذاقی پر قربان ہونے والا ہے، اگر کسی قومی قوت کے مضبوط ہاتھوں نے ان کو اپنی حفاظت کا سہارا نہیں دیا۔ ندوۃ العلماء اپنے دل و دماغ میں جن مقاصد کو مدت سے چھپائے ہوئے ہے اور جو بد قسمتی سے اس وقت تک علمی پیرایہ سے محروم رہے، ان میں ایک اہم مقصد قدیم علمی سرمایہ کی حفاظت بھی ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج ہر طرف عربی اور فارسی لٹریچر کی کساد بازاری نظر آتی ہے اور قدیم لٹریچر مذاق مغربی تہذیب میں جذب ہو رہا ہے، مگر پھر بھی ہندوستان میں ایک چھوٹی سی جماعت موجود ہے، جو قدیم سوسائٹی کے اثرات کا نتیجہ ہے اور اس لیے قدیم علمی مذاق سے نا آشنا نہیں ہے۔ اگر ندوۃ العلماء کا یہ اہم مقصد علمی دائرے میں قدم رکھے تو یقیناً یہ جماعت خیر مقدم کے لیے تیار ہو جائے گی۔

ندوۃ العلماء ابھی خود ابتدائی حالت میں ہے۔ موجودہ حالت کو ایک خواب سمجھنا چاہیے جس کی تعبیر گو خوش آئند ہے، مگر قوم کی توجہ کی محتاج اور قوم کی امداد پر مشروط ہے، اس لیے درحقیقت ندوۃ العلماء اپنے تمام مقاصد کو ذہنی دنیا میں محدود رکھنے پر ایک حد تک معذور بھی ہے، مگر پھر بھی اس کی اصلی کوشش یہ ہے کہ حتی الامکان اپنے تمام ارادوں کا ایک مجمل نمونہ قوم کے سامنے پیش کر دے اور زبان حال سے بتلا دے کہ میری طاقت میں یہاں تک عملی کام کی کوشش ممکن تھی۔ مقاصد کی عمدگی دکھلا دی۔ ان کا عملی نمونہ بھی پیش کر دیا۔ نمونہ کی خوبیاں بھی ظاہر ہیں۔ اب قوم کا فرض ہے کہ یا تو کام کی عمدگی کا عملی اقرار کرے، یا قوم کی علمی ترقی کا دلفریب خواب ہمیشہ کے لیے دل سے بھلا دے۔

بنارس کا آئندہ اجلاس درحقیقت اسی خیال کا نتیجہ ہے۔ ندوۃ العلماء اس جلسہ میں اپنے اور مقاصد کے ساتھ اس اہم مقصد کے متعلق بھی ایک عملی نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے، جس کا منہوم یہ ہے کہ قوم کے قدیم علمی سرمایہ کی حفاظت کی جائے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اجلاس کے ساتھ ایک علمی نمائش کا انتظام کیا گیا ہے، جو اپنی نوعیت اور طریق نمائش کے لحاظ سے ہندوستان میں بالکل ایک نئی قسم کی نمائش ہے۔ اس

نمائش کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قوم کو ہندوستانی تجارت کا ایک منظر دکھلا دیا جائے، یا ہندوستانی صنعت و حرفت کا ایک مینا بازار لگا دیا جائے۔ یہ کام ضروری ہیں اور اس کو قوم کے اور دانش مند افراد انجام دے رہے ہیں۔ ندوۃ العلماء کا کام قوم کی علمی اور مذہبی سرمایہ کی حفاظت، اشاعت اور ترقی ہے، اس لیے وہ ایک محض علمی نمائش کا انتظام کرنا چاہتا ہے۔ سالانہ اجلاس کی کشش دور دراز مقامات سے جن لوگوں کو کشاں کشاں کھینچ بلائے گی، ان کی ضیافت کے لیے ندوۃ العلماء نے ایک علمی دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ خشک مگر نتیجہ خیز دعوت قوم کے علم دوست افراد کو محفوظ اور مسرور کرے گی۔

## نمائش کے مقاصد

اس نمائش کے اصلی مقاصد یہ ہیں:

۱- عربی اور فارسی کی جو نادر الوجود قلمی کتابیں خاص خاص خاندانوں، کتب فروشوں، پرائیوٹ کتب خانوں میں محفوظ ہیں اور جن میں قوم کے قدیم علمی کارنامے مدفون ہیں، ان کا اجتماعی منظر قوم کے پیش نظر کر دیا جائے۔

۲- قدیم شاہی فرامین جو مسلمانوں کی قدیم تہذیب اور انشا پردازی کی یادگار ہیں اور نہایت بے دردی سے شخصی حفاظت میں برباد ہو رہے ہیں، ان کو ایک خاص ترتیب سے جمع کیا جائے اور ان سے کارآمد نتائج پیدا کیے جائیں۔

۳- اہم ترین مقصد یہ ہے کہ عربی اور فارسی لٹریچر کی خاص خاص شاخوں کی تاریخ مرتب کی جائے اور اس مقصد کے لحاظ سے ان شاخوں کی تمام موجود کتابیں جمع کی جائیں اور ان کو اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے رکھا جائے کہ بہ یک نظر عہد بہ عہد کی تبدیلیاں اور ترقیاں معلوم ہو جائیں اور بغیر کسی غیر معمولی کوشش کے معلوم ہو جائے کہ ابتدا میں اس فن کی کیا حالت تھی، پھر اس کے بعد کس قسم کی تبدیلی ہوئی۔ کیا کیا اضافے ہوئے اور موجودہ حالت میں اور اصلی حالت میں کیا فرق ہے؟ (اس مقصد کی تفصیل آگے آئے گی)۔

## عملی کام

آئندہ اجلاس میں ان مقاصد کے لحاظ سے اشیاء ذیل کی نمائش کا انتظام کیا گیا ہے۔  
۱- عربی اور فارسی کی وہ قلمی کتابیں جمع کی جائیں گی، جن میں ذیل کی خصوصیات میں سے کوئی خصوصیت موجود ہو۔

(الف) عنوان یا مضمون کے لحاظ سے جو کتابیں قابل قدر ہیں اور اس وقت تک حلیہ طبع سے محروم رہیں۔

(ب) قدامت کے لحاظ سے جو کتابیں تاریخی اہمیت رکھتی ہیں، جن کو تصنیف کیے ہوئے یا لکھے ہوئے ایک بڑا زمانہ گزر گیا ہے اور اس بنا پر کسی گذشتہ زمانے کی طرز تحریر، یا طریق کتابت کا نمونہ ہیں۔

(ج) خود مصنف یا مصنف کے شاگرد یا مصنف سے قریب تر زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں اور اس بنا پر صحت اور استناد کے لحاظ سے قابل نمائش ہیں۔

(د) حسن خط کے لحاظ سے جو کتابیں قدیم مصوری اور زرنگار کاری کا نمونہ ہیں یا خط کی عمدگی اور حسن کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔

(ه) کسی خاص مشہور خوش نویس اور استاد کتابت کے قلم سے نکلی ہوئی کتابیں یا مصاحف بے بہا جیسے یا قوت مستعصم کا لکھا ہوا قرآن شریف۔

۲- شاہان تیموریہ کے وہ فرامین جمع کیے جائیں، جو روز بروز صفحہ روزگار سے مٹ رہے ہیں اور جن کے دیکھنے سے قدیم شاہی کارناموں کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

۳- استادان فن کتابت اور خوش نویسان قدیم کے لکھے ہوئے یادگار قطعے، طغرے اور وصلیاں جمع کی جائیں گی، جو قدیم فن خطاطی کا بہترین نمونہ ہونے کے ساتھ فن خطاطی پر نتیجہ خیز روشنی ڈالتی ہیں۔

۴- مٹلا اور مذہب مرتفعہ فراہم کیے جائیں گے جو قدیم فن مصوری کی زندہ یادگار ہیں۔  
فن بلاغت اور فارسی شاعری کی تاریخ اور مسلمانوں کے قدیم علمی ترقیات کی نمائش۔

یہ تمام سامان مقصد نمبر ۱ اور ۲ سے تعلق رکھتا ہے مگر اس علمی نمائش کا اہم اور قابل دید حصہ وہ ہوگا جو مقصد نمبر ۳ کا عملی مگر ابتدائی نمونہ ہوگا۔ درحقیقت نمائش کا یہ حصہ مسلمانوں کی علمی ترقیات کا ایک ایسا صاف، ظاہر اور روشن نمونہ پیش کر دے گا، جس کی اہمیت اور نوعیت کو دیکھتے ہوئے اس حصہ کو علمی نمائش سے موسوم کرنا بالکل صحیح اور بیان واقعہ ہے۔ مقصد نمبر ۳ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے گذشتہ علمی کارنامے اور ترقیوں کے بغیر کسی تفصیل، استدلال، استخراج نتائج اور تحریر کے محض کتابوں کی منتظم اور مرتب صورت سے ایک مکمل تاریخ پیش کر دے، آئندہ نمائش میں صرف فن بلاغت اور فارسی شاعری کو اس غرض سے انتخاب کیا ہے، جن کے متعلق اس قدر ذخیرہ موجود ہے کہ ایک مکمل تاریخ پیش کر دی جائے۔

## فارسی شاعری کی تاریخ اور اس کی نمائش

چنانچہ فارسی شاعری کی ابتدا سے لے کر موجودہ دور تک کی مکمل تاریخ محض کتابوں کی ترتیب سے دکھائی جائے گی۔ فارسی شاعری نے سات سو برس میں سینکڑوں رنگ بدلے ہیں اور ہر زمانے میں ایک خاص لباس میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ ابتدائے عہد کے جو نمونے موجود ہیں، اگر ان کو موجودہ زمانہ کی شاعری سے ملایا جائے تو عظیم الشان اختلاف محسوس ہوتا ہے۔ لیکن تمام آنکھیں اس اختلاف کو محسوس نہیں کر سکتیں۔ فکر صائب اور مذاق صحیح کی ضرورت ہے، مگر آئندہ نمائش ہر عہد کی شاعری کے نمونے ایک خاص ترتیب سے رکھ کر دیکھنے والوں کو بتلا دے گی کہ فارسی شاعری کی ابتدا میں کیا حالت تھی؟ پھر کس صورت میں جلوہ گر ہوئی؟ کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں؟ کیا کیا اضافے ہوئے؟ اور اب کس لباس میں جلوہ افروز ہے؟ نمائش کے اس حصے کے متعلق ایک مبسوط لکچر اس تاریخ کی تمام باریکیاں آئینہ کر دے گا اور شرکائے جلسہ جب اپنے اپنے مقاموں پر واپس جائیں گے تو ان کا پیمانہ دماغ فارسی شاعری کی محققانہ تاریخ اور فلسفہ شاعری کے دقیق رموز سے لبریز ہوگا۔

اسی طرح فن بلاغت کی وہ تمام کتابیں تاریخی ترتیب سے رکھی جائیں گی، جن سے اس فن کا کوئی نیا دور شروع ہوتا ہے۔

آخر میں ہم ان حضرات کو اس نمائش پر توجہ دلاتے ہیں، جن کے پاس قلمی کتابوں، قطعوں، وصلیوں اور فرامین کا ذخیرہ موجود ہے اور وہ علم دوست اور فیاض طبع اشخاص کے ہاتھوں ان کو فروخت کرنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی قیمتی اشیاء کی فروخت کا اس نمائش سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا، جب کہ ہندوستان کے دور دراز مقامات کے علم دوست اور رؤسا شرکت جلسہ کی غرض سے اس موقع پر جمع ہوں گے۔ وہ تمام چیزیں جو نمائش میں پیش کرنے کی غرض سے دفتر ندوۃ العلماء میں پہنچیں گی، ان کی حفاظت اور احتیاط کا ندوہ ذمہ دار ہے۔ علمی نمائش کا اگرچہ معقول ذخیرہ موجود ہے، مگر ہم چاہتے ہیں کہ حتی الامکان نمائش کے دائرے کو اور زیادہ وسیع کیا جائے، اس لیے جن حضرات کے پرائیویٹ کتب خانوں میں اس قسم کی قابل نمائش کتابیں یا فرامین وغیرہ موجود ہیں ارکان ندوہ ممنون ہوں گے، اگر وہ چند دنوں کے لیے عاریۂ عنایت فرمائیں، جو نمائش کے بعد بہ حفاظت ان کی خدمت میں واپس کر دی جائیں گی۔ حفاظت اور احتیاط ہمارا فرض ہے اور خدا نہ کرے کہ ہم اپنے فرض کو بھول جائیں۔

(نمائش کے متعلق جملہ خط و کتابت اس پتہ پر کی جائے)

شبلی نعمانی

دارالعلوم ندوہ لکھنؤ

الندوہ نمبر ۱ جلد ۳

(ماہ محرم ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۰۶ء)

☆☆☆

## شذرات

اپریل ۱۹۰۶ء

ندوة العلماء کا گیارہواں سالانہ اجلاس

مقام بنارس، مورخہ ۱۴ اپریل تا ۱۶ اپریل ۱۹۰۶ء

ندوة العلماء کا اجلاس اس سال جس انداز سے ہوا، وہ ندوہ کے دور جدید کا دیباچہ زریں تھا۔ یہ آسان اور بالکل آسان تھا کہ دور دور سے مقررین، واعظ اور شعرا بلائے جاتے اور ان کی پر جوش تقریریں اور نظمیں، تھوڑی دیر کے لئے محفل میں آہ آہ اور واہ واہ کا ہنگامہ برپا کر دیتیں۔ یہ بھی آسان اور نہایت آسان تھا کہ بہت سے مہتمم بالشان اور خیالی رزولیشن اور تجویزیں پیش کی جاتیں اور حاضرین کو پارلیمنٹ کا مزہ آجاتا۔ اس میں بھی چنداں دشواری نہ تھی کہ ظاہری شان و شوکت اور دھوم دھام سے لوگوں کو یہ یقین دلایا جاتا کہ ایک شاہنشاہ ذوی الاقدار کا کوکہ شاہی بھی اسی تزک و احتشام سے نمایاں ہو سکتا ہے۔

لیکن ان باتوں میں سے ایک بات بھی نہ ہوئی، نہ پرزور لکچر اور تقریریں ہوئیں، نہ رزولیشن پیش ہوئے، نہ شور و غل ہوا، سیدھے سادے چند اجلاس ہوئے اور سالانہ جلسہ کا افسانہ ختم ہو گیا۔ اس لحاظ سے یہ جلسہ تمام جلسوں کی بہ نسبت نہایت کم وقعت، پھیکا اور افسردہ رہا، لیکن جو کچھ ہوا وہ ندوہ کی اصلی کامیابی کی صحیح پیشین گوئی تھی۔

پہلے اجلاس میں علمی نمائش ہوئی جس کی مفصل کیفیت آگے درج ہے۔ ہندوستان کی علمی تاریخ کا یہ ایک نیا عنوان تھا اور اس سے اس بات کی بنیاد قائم ہوگئی کہ رفتہ رفتہ ہمارے بہت سے نادار اور نایاب علمی خزانے منظر عام پر آجائیں اور بہت سے مخفی اسرار کے چہرہ سے پردہ اٹھ جائے۔ دوسرے اجلاس میں ندوہ کے دارالعلوم کے طلبا نے جو دور جدید کے تربیت یافتہ ہیں مذہبی مسائل پر تقریریں کیں اور لوگوں نے دیکھا کہ جدید چند روزہ تعلیم و تربیت کس قسم کے وسیع المعلومات اور وسیع انخیال طلبا پیدا کر سکتی ہے۔ ملک میں سیکڑوں عربی مدارس قائم ہیں، جن کی عمریں تیس تیس برس کی ہیں، لیکن اس مدت میں ایک نمونہ بھی اس قسم کا پیش نہیں کر سکتے، جس سے قومی ضرورتوں کے پوری ہونے کا اندازہ کیا جاسکتا۔

تیسرا اجلاس ندوہ کی اصلی بنیاد کا سنگ اولین تھا۔ ندوہ آج تک اسی طریقہ پر چلا گیا جو عام عربی مدارس کا اصول ہے، یعنی ماہواری یا سالانہ چندے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ طریقہ نقش بر آب تھا اس لئے یہ پہلے طے ہو چکا تھا کہ اب کے اجلاس میں مستقل سرمایہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی جائے گی۔ حسن اتفاق یہ کہ فیض آباد کے ایک نیک دل اور فیاض رئیس کو اس مضمون میں توارد ہوا اور انھوں نے جلسہ میں یہ رزلوشن پیش کیا، اس کے ساتھ ایک ہزار کی رقم بھی اپنی طرف سے پیش کی۔ سکریٹری دارالعلوم نے اس تجویز کی تائید میں ایک گھنٹہ تک تقریر کی اور ثابت کیا کہ قوم کی مذہبی حالت ایک ایسے دارالعلوم کے بغیر ہرگز نہیں سنبھل سکتی اور دارالعلوم بغیر سرمایہ مستقل کسی طرح قائم نہیں ہو سکتا۔ موجودہ دارالعلوم اگر موجودہ حالت پر قائم بھی رہے تو وہ اصلی درد کی دو انہیں ہو سکتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس میں اس قسم کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا سامان مہیا کیا جائے جو کامل الفن اشخاص کے طیار کرنے کے لئے ضروری ہے۔

سکریٹری دارالعلوم نے تقریر کے خاتمہ میں اپنی طرف سے بھی ہزار روپیہ کی رقم پیش کی ان کے بعد شاہ سلیمان صاحب اور شاہ ابوالخیر صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایک سال کے اندر ہزار ہزار روپیہ اپنے مریدین سے جمع کر کے آئندہ اجلاس میں پیش کریں گے۔ اس کے بعد محرک اول نے اپنی ایک ہزار کی رقم کو بڑھا کر پانچ ہزار کر دیا۔ اس کے بعد عام چندہ شروع ہوا۔ چنانچہ ان سب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

## فہرست چندہ سرمایہ مستقل دارالعلوم

در جلسہ عام بنارس مورخہ ۱۶/۱۱/۱۹۰۶ء

(۱)	جناب منشی سرفراز علی صاحب رئیس۔ فیض آباد	۵۰۰۰	روپے
(۲)	شمس العلماء مولانا شبلی صاحب نعمانی، معتمد دارالعلوم، لکھنؤ	۱۰۰۰	روپے
(۳)	جناب مولانا شاہ ابوالخیر صاحب فصحی غازی پور	۱۰۰۰	روپے
(۴)	جناب مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب، پھلواری، ضلع پٹنہ	۱۰۰۰	روپے
(۵)	شیخ محمود صاحب تاجر چرم، محلہ جوان شہید، غازی پور	۱۰۰	روپے
(۶)	حاجی محمد یعقوب صاحب رئیس دناولی علی گڑھ	۱۰۰	روپے
(۷)	مولوی محمد خلیل صاحب وکیل، بنارس	۵۰	روپے
(۸)	مولوی محمد شریف صاحب وکیل، غازی پور	۵۰	روپے
(۹)	مولوی شاہ عبدالوحید صاحب قادری فریدی، غازی پور	۴۰	روپے
(۱۰)	بابو عبدالحکیم خاں صاحب، بالا پور ضلع سلطان پور	۲۵	روپے
(۱۱)	مولوی سید ابوظفر صاحب دہلوی	۱۰۰۰	روپے
(۱۲)	مترجم ہائی کورٹ کلکتہ مولوی عبدالحی صاحب وکیل چندوسی ضلع مراد آباد		روپے
(۱۳)	سید خلیل الدین صاحب رئیس	۵۰۰	روپے
(۱۴)	وآنریری مجسٹریٹ، رائے بریلی	۵۰۰	روپے
(۱۵)	شاہ محمد مبین صاحب بنارس	۵۰	روپے
(۱۶)	حافظ محمد ناصر صاحب، موضع نیپال منوبارہ بنکی	۵	روپے
(۱۷)	منشی محمد خلیل صاحب اہمد کلکٹری مین پوری	۵	روپے
(۱۸)	منشی عبدالحکیم صاحب	۲	روپے



- (۱۹) مولانا حفیظ اللہ صاحب، اعظم گڑھ ۲ روپے
- (۲۰) سید ابوسعید صاحب، اعظم گڑھ ۲ روپے
- (۲۰) اہل مدسب جی، پرتاب گڑھ ۱ روپے
- (۲۱) سید عبدالعلی صاحب تکیہ شاہ علم اللہ صاحب بریلی ۱ روپے
- (۲۲) مولوی محمد اسحاق صاحب وکیل ہائی کورٹ، الہ آباد ۵۰۰ روپے
- (۲۳) مولوی محمد سعید صاحب سب رجسٹرار، بلیا ۵۰۰ روپے
- (۲۴) مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری مدرس، گیا ۵۰۰ روپے
- (۲۵) حاجی حافظ قادر بخش صاحب عرف بخشی جی، گیسر بنارس ۵۰۰ روپے
- (۲۶) مولوی انوار احمد صاحب منجانب انجمن اسلامیہ، ہردوئی ۲۰۰ روپے
- (۲۷) حافظ عبدالغفور و حافظ عبداللہ صاحبان تاجران علی گڑھ ۲۰۰ روپے
- (۲۸) بابو عبدالعزیز صاحب زمیندار ہاری منو پوسٹ جگدیش پور ۱۰۰ روپے
- (۲۹) جناب ابوالفرح صاحب ..... روپے
- (۳۰) حاجی عبدالکریم صاحب انصاری نظام آباد، اعظم گڑھ ۲۵ روپے
- (۳۱) مولوی محمد جنید صاحب وکیل برادر مولوی شبلی نعمانی، اعظم گڑھ ۲۵ روپے
- (۳۲) قاضی حسین علی خاں صاحب وکیل، اعظم گڑھ ۱۰ روپے
- (۳۳) مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب، پھلواڑی ضلع پٹنہ ۱۵ روپے
- (۳۴) سید محمد تقی صاحب، مسولی ضلع مرزا پور ۱۰ روپے
- (۳۵) شیخ محمد ابراہیم صاحب، ریحان ضلع بنارس ۱۰ روپے
- (۳۶) شیخ نبی بخش صاحب مختار بڈر یعہ شاہ عبدالوحید غازی پوری ۱۰ روپے
- (۳۷) مولوی محمد عمر صاحب، اعظم گڑھ ۱۰ روپے
- (۳۸) مولوی محمد سعید صاحب وکیل منصفی سید پور ضلع غازی پور ۱۰ روپے
- ۱۳۲۲ روپے

**میزان کل**

## شذرات

(مئی ۱۹۰۶ء)

آج ہم تنازع کے مسئلہ کے متعلق ایک مضمون درج کرتے ہیں، جس سے ہمارے ایک خیال کی تائید ہوگی، اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ قوم کو ایسے افراد کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت ہمیشہ رہے گی، جو اسلامی عقائد و مسائل، اور اسلامی علوم و فنون سے، محققانہ واقفیت رکھتا ہو اور زمانہ حال کے مذاق کے موافق اس سے کام لے سکتا ہو، لیکن بحث یہ ہے کہ یہ گروہ کس درس گاہ سے طیار ہو سکتا ہے؟ کیا انگریزی کالجوں سے جو جا بجا مسلمانوں نے قائم کئے ہیں؟ کیا عربی مدارس سے جو ہندوستان میں سیکڑوں ہزاروں موجود ہیں؟ تیس برس کا تجربہ بتانا ہے کہ سوال کا جواب نفی میں دینا ہوگا۔

انگریزی مدارس تو خیر اس جنس کی دساور ہی نہیں، عربی مدارس سے یہ توقع کی جاسکتی تھی، لیکن دیوبند و سہارنپور وغیرہ کی یونیورسٹیوں نے چالیس برس میں ایک بھی صاحب قلم نہیں پیدا کیا۔ ہمارا ہمیشہ سے خیال تھا اور آج بھی ہے کہ اس قسم کے افراد صرف اس قسم کی تعلیم سے پیدا ہو سکتے ہیں جو ندوہ کا مطمح نظر ہے۔ ندوہ کے مدرسہ کو قائم ہوئے صرف آٹھ نو سال ہوئے ہیں، ابھی تک اس میں صرف اوسط جماعت کے مدارج ہیں۔ اعلیٰ صفوں کی تعلیم کا انتظام نہیں۔ تاہم یہاں کے تعلیم پانے والوں میں جس قسم کی قابلیت کے آثار نظر آتے ہیں، اس کا اندازہ بعض ان مضامین سے ہوا ہوگا جو فن حدیث اور امام بخاری کے حالات پر الندوہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ مضمون بھی ہے جو آج کے پرچہ میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون ایک طالب علم عبدالسلام نام کا ہے، جو درجہ ہشتم میں تعلیم پاتا ہے۔ اب تک جن طلباء نے مضامین لکھے ان کو تصنیف و تالیف کی کوئی خاص تعلیم نہیں دی گئی تھی، لیکن بہت جلد ایک خاص صیغہ اس غرض سے ندوہ میں قائم کیا

جائے گا اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہوگا، اس صیغہ میں میں مددوں گا۔  
 میں دوبارہ کہتا ہوں کہ قوم کو نہ صرف اعلیٰ درجہ کے عہدہ داروں کی، بلکہ اعلیٰ مصنفین اور  
 صاحب قلم کی بھی ضرورت ہے۔ انگریزی کالج، سیکڑوں برس میں شاید سید محمود اور مسٹر امیر علی پیدا  
 کر لیں، لیکن وہ قیامت تک نذیر احمد، آزاد اور حالی نہیں پیدا کر سکتے۔  
 جو ہر طینت آدم زخمیرد گرسست  
 تو توقع زگل کوزہ گراں می داری

ہم نہایت خوشی کے ساتھ اس بات کو غماہ کرتے ہیں کہ ندوہ کے کتب خانہ کی توسیع کے  
 متعلق قوم کی توجہ مائل ہوتی جاتی ہے۔ حال میں جناب وزیر صاحب ریاست جو ناگڈھ نے دوسو  
 روپے اس مد میں عنایت فرمائے ہیں اور مولوی احسن اللہ صاحب ثاقب جن کا نام لوگ قند پارسی  
 کے ذریعہ سے اچھی طرح جانتے ہیں، دو صندوق کتابوں کے عطا فرمائے ہیں، جن کی فہرست طیار  
 ہو رہی ہے اور بعد طیاری شائع کی جائے گی۔ اکثر حضرات کے پاس چھوٹے چھوٹے کتب خانے  
 ہیں جو بے پروائی سے ضائع ہو رہے ہیں، اگر وہ ندوہ کے کتب خانہ کو عنایت کریں تو ان کی  
 حفاظت اور درستی کے ساتھ خیر جاری کا ثواب ان کو حاصل ہو۔

ندوہ کے سالانہ اجلاس میں جو علمی نمائش قائم ہوئی تھی، اس میں سے آج ہم دو تحریروں کی  
 نقل شائع کرتے ہیں، یہ عالمگیر کے زمانہ میں اُمر اور قضا کے احکام ہیں۔ بنارس میں جنگم ایک  
 مشہور گشائیں کا خاندان ہے۔ عالم گیر کے زمانہ میں بعض مسلمانوں نے اس کے مکانات پر قبضہ  
 کر لیا تھا۔ اس نے استغاثہ کیا۔ اس کے متعلق یہ احکام ہیں۔ ان سے اس زمانہ کی طرز تحریر کے  
 علاوہ یہ بھی اندازہ ہو سکے گا کہ عالم گیر کے زمانہ میں جو مذہبی تعصب کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں  
 کے ساتھ کیا طرز عمل تھا۔

## شذرات

اگست ۱۹۰۶ء

### مبلغ پانچ سو روپے کا عطیہ

جہاں ہم کو اس بات کا رنج تھا کہ بنارس کے جلسہ سالانہ میں بعض لوگوں نے محض فریب اور جھوٹ چندہ کی رقمیں لکھوائی تھیں اور دینے کی مطلق نیت نہ تھی، اس کے مقابل میں اس بات سے بے انتہا تسلی بھی ہوتی ہے کہ قوم میں ایسے افراد بھی ہیں جو بغیر کسی وعدہ اور اقرار کے قومی اور مذہبی کاموں میں امداد فرماتے ہیں۔ حال میں جناب شیخ جان محمد صاحب رئیس اعظم و میونسپل کمشنر ہوشیار پور پنجاب نے اپنے والد مرحوم شیخ مہر علی صاحب کی یادگار میں پانچ سو روپے کے نوٹ ہمارے پاس بھیج دئے ہیں۔ یہ روپے ندوہ کی سرمایہ مستقل کی مد میں جمع ہوں گے اور شیخ صاحب مرحوم کے نام کا کتبہ ندوہ کی مجوزہ عمارت میں مناسب موقع پر نصب کیا جائے گا۔ ہم مجلس ندوہ کی طرف سے جناب شیخ جان محمد صاحب اور ان کے معزز برادران شیخ فضل محمد صاحب، شیخ سلطان محمد صاحب اور شیخ عبدالحمید صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا اور روسا کو بھی توفیق دے کہ اس قسم کی مذہبی فیاضیاں دکھلائیں۔

شبلی نعمانی

معمد دارالعلوم ندوہ العلماء لکھنؤ

## شذرات

اگست ۱۹۰۶ء

## ایڈیٹوریل نوٹس

### ندوہ کا اثر

بعض احباب ندوۃ العلماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے اپنی گیارہ برس کی طویل زندگی میں کوئی مفید نتیجہ نہیں پیدا کیا، ہم اس کے جواب میں بجائے اس کے کہ پریشان الفاظ اور دلائل و جملوں میں اس کی تھوڑی سی ترقی کو بڑی کر کے دکھائیں یا اس کے گزشتہ پر آشوب زمانہ کی داستان دہرا کر معذرت چاہیں، ہم اس کے اس کارنامے کا ذکر کرتے ہیں جس میں پوری کامیابی حاصل ہونا مسلمانوں کی علمی و مذہبی ترقی کا پہلا زینہ ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ ملک میں ندوۃ العلماء کا اثر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اور زبانِ قال سے نہ سہی مگر زبانِ حال سے ضرور اس کے مقاصد کی ضرورت کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ علماء گو بہ آواز بلند نہیں مگر دبی زبان سے اس کے مفید اغراض کی ضرورتائید کرتے ہیں۔

لکھنؤ کے ایک جدید عربی مدرسہ میں نصاب اور طرزِ تعلیم میں جن جدتوں کا اظہار کیا گیا ہے اور علمائے دیوبند کے قدیم خیالات میں جس قسم کا انقلاب پیدا ہوا ہے درحقیقت ندوۃ العلماء کی آئندہ کامیابیوں کا زریں دیا چہ ہے۔

پچھلے دنوں جو مدراس کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں علمائے مدراس نے عربی مدرسہ میں انگریزی زبان کی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا اور یوں ندوۃ العلماء کے اس مفید تجویز کی تائید کی گئی جس کو وہ دس برس سے علما کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

جس طرح کہ امام غزالی نے فلسفہ یونان اور علوم عرب کو باہم ملایا اور اب وہ آپس میں اس قدر مل گئے ہیں کہ اگر آج ہم ان کو الگ بھی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، اسی طرح یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ ندوۃ العلماء کو علوم قدیمہ اور جدیدہ کے باہم تعارف کرانے کا شرف حاصل ہے۔

ممکن ہے کہ بعض کو تاہ نظر اس کو ندوۃ العلماء کی حقیقی کامیابی نہ سمجھیں مگر وہ لوگ جن کو تغیر نظام تعلیم عربی اور علوم جدیدہ کے متعلق علما کے قدیم خیالات کے سننے کا موقع ملا ہے وہ غالباً ہماری تائید کریں گے اور وہ سمجھ سکتے ہیں کہ علما کے کانوں میں یہ کس قدر نامانوس صدا تھی؟

### دارالعلوم میں ایک انگریز

ہمارے مخالفین نے بارہا کہا ہے کہ اسلام نے تلوار کے ہاتھوں سے فروغ پایا ہے، حیرت سے ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر آج اسلام کے محاسن نہیں تو اور کون سا زبردست ہاتھ ہے جو سنجیدہ لوگوں کو اس کی طرف کھینچ رہا ہے؟

حال میں ایک لائق یورپین جو انگلستان کی معروف کاؤنٹی یارک شائر کا رہنے والا ہے اور جو افریقہ میں ایک عمدہ معزز عہدہ پر ممتاز تھا، مسلمان ہو گیا ہے۔ اسلامی نام شیخ محمد بن کر بٹری رکھا گیا ہے۔ شیخ صاحب موصوف نے اپنی تعلیمی زندگی کا زیادہ حصہ اپنے وطن کے ہائی اسکول میں بسر کیا ہے اور کچھ دنوں کالج کی بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ یہاں سے نکل کر ٹیکنیکل کالج میں داخل ہوئے تعلیم سے فارغ ہو کر سیاحت اختیار کی۔ اثنائے سیاحت میں اسلام کی توحید اور اس کی خدا پرستی کا جلوہ اکثر ان کی نظروں سے گذرا، جس نے ان کتابوں کے مطالعہ کی طرف ان کو مائل کیا جو انگریزی میں اسلام کے بارہ میں لکھی گئی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مسلمان ہو گئے۔

افریقہ سے یہ اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے۔ بمبئی پہنچ کر

ہندوستان کے تمام اسلامی مدارس اور کالجوں پر انتخاب کی نگاہیں ڈالی گئیں، مگر قرعہ فال دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نام نکلا۔

شیخ صاحب دارالعلوم میں آگئے ہیں، اور یہاں یہ عربی تعلیم حاصل کریں گے۔ ان کی ضروریات کی کفالت ندوہ کے ذمہ ہے۔ تعلیم سے ان کی غرض اشاعت اسلام ہے۔ خدا ان کے ارادوں میں ہمت دے۔

---

ہندوستان کو چھوڑ کر غیر ممالک میں ندوۃ العلماء نے اپنی ضروری التسلیم مقاصد کی بدولت جو شہرت عام حاصل کی ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ حال میں مصر کے ایک معزز عربی اخبار اللواء نے ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس اور اس کی نمائش کا جن ہمت افزا الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانان مصر بھی ندوۃ العلماء کے ساتھ ایک قسم کی دلچسپی رکھتے ہیں اور وہ اس کے کارناموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

---

## شذرات

(ستمبر ۱۹۰۶ء)

### ندوة العلماء کیا کر رہا ہے

ندوة العلماء کا غلغلہ جس زور شور سے اٹھا اور پھر جس افسردگی سے پست ہو گیا، دونوں باتیں بظاہر تعجب انگیز تھیں۔ لیکن حقیقت میں ایک بھی تعجب خیز نہیں۔ ابتدائی زور شور کے ضروری اسباب تھے۔ قوم ایک مدت سے دیکھ رہی تھی کہ قومی خیالات و حالات میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے، لیکن جن لوگوں نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا، چوں کہ وہ رہنمایان مذہبی کے دائرہ سے نہ تھے، اس لیے ان کے اثر کا دائرہ بھی محدود رہا۔ چنانچہ تمام ہائے پکار، شور غل کے بعد بھی قوم کے جو افراد تعلیم جدید کی طرف متوجہ ہوئے وہ صرف نوکری پیشہ لوگ تھے، جن کی معاش کا تعلیم انگریزی کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ان کا اس طرف متوجہ ہونا روشن خیالی یا مذاق علمی کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس لیے تھا کہ وہ یہ نہ کرتے تو کیا کرتے؟

اس حالت میں پھر علما کے حلقہ سے جب اصلاح کی آواز بلند ہوئی تو دفعۃً تمام ملک سے جو پہلے سے ہمہ تن انتظار تھا، لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں۔ علما کا حلقہ اگرچہ ابتدا میں مختصر تھا، لیکن تمام ملک نے جس خلوص اور جوش سے ان کی صدا پر خیر مقدم کہا، اسی نے اس دائرہ کو بہت وسیع کر دیا۔ سینکڑوں مولوی اور عالم جو ندوہ کی حقیقت کو ذرہ برابر بھی نہ سمجھتے تھے، یہ دیکھ کر کہ مسجد نشینوں کی ریاست قائم ہوئی جاتی ہے، ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور دو ہی تین سال کے اندر اندر اس سرے سے اس سرے تک ہر طرف ندوہ ہی ندوہ کی صدا بلند تھی۔ ندوہ کے سالانہ جلسوں میں مولویوں کی جس قدر تعداد جمع ہوئی، حکومت اسلام کے زمانہ میں بھی اسی مجمع میں دستار فضیلت کے اس قدر شعلے یکجا نظر نہ آئے ہوں گے۔



ایشیائی قوموں کا جوش اور افسردگی دونوں فوری اور ناقابل اعتبار ہوتی ہیں۔ جن لوگوں نے ندوہ سے بڑی بڑی امیدوں کی لو لگائی تھی، دو چار برس کے بعد یہ دیکھ کر بیٹھ رہے کہ ندوہ سے نہ کوئی مذہبی سفارت چین و جاپان گئی، نہ قوم میں امام غزالی اور رازی پیدا ہوئے۔ نہ کسی عالم نے یورپ کے علوم و فنون کے طلسم کی پردہ دری کی۔ قوم کے جوش اور اشتیاق میں کمی ہوئی تو مولوی خود بہ خود اس طرح افسردہ ہوتے گئے، جس طرح مرثیہ خواں آہ و بکا کے غل نہ ہونے سے ہمت ہار جاتا ہے۔ وہ گروہ جو تقلید پرستی یا خود غرضی کی وجہ سے پہلے ہی سے مخالف تھا، اس کو اور بھی شامت کا موقع ہاتھ آیا۔ اب اقل قلیل صرف چند اشخاص رہ گئے جو ندوہ کے اصلی عناصر تھے۔

نکتہ سنج پہلے ہی دن سمجھتے تھے کہ ندوہ کے جو کام ہیں، وہ بچھیلی نسل سے جو قدیم زمانہ کی تربیت یافتہ ہے، ہرگز انجام پذیر نہیں ہو سکتے۔ ندوہ کے کیا کیا کام تھے؟

۱- علما میں ایثار نفس کا پیدا کرنا۔

۲- انگریزی داں علما پیدا کرنا۔

۳- مذاق حال کے موافق علما کے گروہ میں مقررین اور ارباب قلم کا پیدا کرنا۔

۴- ایسے علما کا پیدا کرنا جو غیر ممالک میں اسلام کی اشاعت کر سکیں۔

اب غور کرو کہ ہندوستان کی تمام درس گاہوں میں تربیت کا جو طریقہ ہے، یعنی دونوں وقت کسی کے دروازہ پر جا کر فقیروں کی طرح کھانا مانگ لانا یا بڑی معراج ہوئی تو نان بائی کی دوکان پر جا کر کھا آنا۔ اس سے کسی قسم کی ہمت و غیرت یا ایثار نفس پیدا ہو سکتا ہے؟ اس طریقہ کے تربیت یافتہ، صدقہ، نذر اور خیرات کے سوا اور کسی طریقہ پر زندگی بسر کرتے ہیں، کیا ان لوگوں سے کسی قسم کی بلند خیالی کی توقع ہو سکتی ہے۔

تربیت سے قطع نظر کر کے تعلیم کو لو۔ تعلیم میں جب تک یورپ کی کسی زبان کی تعلیم لازمی نہ قرار دی جائے اور زمانہ موجودہ کے علوم و فنون نہ پڑھائے جائیں، اس وقت تک مذاق حال کے موافق، کیوں کر ارباب قلم پیدا ہو سکتے ہیں؟

اس بنا پر ندوہ کے اصلی بانیوں نے ہر طرف سے توجہ ہٹا کر صرف دارالعلوم (یعنی مدرسہ مجوزہ ندوہ) پر اپنی امیدوں کا مدار رکھا۔ دارالعلوم میں سخت دشواریاں تھیں۔ علما نصاب قدیم میں

کسی قسم کی اصلاح منظور نہیں کرتے تھے۔ انگریزی زبان کے جاری کرنے پر بعض معزز اراکان ندوہ نے اس زور کی مخالفت کی کہ کئی برس تک یہ مسئلہ مردہ ہو کر پڑا رہا۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی اور وہ اب بھی بہت کچھ باقی ہے کہ مدرسین جو ندوہ کو مل سکتے تھے، اسی قدیم کے لکیر کے فقیر تھے۔ اس لیے نئے راستہ پر ان سے قدم نہیں رکھا جاتا اور زور لگا کر چلائے جاتے ہیں تو پاؤں الٹی طرف پڑتا ہے۔

غیر ممالک میں اشاعت اسلام کا کام لوگوں نے اس قدر آسان سمجھا تھا کہ بہت سے لوگ صرف اس وجہ سے ندوہ سے الگ ہو گئے کہ اس نے اب تک اس کام کو کیوں انجام نہیں دیا۔ اس الزام سے فائدہ اٹھا کر بعض کم مایہ لوگوں نے خود اس کام کا بیڑا اٹھایا اور تبلیغ اسلام و اشاعت اسلام کے نام سے فنڈ کھولے۔ قومی دنیا بہت وسیع ہے۔ ایسے احق بھی بہت نکل آتے ہیں جو بے سمجھے بوجھے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ غرض چندہ جمع ہونا شروع ہوا اور وہ تیاریاں ہونے لگیں کہ جاپان و امریکا کا مسلمان ہونا صبح شام کی بات رہ گئی۔ سوء اتفاق سے اسی اثنا میں جاپان کی مذہبی کانفرنس کا غل اٹھا اور خود شاہ جاپان کی طرف سے تمام ممالک اسلامیہ میں اس مضمون کے اعلانات شائع ہوئے کہ علمائے اسلام اس کانفرنس میں قدم رنجہ فرمائیں اور اسلام کی حقیقت سمجھائیں۔ اس صدا کے ساتھ تمام ہندوستان میں سناٹا تھا۔ ہندوستان کو تو اپنی طرف سے پہلے بھی مایوسی تھی، لیکن مصر و شام و ایران دور کی ڈھول تھے، اس لیے سب کی نگاہیں اس طرف اٹھیں۔ مصر کے عربی اخبارات میں متعدد علما کے نام چھپے، جو معقول و منقول کے جامع تھے اور جن کی نسبت مشہور کیا گیا کہ وہ جاپان جا چکے یا عنقریب جانے والے ہیں۔ لطف یہ کہ ان علما میں ہندوستان کے بھی متعدد علما کا نام تھا، جن کو اگرچہ ہم نہیں جانتے، لیکن خوشی کی بات ہے کہ مصر و شام و روم جانتا ہے۔ ان میں ایک انگریزی خواں صاحب دہلی کے بھی تھے، جن کو مصری اخبارات فیلسوف اور حکیم بتاتے ہیں۔ ٹرکی اور مصر سے جن لوگوں کا انتخاب ہوا، ہم ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان میں ایک شخص بھی تفسیر و حدیث سے باخبر نہیں، کیوں کہ وہاں بھی یہی مصیبت ہے کہ جدید تعلیم یافتہ علوم دینیہ سے ناواقف ہیں اور قدیم تعلیم یافتہ مذاق حال سے آشنا نہیں۔ تاہم چوں کہ ان کی زبان مادری عربی ہے، اس لیے قرآن اور حدیث کا صحیح تلفظ کر سکتے ہیں اور چوں کہ زمانہ حال کے

خیالات سے واقف ہیں، اس لیے اس خدمت کو علما کی بہ نسبت زیادہ خوبی سے انجام دے سکتے ہیں، افسوس:

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے  
بہر حال مجبوری کے لیے چاہے جو کچھ کیا جائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جاپان کی فتح  
کرنے کے لیے سپہ سالار ایک طرف ہمارے ہاں سپاہی بھی تیار نہیں۔ بھولے بھالے مسلمان جو  
یورپ میں تبلیغ کے نام کا غل مچاتے ہیں، ان کی بعینہ یہ حالت ہے کہ۔  
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

جاپان سے ایک شخص نے جو ایک جاپانی اخبار کا مالک اور بہ قیاس غالب مسلمان ہے،  
اخبار ترجمان کے ایڈیٹر کے نام ایک خط لکھا ہے، جس کا ترجمہ اخبار جیل المین مورخہ ۱۰ اگست  
۱۹۰۶ء میں چھپا ہے، ہم اس کے اقتباسات مع ترجمہ کے نقل کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہوگا کہ  
مسلمانوں کی اس علمی ناداری کا عام ماتم ہے۔

چینیں عالے و فاضلے را کہ بتواں از عہدہ ایسا فاضل جو اس عظیم الشان مہم سے عہدہ  
ایں تکلیف بزرگ و وظیفہ مہمہ برآید، ما از برآ ہو سکے، ہم کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں،  
کجا بدست آریم و پیدا نمائیم، می دانم کہ اگر اگر روس کی تمام اسلامی آبادی اور ویرانہ  
چندیں صد مشعل برداشتہ و تمامی ساکن میں سینکڑوں مشعل لے کر ڈھونڈھا جائے  
مسلمانان روسیہ و کنج خرابات را تجسس تو اس پایہ کا ایک عالم بھی نظر نہ آئے گا اور  
نمائیم چینیں عالے را پیدا نہ کردہ و مایوس ہم کو نا امید ہونا پڑے گا۔  
خواہیم گشت۔

آخر برائے ہمیں روز بود کہ بعضی نویندگان و اسی دن کے لیے بعض عاقبت اندیش  
مردمان دانش مند و با بصیرت و مال اندیش ما مسلمان دافریاد کرتے تھے کہ ہمارے علما کو  
استدعای کردند و دادی زدند کہ علمائے اعلام علوم جدیدہ سے واقف رہنا چاہیے، کاش  
اسلام از علوم جدیدہ و فنون متنوعہ خبردار باشند، ان کی باتوں پر کسی نے کان لگایا ہوتا اور اس  
آہ اگر ایں سخاں را وقع گذاشتہ و گوش می داند کی وقعت کی ہوتی۔

حالاً در عالم اسلام یک ہم چو عالمی پیدای  
 شود کہ دار اے علم و ہنر ہمت و جہد باشد  
 تا بقوۃ نطق و تاثیر تبلیغات خود دولت معظمہ  
 زاپوں را دعوت نماید آیا قدر و قیمت چنین  
 بزرگوار از سلمان و ابوذر و مقداد و سایر  
 مہاجرین و انصار، کمتر می باشد، زاپوں و  
 اسلام می دانید چہ چیز ست قالب بے روح  
 دین مبین اسلام را حیات مجدد و میدان  
 و خانہ ساختہ پیغمبر اکرم را دوبارہ آباد کردن  
 ست۔

کیا تمامی اسلامی دنیا میں ایسا ایک عالم بھی  
 مل سکتا ہے جو علم و ہنر کے ساتھ ہمت اور  
 کوشش بھی رکھتا ہوتا کہ اپنے زور تقریر سے  
 جاپان کی عظیم الشان سلطنت کو اسلام کی  
 دعوت دے سکے، کیا ایسے عالم کی عزت  
 سلمان و ابوذر و مقداد اور دیگر مہاجرین و  
 انصار سے کم ہو سکتی ہے۔ جاپان کا اسلام لانا  
 کیا چیز ہے؟ اسلام کے مردہ قالب میں نئی  
 روح پھونکنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 تعمیر کردہ عمارت کو دوبارہ آباد کرنا ہے۔

زاپونیان را با احادیث و اخبار نمی توان  
 ہدایت کرد زیرا کہ شخص باید اول قبول اسلام  
 نماید و بعد صحت و اعتبار روایات را باور کند و  
 معتقد راویان بشود۔

جاپان کے لوگوں کو احادیث و روایات کے  
 ذریعہ سے ہدایت نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ  
 پہلے آدمی اسلام لائے تب احادیث و  
 روایت کا قائل ہو سکتا ہے۔

زاپونی رانی توان گفت کہ ترکیب و قامت  
 فلاں ملک چنین ست و درازی خرد جال  
 چنان و یا غسل جنابت اس طور است و تیمم  
 اس طور و با اس سخنان دعوت اسلام نمی شود۔

جاپانیوں کو یہ بتانا فضول ہے کہ فلاں فرشتہ کا یہ  
 ڈیل ڈول ہے، دجال کا گدھا اس قدر طویل  
 القامت ہے، غسل جنابت اس طرح کیا جاتا  
 ہے، تیمم کا یہ طریقہ ہے، ان باتوں سے تبلیغ  
 اسلام نہیں ہو سکتی۔

زاپونیان را فقط بہ بیان حکمت و اسرار قرآن  
 مجید دعوت توان نمود، تا بہ ثبوت برسد کہ  
 دین مبین محمدی چگونہ با عقل و حکمت موافق  
 و با علوم و فنون مناسب می باشد، شخصے کی

جاپانی صرف قرآن مجید کے حقائق و اسرار  
 کے بیان کرنے سے اسلام کی طرف بلائے  
 جاسکتے ہیں، جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ  
 مذہب اسلام کس طرح عقل اور حکمت کے

مدعی دعوت و ہدایت شد لازم است کہ کافہ علوم و فنون و حکومت و دانشے را کہ فعلاً در میان زاپونیان متداول ست بطور اکمل و لائق بدانند۔

موافق اور علوم و فنون کے مناسب ہے، جو شخص تبلیغ اسلام کا مدعی ہو، اس کے لیے ضرور ہے کہ ان تمام علوم و فنون سے واقفیت رکھتا ہو جو عملاً جاپان میں جاری و ساری ہیں۔

لیکن ہیہات! در مجلس اعلیٰ حضرت میکاڈو لیکن افسوس! میکاڈو کی مجلس میں مسلمانوں کے علاوہ اور مذہبوں کے واعظ بھی ہوں گے، جنہوں نے بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں علمی ڈگریاں حاصل کی ہیں اور جو دوسری قوموں کے مذہب اور علوم و فنون جدیدہ میں کمال رکھتے ہیں۔

غیر از ہادیان اسلام داعیان مسیحی و یہودی وغیرہ نیز خواهند بود اتمام ایں دعوات از مکاتب عالیہ دارالفنون ہائے بزرگ فراغت جستہ اند کہ غیر از دین و آئین ملی خود در ادیان اجنبیہ و علوم و فنون جدیدہ و حکمت طبعیہ کاملاً مہارت دارند۔

روحانیان مسیحی در بارہ دیانت اسلام و طریقت بودا ہزاراں تفتیشات عمیقہ بکار بردہ و کتابہا جمع و تالیف کردہ اند السنہ اسلامیہ و زاپونی را تحصیل نمودہ اند، ولے از علمائے مسلمین کو آں عالمی کہ در حق دین مسیح و آئین بودہ یک ورق نوشتہ باشد۔

عیسائیوں نے اور بدھانے مذہب کے متعلق نہایت مدققانہ تحقیقاتیں کی ہیں اور ان مضامین پر تصنیفیں لکھی ہیں، اسلام اور جاپان کی زبانیں سیکھی ہیں، کیا علمائے اسلام میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ یا بودھا کے متعلق ایک صفحہ لکھا ہو۔

وقتیکہ دولت و ملت روس بت پرست بودند، ولادیمیر ایسوباندی مثل ہمیں میقادوی زاپون برائے اخذ مذہب جدید مجلس ترتیب داد، از علمائے مسلمین نیز دعوت کرد، عالم مسلمانے کہ از شہر قزان آمدہ بود از مطالب حصہ و مزایا

جس زمانہ میں روسی قوم بت پرست تھی شہنشاہ روس ولاڈیمیر نے اسی طرح ایک جلسہ منعقد کیا تھا اور علمائے اسلام کو بھی بلایا تھا، جو صاحب اس غرض کے لیے قازان سے تشریف لائے انھوں نے اسلام کے

عائے اسلامیہ و حکمت ہائے الہیہ فقط ہمیں  
حرف را منتخب کردہ و گفت کہ خوردن گوشت  
تمام عقائد اور فلسفہ میں سے صرف یہ مسئلہ  
منتخب کر کے پیش کیا کہ سور کا گوشت کھانا  
حرام ہے۔

از قرار نگارش مورخین روس ولادیمیر باطناً  
مائل بہ اسلام بود و میخواست کہ خود و ملت  
روس تماماً قبول دین اسلام نمایند، لیکن داعی  
قازانی از تمام شریعت مطہرہ فقط حرمت لحم  
خنزیر را گفتہ و طورے اصرار نمود کہ جالب  
غیظ ولادیمیر گردید تا ایں کہ مشارالیه را از  
مجلس خود طرد نمود و دین مسیح را قبول کرد کہ  
نودیلوں نفوس ملت روس داخل مذہب  
آرتودوکس شدند۔

حالائے مسلمانان! انصاف کنید و فرض  
نمائید، ہر گاہ ایں اخوند قازانی عالم علوم ادیان و  
ابدان و بافضل و دانش بیان آراستہ می بود و از  
حکمت و اسرار شرع شریف اطلاعات صحیحہ  
میداشت و بدو در مسئلہ حرمت لحم خنزیر متوقف  
نکشتہ از جملات حکمیہ، و محیر العقول قرآن مجید  
واحکام و حکمت فرجام محمدی ﷺ کہ منافع آں  
بطور حسی و موافق علوم و فنون حاضری باشند می  
گفت و اثبات می رسانید چہ می شد، یک  
صدوسی ملیون نفوس حالیروس تماماً مسلمان و  
کافہ امورات جہاں بوضعی دیگر می گردید۔

مسلمانو! ذرا انصاف کرو، اگر یہ قازانی  
ملا علوم دینی اور دنیوی سے واقف ہوتا، اس  
کو عقل اور سمجھ ہوتی، شریعت کے اسرار  
سے مطلع ہوتا اور ابتدا ہی میں لحم خنزیر کے  
مسئلہ کو نہ چھیڑتا اور قرآن مجید کے وہ حقائق  
اور اسرار بیان کرتا جو عقل کو حیران کر دیتے  
ہیں اور جن کے فوائد علانیہ محسوس ہوتے  
ہیں اور وہ علوم موجودہ کے موافق ہیں تو کیا  
نتیجہ ہوتا، یہ ہوتا کہ آج جو روس میں  
۱۳ کروڑ عیسائی ہیں، یہ سب مسلمان  
ہوتے اور دنیا کی تاریخ بدل جاتی۔

اس مضمون سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ یہ عام شکایت ہے اور کس قدر افسوس ہے کہ مصر، شام، قسطنطنیہ، ایران، عرب ایک جگہ بھی اس قسم کی تعلیم کا بندوبست نہیں کیا جاتا۔

اب سوال یہ کہ ہے ندوہ نے کیا کیا، اس کا جواب جس قدر عملاً موجود ہے وہ یہ ہے کہ ندوہ نے علما کے گروہ میں کچھ خوش خیال اشخاص پیدا کیے، جو اس ضرورت کا احساس رکھتے ہیں، ورنہ اور ہر طرف تو اس گروہ میں سے اس قسم کی بھٹک بھی سنائی نہیں دیتی۔

ندوہ کے شور و غل کا ایک بدیہی اور علانیہ نتیجہ یہ ہوا کہ مدراس میں باقیات صالحات کے نام سے جو مشہور مدرسہ قدیم زمانہ سے چلا آتا تھا، اس میں اس سال ایک بہت بڑا جلسہ کانفرنس کی صورت میں کیا گیا اور تمام علما نے بہ اتفاق یہ تجویز منظور کی کہ عربی زبان کے ساتھ انگریزی زبان کی تعلیم بھی لازمی قرار دی جائے۔ اس قدر دور دراز فاصلہ پر ندوہ کا اثر ہونا اور خود ندوہ کے اطراف میں لوگوں کا مخالف ہونا تعجب انگیز ہے، لیکن یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

زخاک مکہ ابو جہل ایں چہ بواجبی ست

ندوہ نے نہایت دلیری اور استقلال سے اپنے مدرسہ میں انگریزی زبان لازمی قرار دی اور زمانہ حال کی تحقیقات و مسائل سے طلبہ کو آشنا کیا۔ اس کے ابتدائی نتائج طلبائے ندوہ کے وہ خیالات ہیں جو الندوہ کے صفحوں پر کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔

ندوہ ایک انگریزی خواں تعلیم یافتہ کو جو پنجاب کا رہنے والا ہے، صرف اس غرض سے عربی علوم و فنون کی تعلیم دے رہا ہے کہ اس سے اشاعت اسلام کا کام لیا جاسکے۔

اس سلسلہ میں ندوہ نے ایک بڑی کامیابی یہ حاصل کی کہ ایک انگریز نو مسلم کو جو افریقہ کا رہنے والا ہے اور افریقہ کی تمام زبانوں میں ماہر ہے، بمبئی سے بلا کر عربی کی تعلیم دلانی شروع کی ہے۔ اس انگریز کا اسلامی نام شیخ محمد ہے اور مہاسبہ سے آیا ہے۔ وہ نہایت خلوص سے اسلام لایا ہے اور نہایت قانع اور بے غرض ہے اور وہ عربی تعلیم صرف اس غرض سے حاصل کر رہا ہے کہ افریقہ میں جا کر وہاں کی زبان میں اسلام کا وعظ کہہ سکے۔

ندوہ نے نصاب تعلیم میں ضروری اصلاح کی۔ قدیم نصاب بہت کچھ بدل گیا۔ منطق و فلسفہ کی بے کار کتابیں نکل گئیں۔ تفسیر اور علم ادب کا حصہ زیادہ کر دیا گیا۔ انگریزی زبان کی تعلیم

لازمی ہوگئی۔ یہ تبدیلیاں کئی برس کے بحث و مباحثہ اور رد و کد کے بعد حال میں عمل میں آئیں اور ابھی دس بارہ برس میں ان کے نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔

بے شبہ ندوہ کو جو کچھ کرنا چاہیے اس میں سے اس نے ابھی من میں چھٹانک بھر بھی نہیں کیا، لیکن جب یہ خیال کیا جائے کہ خود اسلامی سلطنتوں میں جہاں اسلام کی شاہنشاہی قائم ہے، اس قسم کی کوشش کا شائبہ تک نظر نہیں آتا تو جو کچھ اب تک ندوہ نے کیا ہے، اس کو کسی طرح نگاہ حقارت سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

ابھی ہم کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ منزل تک ہم پہنچ گئے یا نہیں، بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم جس راستہ پر چل رہے ہیں، وہ منزل تک جاتا ہے یا نہیں اور یہ کہ ہم نے اس راستہ کو کچھ طے بھی کیا ہے یا نہیں۔

رہرواں را خستگی راہ نیست

عشق ہم راہ ست وہم خود منزل ست

(الندوہ ج ۳ نمبر ۸) ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ



## شذرات

(نومبر ۱۹۰۶ء)

### انگریزی خواں طالب العلم کے لئے وظیفہ

اگر کوئی انگریزی خواں طالب العلم جس نے کم از کم ایف اے کا امتحان پاس کر لیا ہو اور جس کی سکینڈلنگویج عربی رہی ہو عربی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے تو ندوہ اس کو (پندرہ روپے) ماہ وار وظیفہ اس شرط سے دے گا کہ وہ ندوہ میں آکر دو برس تک عربی اور مذہبی تعلیم حاصل کرے اور اگر وہ تحصیل علم کے بعد اپنی زندگی مذہبی خدمات پر وقف کرنا چاہے تو ندوہ اس کو اور ہر قسم کی اعانت دے گا۔

اگرچہ انگریزی دانی کے بعد عربی علوم کی طرف متوجہ ہونے کی بہت کم توقع کی جاسکتی ہے تاہم اگر پانچ کروڑ مسلمانوں میں دو چار ایسے اشخاص نہ نکلیں جو مذہبی کام کو دیناوی اغراض پر ترجیح دیں تو ایسی قوم سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔ یورپ میں باوجود اس دنیا طلبی اور جاہ پرستی کے سیکڑوں ہزاروں آدمی مذہبی کاموں میں نہایت خلوص اور جوش کے ساتھ مصروف ہیں۔ ہم اسلامی اخبارات سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس اعلان کو کم از کم ایک بار چھاپ دیں۔

### وظائف کی ضرورت

پچھلے اجلاس انتظامی میں یہ طے پایا تھا کہ جو طلبہ خود اپنے مصارف نہیں ادا کر سکتے ندوہ

کی طرف سے وظائف دئے جائیں اور ان وظائف کے لئے اہل ہمت سے درخواست کی جائے۔ چونکہ یہ نہایت نیک کام اور موجب ثواب اخروی ہے اور چونکہ زکوٰۃ، صدقہ، نذر ہر قسم کی رسمیں اس مصرف میں آسکتی ہیں اس لئے ہم ارباب ہمت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کم از کم ایک وظیفہ جس کی تعداد صرف (۵ روپے) ماہواری ہو دینا منظور فرمائیں۔

ہم خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب شیخ غلام صادق صاحب رئیس امرت سر نے (۱۰ روپے) کا ایک وظیفہ اور جناب مولوی حبیب الرحمن خان صاحب رئیس حبیب گنج علی گڑھ نے (۵ روپے) کا ایک وظیفہ دینا منظور فرمایا ہے اور جناب کنور عبدالکریم خان صاحب رئیس دان پور نے (۱۵ روپے) کی ایک رقم وظیفہ کے مد میں بھیج دی ہے۔

## دارالعلوم ندوہ کی ایک خصوصیت

ہندوستان میں آج جس قدر عربی مدارس موجود ہیں اور جن کی تعداد سیکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی ہے ان میں جو طلبہ تعلیم پاتے ہیں صرف وہ ہیں جن کو مدرسہ کی طرف کھانا کپڑا ملتا ہے یا مدرسہ کی سفارش پر دوسری جگہوں سے کھانا مقرر ہو جاتا ہے، اس واقعہ سے متعدد نتائج حاصل ہو سکتے ہیں:

۱۔ عربی کی تعلیم صرف ان لوگوں میں محدود رہ گئی ہے جو افلاس کی وجہ سے اور کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔

۲۔ عربی تعلیم ایسی بے کار شے سمجھ لی گئی ہے کہ بغیر اس قسم کی ترغیب دینے کے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ان مدارس میں اس قسم کا انتظام نہیں کہ ذی وجاہت لوگ اپنی اولاد کو وہاں بھیجنا گوارا کر سکیں اور اس لئے امراء کا گروہ عربی اور مذہبی تعلیم سے قطعاً محروم رہ جاتا ہے۔

۴۔ چونکہ صرف غریب لوگ عربی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ان کی تمام جماعت میں ایک شخص بھی خوش حال اور صاحب جاہ و دولت نہیں ہوتا اس لئے اس گروہ کے خیالات اور ہمتیں

پستی کی طرف مائل ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بڑا اولوالعزم شخص اس گروہ میں نہیں پیدا ہوتا۔  
لیکن دارالعلوم ندوہ کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس میں دو ٹکٹ کے قریب وہ طلبہ ہیں جو اپنے مصارف کے آپ متکفل ہیں اور دارالاقامہ (بورڈنگ ہاؤس) میں گنجائش ہوتی تو اس قسم کے طلبہ کی تعداد اور بہت زیادہ ہو جاتی۔

اس واقعہ سے متعدد امور ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ یہاں کی عربی تعلیم میں کچھ ایسی خصوصیت ہے کہ دولت مند اور خوش حال لوگ بھی اس کو بے کار نہیں سمجھتے۔

۲۔ یہاں کے دارالاقامہ میں ذی وجاہت لوگ بھی اپنی اولاد کا بھیجنا گوارا کرتے ہیں۔

۳۔ دارالعلوم سے بہت بڑا فائدہ یہ متوقع ہے کہ دولت مند گروہ میں بھی عربی اور مذہبی تعلیم بقدر ضرورت رواج پائے۔

اگرچہ بعض لوگوں کے نزدیک یہی امر ندوہ کے برے ہونے کا بڑا ثبوت ہو سکتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو ضروری تعلیم (یعنی انگریزی) سے روک کر ایک بے کار چیز میں پھنساتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عربی تعلیم اگر صحیح اصول پر ہو تو وہ انگریزی تعلیم کی سدا رہ نہیں بلکہ اور اس کے لئے راستہ صاف کرنے والی ہوگی۔

آج میں برس سے انگریزی تعلیم کا نخل برپا ہے باوجود اس کے ایک نہایت قلیل تعداد نے اس طرف توجہ کی ہے، لیکن اگر علماء انگریزی تعلیم کی طرف دار بن جائیں تو دفعۃً قوم کی قوم کا رخ پھر جائے۔ دارالعلوم ندوہ کا مقصد اسی قسم کے علماء تیار کرنا ہے جو ایک طرف عربی اور مذہبی تعلیم کی حفاظت میں کوشش کریں اور دوسری طرف دنیوی تعلیم کی طرف بھی لوگوں کو رغبت دلائیں

در کفہ جام شریعت، در کفہ سندان عشق

ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

## شذرات

[دسمبر ۱۹۰۶ء]

خوشی کی بات ہے کہ اس سے پہلے وظائف کے لئے جو درخواست پیش کی گئی تھی وہ بے اثر نہ رہی۔ عالی جناب مزل اللہ خان صاحب نے ایک طالب العلم کا وظیفہ دینا منظور فرمایا ہے، ہم کو امید ہے کہ اور بزرگان قوم بھی اس ضرورت کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

دارالعلوم کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جو جلسہ دسمبر میں ہونے والا تھا، چند در چند وجوہ سے مناسب سمجھا گیا کہ وہ جنوری ۱۹۰۷ء میں منعقد ہو۔

ندوہ کے نصاب تعلیم میں خفیف تغیرات کئے گئے ہیں، علم کلام میں اقتصاد کی بجائے تمہید داخل کی گئی ہے جو خاص احناف کے علم کلام کی کتاب ہے۔ تفسیر بیضاوی کا درس پندرہ پارہ تک بڑھا دیا گیا ہے۔ شمس کے بجائے قطبی رکھی گئی ہے۔ ابن رشد کی کتاب میں سے معجزات کی بحث جو اشاعرہ کے خلاف ہے خارج کر دی گئی ہے۔

☆☆☆

## شذرات

فروری ۱۹۰۷ء

### دستار بندی کا جلسہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں جن طلباء نے فارغ التحصیل ہو کر سند حاصل کی، ان کی عطائے سند اور تقسیم انعام کا جلسہ محرم میں جس شان و شوکت اور کامیابی سے ختم ہوا وہ ندوہ کی کامیابی کا پہلا عملی کارنامہ تھا۔ اس کی رپورٹ عنقریب مفصل چھپ کر شائع ہوگی۔ اسی لئے اس موقع پر ہم اس کی تفصیل قلم انداز کرتے ہیں۔

### مظفر پور کا ایک جلسہ

مولوی ریاض حسن صاحب رئیس مظفر پور ہمارے قدیم مخلص عنایت فرما اور قومی ضرورتوں کے نبض شناس ہیں۔ جنوری میں ڈھاکے سے واپس آتے ہوئے ہم کو مظفر پور ٹھہرنے کا موقع ملا۔ مسٹر محبوب حسن صاحب بیرسٹریٹ لا جو مولوی ریاض حسن صاحب کے چچا ہیں، ان کے دولت خانہ پر قیام ہوا۔ بارسٹر صاحب باجوہ تعلیم جدید اور سفر ولایت کے عقائد مذہبی اور شعائر اسلام میں اس قدر سخت ہیں کہ ہم کو ان پر ملائے متعصب ہونے کا دھوکا ہوتا تھا۔ یہاں اور جن تعلیم یافتہ لوگوں سے ملاقات ہوئی سب اسی رنگ میں نظر آئے چونکہ اس سفر میں مجھ کو ندوہ کی تقریب بھی پیش نظر تھی، اسی لئے مولوی ریاض حسن صاحب اور ان کے بھائی اعجاز حسن صاحب نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ کثرت سے لوگ شریک ہوئے۔ میں نے اسلام کی حقیقت اور اس کے ضمن

میں ندوہ کی ضرورت پر ایک مفصل تقریر کی۔ تقریر کے بعد چندہ ہوا اور پانچ سو سے زیادہ نقد جمع ہو گیا۔ مسٹر محبوب حسن صاحب، مولوی ریاض حسن صاحب نے سو سو کی رقمیں عنایت کیں۔ وکیل نے کوئی تعین نہیں کی، لیکن ان کی عام قدیمی عادت کی بنا پر لوگوں نے قیاس بلکہ یقین کیا کہ وہ بھی ایک معتد بہ رقم عنایت فرمائیں گے۔ چندہ کی پوری تفصیل علاحدہ شائع ہوگی۔ یہ تمام رقم سرمایہ محفوظ کی مد میں جمع ہوئی۔

### جناب نواب صاحب ڈھاکہ

جناب نواب صاحب ممدوح نے قومی معاملات میں جو توجہ ظاہر کی ہے اس کا غلغلہ تمام کانفرنس کے زمانے میں ہندوستان میں پھیل چکا ہے۔ ہم کو نہایت مسرت ہوئی کہ وہ مذہبی امور کے بھی نہایت دلدادہ ہیں۔ انھوں نے اپنے دولت کدہ میں جو احسن منزل کے نام سے مشہور ہے ایک مختصر سا جلسہ کیا، جس میں اکثر اعیان خاندان اور دیگر معزز حضرات شریک تھے۔ جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلوار دی اور خاکسار نے ندوہ کے مقاصد اور اغراض پر گفتگو کی۔ خاتمہ پر جناب نواب صاحب نے وعدہ فرمایا کہ وہ مارچ ۱۹۰۷ء میں خود لکھنؤ تشریف لائیں گے۔ اور دارالعلوم ندوہ کا ملا حظہ فرمائیں گے۔ جناب نواب صاحب ممدوح کی پرائیویٹ سکرٹری مرزا فقیر محمد خاں صاحب نہایت روشن ضمیر اور ندوہ کے ہمدرد ہیں اور ہم کو ان سے بہت کچھ امیدیں ہیں۔ ڈھاکہ میں حکیم مولوی حبیب الرحمن صاحب بھی ندوہ کے نہایت ہوا خواہ اور گویا ندوہ کے آنریزی سفیر ہیں۔

### مولوی شرف الدین صاحب حج ہائی کورٹ کلکتہ

ہم کو اور تمام ہوا خواہاں ندوہ کو اس پر فخر ہے کہ ندوہ کے ایک معزز رکن یعنی مولوی شرف الدین صاحب بیرسٹرایٹ لا پٹنہ کو گورنمنٹ نے کلکتہ ہائی کورٹ کی ججی کے عہدہ پر ممتاز فرمایا۔ مولوی صاحب موصوف نہ صرف قانونی حیثیت سے بلکہ مذہبی اور اسلامی حیثیت سے بھی

مسلمانوں کے جائز قائم مقام ہیں۔ وہ سلسلہ ارادت میں بھی داخل ہیں اور جناب شاہ وارث علی صاحب مرحوم کے مرید باخلاص ہیں۔ پٹنہ میں ندوۃ العلماء کا مشہور اجلاس انھیں کی بدولت انجام پایا تھا۔

اس موقع پر ہم مولوی شاہدین صاحب کے حج مقرر ہونے پر بھی دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اگرچہ ہم کو ان سے ان خیالات کے متعلق شکایت ہے جو انھوں نے اسلامی مسائل کے متعلق بعض انگریزی اخبارات میں ظاہر کئے تھے۔

### جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب اور ندوہ

پچھلے دنوں جناب موصوف کی ایک تحریر سے عام لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ندوہ سے علاحدہ ہو گئے ہیں، لیکن یہ خیال بالکل غلط تھا۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آرہ کے جلسہ اسلامیہ میں جہاں ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا، مولانا موصوف نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں اور مولوی عبدالحق صاحب حقانی اور شبلی نعمانی ندوہ کے خاص خدام اور حامی ہیں۔ ڈھاکہ کے جلسہ (مقام احسن منزل) میں جناب موصوف نے خاص ندوہ کے مقاصد پر طولانی تقریر کی۔ بے شبہ مولانا نے بوجہ بعض ذمہ داریوں کے ممبر انتظامی ہونے سے استعفا دیدیا ہے لیکن چند روز کے بعد انشاء اللہ دنیا دیکھے گی کہ وہ ندوہ کے صرف رکن نہیں بلکہ ناظم یا صدر انجمن ہیں۔

## شذرات

(مارچ ۱۹۰۷ء)

### مجلس تائید مقاصد ندوہ

سالانہ جلسہ دستار بندی کے اخیر اجلاس میں سکریٹری دارالعلوم نے جو موثر اور بسیط تقریر کی۔ اس کے بعد حاضرین کی خواہش کے موافق قرار پایا تھا کہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک عام جلسہ اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ جن لوگوں کو دارالعلوم ندوہ کے مقاصد سے ہمدردی ہے وہ اپنا نام درج فہرست کرائیں اور متفق ہو کر، اس بات پر غور کریں کہ دارالعلوم کے استحکام اور ترقی کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔ تاریخ مقررہ کو یہ جلسہ رفاه عام کی عمارت میں منعقد ہوا اور لوگوں نے اپنے نام درج فہرست کرائے۔

حسن اتفاق سے اسی دن خواجہ محمد صاحب کلکٹور رئیس بارہ مولا کشمیر جو خاص ندوہ کی حرکت کی غرض سے کشمیر سے چلے تھے اور امیر کابل صاحب کی تقریب اسلامیہ کالج لاہور کی شرکت کی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے تھے، لکھنؤ میں آئے اور اس جلسہ میں شریک ہوئے اور ایک تحریری لکچر پڑھا جو بعض اخبارات میں چھپ گیا ہے چونکہ اس کاروائی کی وجہ سے دیر ہو گئی اس وجہ سے جلسہ میں صرف ہمدردان دارالعلوم کی فہرست مرتب کی گئی اور یہ قرار پایا کہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک ابتدائی مجلس قواعد اور دستور العمل کی تیاری کے لئے مقرر کی جائے۔ چنانچہ تاریخ معینہ کو جلسہ ہوا اور حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) ایک اپیل تیار کیا جائے جو چھپوا کر لکھنؤ اور تمام اضلاع و قصبات اردو میں شائع کیا



جائے اور اس میں تمام قوم سے دارالعلوم کی اعانت کی درخواست کی جائے۔ اپیل کا مسودہ لکھنا مسٹر ممتاز حسین بیرسٹریٹ لا کے ذمہ کیا گیا۔

(۲) اپیل کے شائع ہونے کے بعد چند معزز حضرات اور علماء اضلاع اور قصابات اودھ کا دورہ کریں۔

(۳) ایک مجلس بنام مجلس تائید مقاصد دارالعلوم قائم کی جائے اور اس کے قواعد اور دستور العمل مرتب کئے جائیں۔ دستور العمل کا مسودہ تیار کرنا سکریٹری دارالعلوم کے ذمہ کیا گیا۔  
(۴) دستور العمل چھاپ کر شائع کیا جائے اور عام لوگوں سے مجلس کے ممبری کی درخواست کی جائے۔

(۵) دارالعلوم میں انگریزی تعلیم کا جو صیغہ ہے اس کی نگرانی میں مسٹر ممتاز حسین بیرسٹریٹ لا شریک کئے جائیں۔ اس مجلس کی جس طرح بنیاد پڑی ہے ہم کو امید ہے کہ اس کو ترقی ہوگی اور خاطر خواہ نتائج پیدا ہوں گے۔

## قابل قدر فیاضی

ہم کو خوشی ہے کہ حافظ عبدالحلیم صاحب رئیس کانپور کوندوہ کے مقاصد کی طرف توجہ ہو چکی ہے، چنانچہ انھوں نے دوسروپیہ کی رقم ۲ مارچ ۱۹۰۷ء کے جلسہ میں ارسال کی۔ اس موقع پر ضرور ہے کہ ہم خواجہ عبدالصمد صاحب رئیس کشمیر کا شکریہ ادا کریں جو اس توجہ کے اصلی سبب ہیں اور جنھوں نے خود بھی ایک رقم جلسہ مذکور میں عنایت فرمائی۔

## دارالعلوم کی تعلیم کا تعجب انگیز نمونہ

ہندوستان میں قریباً چھ سو برس سے، عربی تعلیم کا چرچا ہے، آج بھی سیکڑوں ہزاروں عربی مدارس قائم ہیں، گھر گھر، عربی پھیلی ہوئی ہے، لیکن چھ سو برس سے آج تک کہیں نہیں سنا گیا کہ کسی ادیب یا فاضل نے کسی مجمع میں عربی زبان میں کھڑے ہو کر لکچر یا اسپچ دی ہو۔ اس سال

دارالعلوم ندوہ میں دستار بندی کا جو جلسہ ہوا اس میں سید سلیمان جنھوں نے اسی سال کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی ہے، عربی زبان میں تقریر کرنی چاہی، سکرٹری نے مجمع کی طرف خطاب کر کے کہا کہ کوئی صاحب اسی وقت کوئی عنوان مقرر کریں۔ چنانچہ خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے نے ایک عنوان بتایا اور سید سلیمان نے فوراً برجستہ تقریر شروع کی اور نہایت صحت اور روانی کے ساتھ تقریر کرتے رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے تحسین اور آفریں کے غلغلوں کے ساتھ ان کو روک دیا کہ بس اس قدر کافی ہے۔ سید سلیمان کو اس کامیابی پر ہم مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کاش ایک دن اسی طرح وہ انگریزی میں بھی تقریر کر سکیں۔ انھوں نے اب ہمہ تن اپنی توجہ انگریزی تعلیم کی طرف مصروف کی ہے۔

### ندوہ کا طریقہ تعلیم

خوشی کی بات ہے کہ جاہجاہ ندوہ کے نصاب اور طریقہ تعلیم کی تقلید کا خیال پھیلتا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں بنگلور کے مدرسہ باقیات الصالحات اور بمبئی کے مدرسہ صدیقیہ نے اسی غرض سے ہم سے ندوہ کا نصاب تعلیم طلب کیا تھا۔ حال میں پانی پت سے اسی قسم کی درخواست آئی ہے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ خواہ مخواہ ندوہ ہی کے نصاب سے کلیۃً اتفاق کیا جائے بلکہ غرض یہ ہے کہ اصلاح اور ترمیم کی طرف خیال مائل ہو، پھر کوئی راستہ خود بخود نکل آئے گا، تقلید جامد تو قیامت تک کچھ کرنے نہ دے گی اور سچ تو یہ ہے کہ:

ز بس کہ پیروی خلق گمراہی آرد  
نمی رویم براہے کہ کاروان رفتہ است



## شذرات

ستمبر ۱۹۰۷ء

ہم نہایت افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ خان بہادر منشی اطہر علی صاحب صاحب وکیل نے جو ندوہ کے ایک پر جوش انتظامی ممبر تھے ماہ گذشتہ میں مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ مرحوم ان لوگوں میں تھے جنہوں نے ندوۃ العلماء کو ہر موقع پر ہر قسم کی مدد دی۔ لکھنؤ میں ندوہ کا اجلاس خاص منشی صاحب مرحوم کے اہتمام اور صرف سے انجام پایا تھا۔

منشی صاحب ذالحجہ ۱۳۲۵ھ ہی میں حج سے فارغ ہو چکے تھے مگر سرزمین حجاز نے کچھ دنوں کے لئے اور رکھا اور آخر وہیں کی خاک سے پیوند ہوئے۔

۲۳ جمادی الثانی کو مدرسین اور طلبائے دارالعلوم نے قرآن پاک پڑھ کر مرحوم کی روح کو ہدیہ ثواب بھیجا اور مدرسہ دارالعلوم تین دن کے لئے بند کر دیا گیا۔

کس قدر افسوس کے ساتھ یہ خبر سننے کے قابل ہے کہ حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ سابق مدار المہام ریاست بھوپال ورکن عدالت العالیہ نظام نے ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی۔ مرحوم نے ابھی ابھی ندوہ کے کتب خانہ میں ۶۰۰ کتابیں وقف کی تھیں۔ ندوہ کی مالی امداد کا بھی ارادہ رکھتے تھے مگر افسوس بد قسمتی سے پورا نہ ہوا۔

## اورنگ زیب

عالمگیر کے مضمون کا سلسلہ اشاعت کئی مہینے سے بند ہے۔ منتظر احباب کی خدمت میں یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ آئندہ مہینے سے پھر اس کا سلسلہ شروع ہوگا۔

نہایت افسوس ہے کہ نواب عبدالشکور خان رئیس علی گڑھ نے حج سے واپس آتے ہوئے راستہ میں وفات پائی۔ مرحوم اول شخص ہیں جنہوں نے ندوہ کو مالی امداد دی۔ مرحوم کو قومی کاموں سے ایک فطری دلچسپی تھی۔ طلبائے دارالعلوم نے ۷۷ رجب کو ایک جلسہ تعزیت منعقد کیا، جس میں سید سلیمان نے ایک عربی مرثیہ پڑھا۔ ہم نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ خدا مرحوم کے پس ماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

منشی مشیر حسین صاحب قدوائی پیرسٹریٹ لائبرسٹری کے امتحان میں کامیاب ہو کر وطن تشریف لائے۔ ہم منشی مشیر حسین صاحب کو ان کی اس کامیابی پر دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ دارالعلوم جو ہمیشہ ان کا زیر بار احسان رہا ہے، ان کی نگاہ توجہ کا منتظر ہے۔

### کتب خانہ ندوہ

خوشی کی بات ہے کہ قوم میں کتب خانہ ندوہ کی توسیع کی تحریک ہو رہی ہے۔ اس سال کتب خانہ نے اتنی ترقی کی کہ کتب خانہ کا موجودہ ہال کتب خانہ کی ضرورت کے لئے کافی نہ ہوا اور ہم کو کتب خانہ کا کمرہ اور وسیع کرنا پڑا۔

شمس العلماء نواب عزیز جنگ بہادر نے اپنی تالیف ندوہ میں بھیجی ہیں۔ حکیم علی احمد صاحب زیدی نے ندوہ کو دو سو کتابیں دی ہیں جن میں دینیات کا زیادہ حصہ ہے۔ ابھی یہ کتابیں دفتر ندوہ میں نہیں پہنچی ہیں، اس لئے ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ سرمایہ کتنا قیمتی ہے؟ ہم نہایت شوق سے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں، جب یہ قومی کتب خانہ ہندوستان میں علمی جواہرات کا سب سے بڑا خزانہ بن جائے گا۔

## شذرات

[اکتوبر ۱۹۰۷ء]

### الندوہ میں فلسفیانہ مضامین

الندوہ میں کبھی کبھی جو فلسفیانہ مضامین شائع ہوتے ہیں ان کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ ہمارے عقائد میں شامل ہیں۔ فلسفہ یونان کا تمام دفتر عربی نصاب میں شامل ہے اور وہ اکثر مقاصد اسلام کے خلاف ہے۔ علماء اس کے مسائل کی صحت پر پرزور دلائل قائم کرتے ہیں مگر ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ان کا عقیدہ بھی ہے یا وہ اسلامی عقائد کے مقابلہ میں فلسفہ کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف علمی تحقیق ہے۔

گذشتہ پرچہ میں جو مضمون مسئلہ ارتقا پر نکلا تھا اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہمارا یہ عقیدہ بھی ہے بلکہ صرف یہ دکھانا تھا کہ مسئلہ ارتقا کا خیال ڈارون کا پیدا کیا ہوا کوئی نیا خیال نہیں ہے بلکہ اس سے مدتوں پہلے بعض حکمائے اسلام کی بھی یہی تحقیق تھی۔

الندوہ کو اور زیادہ دلچسپ اور عام بنانے کے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اس میں مشہور خطاط، علماء، امراء، سلاطین کے ہاتھوں کے مسودے ہوں یا کوئی شاہی فرمان جو کوئی خصوصیت رکھتا ہو یا کتابت کی صنایع کا اعلیٰ نمونہ ہو ان کا نوٹو شائع کیا جائے جس سے ایک طرف تو الندوہ کی عام دلچسپی میں اضافہ ہوگا، دوسری طرف اس ترکیب سے یہ نادرہ روزگار چیزیں دست برد سے محفوظ

رہیں گی، لیکن اس کے لئے ضرور ہے کہ ناظرین اس کے زاید مصارف کو خود برداشت کریں۔

بیروت و مصر کے عربی رسالوں میں ایک عنوان استفسار و جواب کا ہوتا ہے لوگ علمی، تاریخی، ادبی مسائل پوچھتے ہیں اور ایڈیٹر یا مضمون نگاران کا جواب دیتا ہے، اور وہ استفسارات و جوابات اس عنوان کے تحت شائع ہوتے ہیں۔

آئندہ سے ہم بھی الندوہ میں استفسار و جواب کا ایک عنوان قائم کریں گے جس میں ناظرین الندوہ اگر کوئی تاریخی یا علمی مسئلہ دریافت کریں گے تو اس کا تحقیق سے جواب دیا جائے گا۔

ان دنوں مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ مدراس میں ندوہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہاں سے مدلل چکی تھی، اب پانچ سو روپیہ ندوہ کے لئے اور وصول ہوئے ہیں۔ مولوی غلام محمد صاحب اپنے خط میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ مدراس سے اسی روپے کا ماہوار چندہ دارالعلوم کے لئے مقرر کیا گیا ہے، کاش مسلمانوں میں یہ استقلال ہو کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کر سکیں۔

مولوی غلام محمد صاحب مدراس سے اعیان میسور کی طلب پر میسور روانہ ہو گئے امید ہے کہ میسور کے ہمدردان اسلام ان کو ہر طرح کی مدد دیں گے۔

## شذرات

نومبر ۱۹۰۷ء

### ندوہ کے ارکان جدید

اب کی مجلس انتظامیہ میں خالی شدہ جگہوں پر جو جدید ارکان منتخب ہوئے ان سے بہتر انتخاب نہیں ہو سکتا تھا۔

(۱) مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی جو ابھی حال میں ولایت سے تعلیم پا کر آئے ہیں ان کی قابلیت اور روشن خیالی، مذہبی ہمدردی محتاج اظہار نہیں۔ ندوہ کے ساتھ ان کو محبت نہیں بلکہ عشق ہے اور اب موقع حاصل ہوا ہے کہ ان کے جوش ہمدردی کے آثار عملی صورت میں نظر آئیں۔

(۲) مولوی عبد الحمید صاحب بی اے مصنف نظام القرآن جن کے بعض مضامین الندوہ کے ذریعہ سے روشناس ہو چکے ہیں، جس پایہ کے شخص ہیں، ندوہ کو اسی قسم کے لوگ درکار ہیں، انھوں نے حال میں پورے ایک مہینہ ندوہ رہ کر الدروس الاولیہ کا جو علوم جدیدہ کی ایک بسیط تصنیف ہے، درس دیا ہے۔ اس خدمت کو ان کے سوا اور کوئی شخص انجام نہیں دے سکتا تھا۔

(۳) شیخ عبدالقادر صاحب پیر سٹریٹ لاکو ندوہ کے ساتھ جو خلوص ہے، اس کی ایک بین شہادت یہ ہے کہ ندوہ کا کوئی پچھلا اجلاس شیخ صاحب کی تشریف آوری اور اسپینج سے خالی نہیں ہے۔ ان کی اسلامی ہمدردی اور قومی معاملات میں ان کی دلچسپی ملک میں بار بار ظاہر ہو چکی ہے۔

(۴) شیخ عبدالحلیم صاحب، رئیس مشہور کانپور ایسے شخص ہیں کہ ان کی تھوڑی سی توجہ ندوہ کے دامن امید کو پر کر سکتی ہے۔

(۵) خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس امرتسران لوگوں میں

ہیں جو قومی انجمنوں کے ساتھ اور خصوصاً ندوۃ العلماء کے ساتھ ایک خاص قسم کی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہم کو امید ہے کہ خان بہادر کی ندوہ کی طرف ادنیٰ توجہ ندوہ کی سرسبزی کا باعث ہوگی۔

(۶) سید محمود عالم صاحب رئیس فیض آباد جو ایک روشن خیال فیاض طبع رئیس ہیں۔ قوم چونکہ ارکان ندوہ کے نام سے ناواقف ہے اس لئے وہ نہیں جانتی کہ ملک کا کتنا حصہ ندوۃ العلماء کے انتظامی امور میں دلچسپی لیتا ہے اس بنا پر ہم آئندہ پرچہ میں کل ارکان ندوہ کی فہرست شائع کریں گے۔

خوشی کی بات ہے کہ ندوہ کی طرز تعلیم کو رفتہ رفتہ حسن قبول ہوتا جاتا ہے اور یہاں کے سند یافتہ اشخاص کی جا بجا سے مانگ آتی ہے۔ حال میں ممالک متوسط کے ایک رئیس کی تعلیم کے لئے ڈپٹی کمشنر صاحب نے ایک مسلمان عہدہ دار کے ذریعہ سے ایک سند یافتہ عالم طلب کیا تھا، چنانچہ مولوی محمود علی خان اس خدمت کے لئے انتخاب ہو کر بھیجے گئے۔ انھوں نے پچھلے سال ندوہ سے مولویت حاصل کی ہے۔

حال میں لکھنؤ میں شیعہ کانفرنس بڑے زور شور سے منعقد ہوئی۔ منجملہ اور تجویزوں کے ایک یہ بھی پیش کی گئی ہے کہ عربی تعلیم کے نصاب میں اصلاح کی جائے اور عربی کے ساتھ انگریزی تعلیم بھی شامل کی جائے۔ ندوہ نے برسوں پہلے جو کہا تھا، اب جا کر لوگ اُس کو سمجھے اور سمجھتے جاتے ہیں۔

## ندوہ میں علم قرأت کی تعلیم

قرأت ایک ایسا فن ہے جس کے موجد خاص مسلمان ہیں، آج بھی یہ فن ان کے سوا دنیا میں اور کسی قوم میں نہیں پایا جاتا، ندوہ میں قرأت کی تعلیم کا اہتمام ابتدا سے رہا، لیکن یہ ندوہ کی خوش قسمتی ہے کہ اتفاق سے اس کو ایک ایسا ماہر فن مل گیا جو مدتوں مدینہ منورہ میں رہا ہے اور جامع ازہر مصر میں قرأت کی باقاعدہ تعلیم پائی ہے۔ اس کے ساتھ خدا نے حسن صوت کا جو ہر بھی عطا کیا ہے، ان کا نام حسن افندی ہے، جب سے وہ ندوہ میں آئے ہیں طلبہ نے اس فن میں نہایت جلد ترقی کی ہے۔



مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ مدراس و میسور سے کامیاب واپس آ گئے۔ اعیان مدراس نے وکیل ندوہ اور ندوہ کے ساتھ جو حسن سلوک اور امداد کی، ندوہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ مولانا عبد الباقی صاحب تاجرا عظم، جناب محمد ابراہیم صاحب قریشی بی اے ایل ٹی، جناب مسٹر عبد الحمید صاحب بی اے، ایل، ایل، بی، جناب نواب غلام احمد صاحب رئیس ویلور، جناب یعقوب حسن صاحب سکریٹری محمدن ایجوکیشنل سوسائٹی وانمباڑی، جناب سید احمد صاحب گورنمنٹ قاضی، جناب احمد اللہ خان صاحب بی اے بی ایل کوئمبٹور، جناب سید عبدالرزاق صاحب جنرل کنٹراکٹر کوئمبٹور کا خاص طور سے ندوۃ العلماء ممنون ہے، جنہوں نے مدراس میں وکیل ندوہ کو ہر قسم کی مدد دے کر اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا۔

مولوی حافظ حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (سیالکوٹ) نقشبندی مجددی کا ہم نہایت خلوص سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مدراس و میسور میں ندوۃ العلماء کی بہت کچھ امداد فرمائی۔ ہم جناب شاہ صاحب سے آئندہ اس سے زیادہ عنایت کے منتظر ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ وہ حسب دستور العمل ندوہ، ندوہ کے سرپرست قرار دیئے جائیں۔

کرنل عبد المجید خان فارن منسٹر ریاست پٹیالہ نے دارالعلوم کو سوروپے کی رقم عطا فرمائی اور دارالعلوم کی طرف ایک خاص قسم کی توجہ ظاہر کی جس سے ہمارے دل میں کرنل صاحب موصوف کے ساتھ بہت سی حوصلہ افزا امیدیں قائم ہو گئیں۔

بغیر کسی مستقل سرمایہ کے دارالعلوم کا دوامی انتظام ہو نہیں سکتا۔ متفرقات چندوں کی رفتار ہمیشہ اور ایک حالت پر رہتی نہیں، اس بنا پر ہماری یہ تحریک تھی کہ قوم کے اکثر افراد اپنے ماہانہ اخراجات میں دارالعلوم کی امداد کی بھی مدبڑھادیں۔ ضرور نہیں ہے کہ سو پچاس کی کوئی معتد بہ رقم ہو، جس قدر بھی جس سے ہو سکے۔ ہماری اس تحریک کو سب سے پہلے مدراس میں اجابت حاصل ہوئی اور دس پندرہ اشخاص کی ہمت سے اسی روپے سالانہ دارالعلوم کے مقرر فرمائے۔

## جناب آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب حج ہائیکورٹ کلکتہ

### اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کا معائنہ

جناب آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب بالقابہ کو ہمیشہ مذہبی امور سے شغف رہا ہے۔ چنانچہ اکثر مذہبی جلسوں میں وہ شریک ہوتے ہیں۔ آج کل وہ جناب حاجی شاہ وارث علی صاحب مرحوم کے مزار کی زیارت کی تقریب سے لکھنؤ میں آئے تھے۔ چونکہ ان کو ندوۃ العلماء سے بھی ہمیشہ دل چسپی رہی ہے، اس لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا بھی معائنہ کیا۔ معائنہ کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اخباروں میں یہ خبر شائع ہو چکی تھی کہ اور خصوصیات کے علاوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کے طلباء عربی زبان میں فی البدیہہ تقریر کر سکتے ہیں، اس لئے جناب آنریبل موصوف مشاہدہ اس تعجب انگیز منظر کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اس خیال سے وہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بوقت دس بجے دن جناب شاہد حسین صاحب بیرسٹریٹ لا، و مرزا سلطان احمد صاحب بیرسٹریٹ لا کے ہمراہ دارالعلوم میں تشریف لائے۔

دارالعلوم کے ہال میں آکر سب سے پہلے آنریبل موصوف نے جناب قاری حسن آفندی سے (جنہوں نے مصر اور مدینہ منورہ میں قرأت و تجوید کی تعلیم پائی ہے) قرأت کی فرمائش کی، انہوں نے نہایت دلکش اور پردرد لہجے میں ایک سورہ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد طلبائے دارالعلوم کی عربی تقریر کے متعلق اپنا شوق ظاہر فرمایا اور مسٹر شاہد حسین صاحب سے کسی علمی عنوان کے تجویز کرنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے مسئلہ تعلیم کو پیش کیا، لیکن چونکہ طلباء کے لئے یہ نہایت پامال اور پیش پا افتادہ مضمون تھا، اس لئے ان دونوں صاحبوں کے اتفاق سے یہ قرار پایا کہ طلباء کو ”گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات“ پر اظہار خیال کا موقع دیا جائے، کیوں کہ عربی طلباء کے لئے یہ ایک پیچیدہ اور بیگانہ مضمون ہے۔ اس مضمون پر مولوی سید سلیمان نے اس برجستگی اور روانی کے ساتھ تقریر کی کہ تمام حاضرین کو تعجب ہوا۔ چنانچہ خود جناب حج صاحب کے سامنے ہی وہ تقریر قلم بند

کر لی گئی جو یقیناً اس موقع پر درج کی جاتی ہے:

ساداتنا الکرام!

قبل ان نبحت عن موضوعنا الجلیل نری من واجباتنا ان نقدم اليكم  
اهنئ تحياتنا وازکی تشکراتنا علی ما اولیتمونا من التفصیلات التي هی غُرَّةُ  
جبهة الدهر وجحول ایدای الایام۔

ماشرفتم دارنا الان فقط بل مرات قبله اعاد الله امثالها علينا، حللتم  
دارنا وسقیتم غلیلنا، وشفیتم غلیلنا انت یاسیدی من رجال الامة کثر الله  
عددهم واجمل مددهم الذین نهضوا باعباء الامة بعلو الهمة وسعوا وبایة قدم  
سعوا لانقاذ الاسلام والمسلمین من ربقة الجهل والهوان والخذلان، انتم جئتم  
متفرجين بازهار الامة التي تفتحت، وفاحت، ومنتزهین بشجرة القوم التي  
اصلها ثابت وفرعها فی السماء واكلها دائم۔

وبعد سألتمونا عن الأداب التي نستعملها فی شان السلطنة التي هی  
متولية علينا، قبل ان نتفوه بها نری ان نفسر عن السلطنة، الانسان مفطور  
ومجبول علی حب السلطنة، والسلطنة ما خلقت الا لاصلاح نفوس رعاياها  
وما ملکت علیه یدها، ترى ان قلبت صفحات التاريخ هی مفعمة ومملوءة من  
دماء السيوف القواضب، فان النفوس بافرادها حنینة اليها، وتتقاتل دونها،  
توارىخ الانسان دالة والتوارىخ اکبر شاهد علی حادث ان النفوس دونها  
قاتلت، ونازعت، وفاضلت۔

الدنيا واهلها من بدء الخلقة انشئت علیهم دول، واقیم سلاطین  
واستفحل امرهم، وعاشوا علی رؤس رعاياهم برأفة ورحمة، نسمع احوالهم  
ونرى اعمالهم بسمع التاريخ وابصاره، فالتاريخ ناطق عن کل

ما اضمرو وما جهلنا عنه الامم تحیی و تموت بالدولة، لاتحیی امة الا بهاء، ولا تموت الا بغيرها، والدولة لاتحیی ولا تموت الا بالامة والامة لاتشد ازرها ولا يستفحل امرها الا بافرادها واحادها، فاذا صلحت الافراد، صلحت الامة واذا صلحت الامة، صلحت الدولة وكل شئونها، فالاداب التي تستعمل للدولة، لابدان تكون مصلحة لافرادها اذا يبحث رجل عن الامور التي تستخدم مع السلطنة، يجب عليه ان يبحث عن اعمال تصلح الدولة وهي بمعنی اخر اعمال تصلح انفس الافراد والامة كما هي ملحوظة في الدول الجمهورية او دولة تحكم على الناس بسنن معروفة وقوانين جميلة غفلنا ان نعاملها بصنعة تصلحها، ولها ان تعاملنا بصنعة تصلحنا، ففازت الدولة الامة اذا ارادنا الاصلاح ما استطاعتنا۔

عربی سے فارغ ہو کر انھوں نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کی جو ندوۃ العلماء کی تعلیمی سطح کا دوسرا رخ ہے۔ چنانچہ ایک طالب العلم سے جوڈل ریڈر پڑھتا تھا، مختلف سوالات کئے اور اس نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ ہر ایک کا جواب دیا۔ اس کے بعد ایک طالب العلم نے جناب نج صاحب کی فرمائش سے قرآن مجید کی ایک سورہ کی تلاوت کی۔ جناب نج صاحب نے اس سورہ کے متعلق طلبا سے بعض تفسیری مسئلے بھی دریافت فرمائے، جن کا تعلق خاص علم کلام سے تھا، چنانچہ اس کے متعلق بعض طلبا کے جواب کو پسند فرمایا اور خود اپنی ذاتی تحقیق بھی بیان فرمائی۔ جب یہ تمام کاروائیاں جناب نج صاحب موصوف کی خواہش کے مطابق ختم ہو چکیں تو طلبائے دارالعلوم نے جناب مولوی سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کے ذریعہ سے جناب نج صاحب موصوف کو چائے کی دعوت کی۔ جناب نج صاحب نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمایا۔ اس بنا پر طلبا نے بعد مغرب اہتمام کے ساتھ جلسہ دعوت کا انتظام کیا، جس میں شہر کے بعض اور اراکین بھی مدعو کئے گئے تھے، لیکن رمضان کی وجہ سے مسٹر ممتاز حسین صاحب پیرسٹریٹ لا کے سوا دوسرے حضرات تشریف نہ لاسکے۔ جناب نج صاحب موصوف سات بجے شب کو تشریف لا کر شریک

دعوت ہوئے۔ دعوت کے بعد طلبانے جلسہ کی کاروائی شروع کی۔ سب سے پہلے محمد عبدالسلام نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ حضار مجلس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ضمن میں تقریباً ۱۵ منٹ تک، ندوۃ العلماء کی ابتدائی حالت اور اس کے ساتھ جج صاحب کے تعلقات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی نے انگریزی میں تقریر کی اور چند طلبانے عربی قصائد پڑھے۔

ان تمام واقعات کا جو اثر جناب جج صاحب کے دل پر ہوا اس کا اظہار انھوں نے خود اسی جلسہ میں ایک اسپچ کے ذریعہ سے کیا جو اسی وقت قلم بند کر لی گئی اور دارالعلوم کے طرز تعلیم کے متعلق انھوں نے جو رائے قائم کی، اس کو کتاب معائنہ (وزٹ بک) میں بزبان انگریزی لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔



## شذرات

دسمبر ۱۹۰۷ء

آج تک دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کوئی مفصل اور مستقل رپورٹ شائع نہیں ہوئی، بلکہ ندوۃ العلماء کی سالانہ رپورٹ میں اس کا بھی الحاق کر دیا جاتا تھا، لیکن اب جس قدر ملک کوندوہ کے ساتھ دلچسپی پیدا ہوتی جاتی ہے، لوگ دارالعلوم کے طرز تعلیم، نصاب اور خصوصیات وغیرہ دریافت کرتے رہتے ہیں۔ اس بنا پر ہم نے دارالعلوم کی مفصل دوازدہ سالہ رپورٹ مرتب کی ہے۔ یہ رپورٹ ارکان انتظامیہ اور ان حضرات کی خدمت میں جو ہر سال چندہ رکنیت ادا کرتے رہے ہیں، مفت بھیجی جائے گی، لیکن ان کے علاوہ جو لوگ رپورٹ کے دیکھنے کے شائق ہوں، ان کو ۴ روکا ٹکٹ روانہ کرنا چاہئے۔ یا دو روپیہ چندہ سالانہ ادا کر کے عام ارکان کی فہرست میں شامل ہونا چاہئے۔ رپورٹ میں جلسہ دستار بندی کے مفصل حالات، چند تقریریں اور دارالعلوم کے محاصل و مصارف کی فہرستیں بھی درج ہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ اعیان مدراس نے دارالعلوم کے لئے جو ماہوار اور مستقل چندے مقرر کئے ہیں، اس کے ادا کرنے میں نہایت مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات ہمارے پاس براہ راست ہرمینے میں بھیجتے رہتے ہیں اور بعض حضرات نے خود جناب مولانا غلام محمد صاحب شملوی کو چند مہینے کی رقمیں ادا کر دی تھیں اور آئندہ مہینوں میں وصول کرنے کی ذمہ داری جناب مولانا عبدالسبحان صاحب نے لی ہے۔ چنانچہ انھوں نے دفتر سے اس کام کے انجام دینے کے لئے رسید بھی منگوائی ہے۔ اس موقع پر ہم ان بزرگان قوم کے نام درج کرنا مناسب

سمجھتے ہیں جنہوں نے دارالعلوم کے لئے مستقل وظیفے مقرر کئے ہیں تاکہ ان سے عام طور پر قوم کو واقفیت ہو جائے۔

نمبر شمار	نام نامی	تعداد و رقم ماہواری
۱	جناب ٹی امین الدین رئیس و انمباڑی، و تاجر اعظم گڈنگ گلی مدراس	۵ روپے //
۲	جناب کنم باڈی عبدالقادر صاحب رئیس و انمباڑی تاجر چرم بڑی مٹ مدراس	۵ //
۳	جناب حاجی بدر الدین صاحب رئیس و انمباڑی تاجر چرم بڑی مٹ مدراس	۵ //
۴	جناب بھمان عبداللطیف صاحب چلکار، رئیس و انمباڑی تاجر گڈنگ گلی مدراس	۵ //
۵	جناب حاجی عبدالرحمن صاحب بلیالم، رئیس و انمباڑی گڈنگ گلی مدراس	۴ //
۶	جناب محمد محمود اللہ بادشاہ صاحب گڈنگ گلی مدراس	۵ //
۷	جناب نواب غلام احمد خان صاحب رئیس ویلور کورمنڈل کولڈ فیلڈ کمپ کولار	۵ //
۸	جناب خان بہادر الحاج محمد عبدالعزیز بادشاہ صاحب سفیر روم مدراس	۵ //
۹	جناب سید عبدالرزاق صاحب صاحب جنرل کنٹراکٹر کولینور مدراس	۱۰ //
۱۰	جناب مٹھاوار محمد عبدالقادر صاحب تاجر گڈنگ گلی مدراس	۲ //
۱۱	جناب مولانا عبدالسبحان صاحب تاجر گڈنگ گلی مدراس	۵ //
۱۲	جناب اہلیہ محترمہ مولانا عبدالسبحان صاحب	۵ //
۱۳	جناب الحاج عبدالملک بادشاہ صاحب مدراس	۵۰ // سالانہ
۱۴	جناب ملنگ جات بادشاہ صاحب کمپنی تاجر سکندیلین بیج مدراس	۵ //
۱۵	جناب دیوان سید عبدالرزاق صاحب چرمین اوڈل بیٹ سٹرکٹ کوئمبٹور	۵ //
۱۶	جناب حاجی محمد حنیف صاحب رئیس ویلور	۵ //
۱۷	جناب سید محمد عبدالقادر صاحب اوڈیٹر خروکن رائے بیٹ مدراس	۱ //
۱۸	جناب منشی محمد عبدالکریم صاحب فاروقی انسپکٹر پولیس مدراس	۱ //

- ۱۹ جناب نواب احمد محی الدین خان صاحب میلہ پور مدراس ۱ // //
- ۲۰ جناب چودھری محمد طہ صاحب ٹرانسلٹر دفتر لفظی الہ آباد ۱ // //
- ۲۱ جناب مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس بھیکن پور ۵ // //
- ۲۲ جناب نواب منزل اللہ خاں صاحب بھیکن پور ۱۰ // //
- ۲۳ جناب خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ امرتسر ۱۰ // //

خدا کا شکر ہے کہ اب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانے کی طرف قوم کی توجہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سال کتب خانے میں جو معتد بہ اضافہ ہوا ہے، اس کا ذکر گذشتہ اشاعتوں میں گزر چکا ہے۔ حال میں جناب نواب سید امیر حسین صاحب بہادر بالقابہ، رئیس اعظم بھگلپور نے اپنا قیمتی کتب خانہ ندوۃ العلماء کے لئے وقف کیا ہے۔ نواب صاحب موصوف اکثر کلکتہ میں رہتے ہیں اور اس وقت وہیں قیام پذیر ہیں، اس لئے محرم میں جب وہ مکان پر تشریف لائیں گے۔ خود کتابوں کے روانہ کرنے کا انتظام فرمائیں گے۔ کاش دوسرے حضرات بھی اس قسم کی مثالیں قائم کر کے اپنی علمی فیاضی کا ثبوت دیتے۔

حال میں جناب حافظ محمد حلیم صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ کانپور خاص دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معائنہ کے لئے تشریف لائے اور دیر تک خاکسار سے ندوہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ میں نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس کے اصلی مقاصد بیان کئے جن کو انھوں نے نہایت دلچسپی کے ساتھ سنا اور ان کی تائید کی۔ جناب حافظ صاحب موصوف نے صرف زبانی تائید نہیں کی بلکہ اس کا عملی ثبوت بھی دیا ہے، چنانچہ انھوں نے کانپور جا کر ہمارے پاس سو روپے بھیج دئے ہیں۔ یہ ابھی ان کی فیاضیوں کی معمولی تمہید ہے، ورنہ وہ اس قابل ہیں کہ تنہا ان کی توجہ ندوہ کو گل بداماں کر سکتی ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طرز تعلیم کو چونکہ روز بروز ملک میں حسن قبول حاصل ہوتا جاتا



ہے، اس لئے ہمارے پاس باہر سے طلباء کی نہایت کثرت سے درخواستیں آتی ہیں، جن میں اکثر امرا اور روسا کے لڑکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حال میں جناب نواب صدر الدین حسین خان صاحب رئیس اعظم بڑودہ نے اپنے صاحبزادے کو دارالعلوم میں بھیجا ہے اور مظفر پور اور مونگیر کے دو رئیسوں کے لڑکے داخل ہوئے ہیں، لیکن افسوس کہ عمارت کے ناکافی ہونے کی وجہ سے ہم ان کی آسائش کا کافی انتظام نہیں کر سکتے، کاش خدا قوم کو ندوہ کی عمارت کی تعمیر کی توفیق دیتا، جس سے امرا کے گروہ میں بھی مذہبی اور عربی تعلیم پھیلتی۔

### مولانا حالی کی ذرہ نوازی

خاکسار کے پاؤں کے زخمی ہونے پر بعض بزرگوں اور دوستوں نے رباعیاں لکھ کر بھیجیں سید سلیمان اسٹنٹ اڈیٹر الندوہ نے ان میں سے بعض پچھلے پرچہ میں چھاپ دیں ان کو دیکھ کر ہمارے مخدوم مولانا حالی نے نیچر الندوہ کو ایک خط لکھا جو بعینہ درج ہے۔

”رسالہ الندوہ میں مولانا شبلی کے احباب کی رباعیات دیکھ کر مجھے بھی یہ خیال ہوا کہ ان کے زمرہ احباب میں ہونے کا فخر حاصل کروں، لہذا ذیل کے چار مصرعے موزوں کر کے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ الندوہ کے کسی آئندہ نمبر میں ان کو بھی درج فرما دیجئے گا۔

شبلی کہ گزند پاش پر دل شکن ست  
باختگیش فحشتگی مقترن ست  
چند انکہ بکا ہند فزایند اینجا  
کاراستن چمن زچیرا ستن ست

خاکسار الطاف حسین حالی از پانی پت ۱۶/ اکتوبر ۱۹۰۷ء

مولانا کا میری نسبت ایسے خیالات ظاہر کرنا محض ان کی ذرہ نوازی ہے۔ وہ میرے

احباب میں شامل ہونے کا ننگ گوارا فرماتے ہیں، لیکن میری عزت یہ ہے کہ وہ مجھ کو اپنے نیاز مندوں کے زمرہ میں شامل ہونے کی اجازت دیں۔ اب چند ہی ایسی صورتیں باقی رہ گئی ہیں، جن کو دیکھ کر قدما کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ خدا ان بزرگوں کا سایہ قائم رکھے، آمین۔

شبلی نعمانی



## شذرات

(جنوری ۱۹۰۸ء)

### معائنہ دارالعلوم

دارالعلوم میں بزرگان قوم کا تشریف لانا اور اُس کی ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور اس پر مسرت ظاہر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ قوم دارالعلوم کی طرف اپنی توجہ ملتفت کرتی جاتی ہے۔ حال میں جناب کرنیل عبدالمجید خاں بہادر بالقابہ فارن منسٹر ریاست پٹیالہ خاص معائنہ دارالعلوم کی غرض سے لکھنؤ تشریف لائے۔

ساڑھے دس بجے دن کو دارالعلوم آئے۔ ارکان و کارکنان ندوۃ العلماء میں اُس وقت شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی پیرسٹریٹ لاؤتھلڈ ارگڈیہ، جناب منشی احتشام علی صاحب رئیس لکھنؤ، نواب حسام الملک علی حسن خان بہادر، مولوی محمد نسیم صاحب وکیل، جناب حکیم عبدالعزیز صاحب مولوی حکیم عبدالحی صاحب معتمد ندوۃ العلماء، مولوی حفیظ اللہ صاحب مہتمم دارالعلوم موجود تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک جناب کرنیل صاحب بہادر ارکان و کارکنان ندوۃ العلماء سے ندوۃ العلماء کے متعلق باتیں کرتے رہے اور قریباً ساڑھے گیارہ بجے دارالعلوم سے مسرت ظاہر کرتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔

یورپ کو عربی علوم و فنون کے ساتھ جو اعتناء ہے اُس سے ہم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر یوسف ہورویز عربک پروفیسر علی گڑھ کالج جن کو مسلمانوں کے ساتھ مدرسۃ العلوم کے عربک

پروفیسر ہونے کے سوا ایک اور گہرا تعلق بھی ہے۔ طبقات ابن سعد جو صحابہؓ کی تاریخ میں ایک مبسوط اور مستند تصنیف ہے، یورپ اس کو نہایت اہتمام سے طبع کر رہا ہے۔ پروفیسر یوسف ہورویز اس کتاب کو ایڈٹ کرتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کو یہ شوق پیدا ہوا ہے کہ ہندوستان کے عربی کتب خانوں میں اُن نادر کتابوں کی تلاش کی جائے جو اب تک یورپ کے ہاتھوں تک نہیں پہنچی ہیں۔ اسی تقریب سے پروفیسر صاحب لکھنؤ آئے اور یہاں کے مشہور کتب خانوں کی سیر کی۔ چوتھی جنوری کی صبح کو کتب خانہ ندوہ کے دیکھنے کو دارالعلوم آئے۔ علم ادب اور تاریخ کی کتابیں دیکھیں، مگر ان میں سے اکثر مطبوعہ تھیں۔ صرف مدینۃ العلوم ارنٹنی کا جواب تک چھپی نہیں ہے انتخاب کیا۔

دری تک وہ دارالعلوم کے متعلق شیخ مشیر حسین صاحب پیر سٹریٹ لا اور مولوی سید عبدالحی صاحب معتمد ندوۃ العلماء سے انگریزی اور عربی میں باتیں کرتے رہے۔ اثنائے گفتگو میں دارالعلوم کی خصوصیات نصاب کے متعلق انھوں نے مولوی سید عبدالحی صاحب سے سوال کیا انھوں نے کہا کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ میں کسی طالب علم کو پیش کروں جو اس موضوع پر عربی میں تقریر کرے تاکہ آپ کو اس طریقہ سے خصوصیات نصاب کا عملی تجربہ حاصل ہو جائے۔ انھوں نے اس گفتگو کو تعجب سے سنا اور غالباً تعجب اس بات پر ہوا ہوگا کہ ایک طالب علم اس موضوع پر تقریر کرے گا اور تقریر بھی عربی زبان میں جس میں دو حرف بولنا بھی لوگوں کو دشوار ہے۔ بہر حال انھوں نے اس کی اجازت دی اور ایک طالب علم نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ خصوصیات نصاب پر عربی میں تقریر کی۔ اس سے فارغ ہو کر مدرسہ کے کمروں میں گئے اور دارالعلوم کی طرز تعلیم کو دیکھتے رہے۔ واپس جاتے ہوئے پروفیسر صاحب نے دارالعلوم کی ضرورت کا اعتراف کیا اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ دارالعلوم جس قسم کی تعلیم چاہتا ہے اُس کے لئے کثرت سے طلبہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے ایک تھوڑی سی جماعت کی ضرورت ہے جس کی زندگی خالص علمی زندگی ہو۔ پروفیسر صاحب نے انگریزی وزٹ بک میں دارالعلوم کے متعلق اپنی جو رائے ظاہر کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

”میں نے چوتھی جنوری کو مولوی عبدالحی صاحب اور منشی مشیر حسین

صاحب قدوائی کے ساتھ اس درس گاہ کا معائنہ کیا، چونکہ مجھے مالک اسلام کے عربی مدارس کے متعلق تھوڑا سا تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے مجھے تعجب تھا کہ ہندوستان کی جدید نسلوں میں عربی تعلیم کا معیار بہت پست رکھا گیا ہے۔ میری رائے میں مسلمانان ہند کی آئندہ بہبودی کے لئے یہ ضرور ہے کہ جدید طرز کے علما پیدا ہوں، جو نہ صرف دینیات ہی کے ماہر ہوں بلکہ تاریخ اسلام سے بھی کامل واقفیت رکھتے ہوں اور کچھ موجودہ مغربی خیالات سے بھی واقف ہوں، مجھے یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس مدرسہ میں عربی تعلیم ہندوستان کے اور حصے سے جن کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے کہیں بڑھ کر ہے۔

یہاں طلباء کو دینیات کے سوا علم ادب کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، بعض طلباء عربی میں نہایت تیزی اور آسانی سے گفتگو کر سکتے ہیں اور جدید عربی لٹریچر کی بھی یہاں تعلیم ہوتی ہے، میرے خیال میں اس درس گاہ سے ایسے لوگ نکل سکتے ہیں جو مسلمان پبلک کو فائدہ پہنچانے کے لئے رہبر بن سکیں اور اسلامی تعلیمات کو موجودہ زمانے کے وسیع خیالات کے ساتھ تطبیق دے سکیں۔

اگر اس مدرسہ کو ایک عمدہ کتب خانہ حاصل ہو جائے تو یہ اس کو تعلیمی مرکز بنانے کے لئے بہت مفید ہوگا۔

آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب نج ہائی کورٹ کلکتہ کو ندوۃ العلماء کے ساتھ جو شفقت اور دلسوزی ہے اس کی بنا پر بیگم صاحبہ آنریبل موصوف کے انتقال سے ارکان ندوۃ العلماء کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ دعا ہے کہ خدا مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

جناب بابونظام الدین صاحب رئیس امرتسر کی تحریک سے ہمارے پاس پچاس روپے پہنچے ہیں، جو شیخ منشی عبدالوہاب کمیشن ایجنٹ جناب حافظ محمد حلیم صاحب سوداگر کانپور نے شیخ

عبدالوہاب کی شادی خانہ آبادی کی تقریب میں عنایت کئے ہیں۔ یہ نہایت نیک اور مفید اور قابل تقلید مثال ہے۔ تمام ارکان ندوۃ العلماء اگر اس کا لحاظ رکھیں تو ندوۃ العلماء اپنے مقاصد میں بہت جلد کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جناب بابونظام الدین صاحب کی یہ تحریک نئی نہیں ہے ہم ہمیشہ سے ان کی توجہ اور عنایت کے شکر گزار ہیں اور امید ہے کہ آئندہ اس سے زیادہ ندوۃ العلماء کو ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔

ہندوستان کے قدیم عربی مدارس کا جو نصاب تعلیم تھا اور جو بدقسمتی سے اب تک عربی کے مشہور مدارس میں جاری ہے وہ چونکہ عربیت اور علم ادب کے عنصر سے بالکل خالی تھا، اس لئے اُس نے عام طور پر لوگوں کو یقین دلادیا کہ عربی زبان کے تعلیم یافتوں میں عربیت اور لٹریچر کا صحیح مذاق پیدا کرنا، اس قدر مشکل ہے کہ اس میں موجودہ نسل کامیاب نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ یہ ایک مسلمہ واقعہ بن گیا، جس کے خلاف کوئی یقینی دلیل نہیں قائم کی جاسکتی۔ اور اگر قائم کی جائے تو لوگوں کو اس پر بجائے یقین کے تعجب آتا ہے۔ چنانچہ امسال ہمارے مدرسہ کے ایک ہونہار طالب علم سید سلیمان ندوی نے دستار بندی کے جلسہ اور آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب جج ہائی کورٹ کلکتہ کے سامنے عربی زبان میں جو تقریر کی اس کے متعلق ندوۃ العلماء کے ایک ہی خواہ نے نہایت متعجب ہو کر ہمارے پاس ایک خط لکھا جو ذیل میں بعینہ درج کیا جاتا ہے۔

جناب شمس العلماء مولانا شبلی صاحب نعمانی دام ظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سالانہ جلسہ ندوۃ العلماء کے بعد اخبارات میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ندوۃ العلماء کے ایک فارغ التحصیل طالب علم نے جلسہ عام میں اسی وقت خواجہ غلام الثقلین (۲) کے مقرر کردہ مضمون پر عربی زبان میں فصیح و بلیغ تقریر کی، جس کو سن کر سب علمائے موجودہ جلسہ نے تعریف فرمائی۔ یہ خبر پڑھ کر ندوۃ العلماء کے ہی خواہوں کی خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے، لیکن جب اب آنریبل جسٹس سید شرف الدین صاحب (۳) ندوۃ العلماء میں تشریف لائے اور حسب

فرمایش صاحب موصوف عربی زبان میں تقریر کرنے کو کہا گیا تو پھر دوبارہ وہی صاحب منتخب ہوئے، جنہوں نے سالانہ جلسہ میں عربی زبان میں تقریر فرمائی تھی اس پر بعض صاحبان یہ کہتے ہیں کہ یہ اتفاقی امر ہے کہ مولوی سید سلیمان صاحب کو ایسا ملکہ ہو گیا ہے کہ عربی زبان میں تقریر کرتے ہیں، ہر ایک فارغ التحصیل طالب علم ندوۃ العلماء تقریر نہیں کر سکتا۔

اس لئے عرض ہے کہ براہ مہربانی اس کی بابت بذریعہ رسالہ الندوہ جواب مشترکہ فرمادیں گے اصل کیا ہے۔

میرے خیال میں تکمیل تعلیم عربی زبان کے لئے مولوی سید سلیمان صاحب کو مصر و عرب ترکستان میں ندوۃ العلماء کی جانب سے بھیجا جائے، جیسے گورنمنٹ ہندوستان سے وظیفہ دے کر بعض بعض کو انگلینڈ بھیجا کرتی ہے۔

بندہ سید فخر الحسن

ہاسپٹل اسٹنٹ، راجپوتانہ



## شذرات

[فروری ۱۹۰۸ء]

### زندہ زبیدہ خاتون

مسلمانوں کے اوصاف کے بیان میں ہم کو مجبوراً ہمیشہ پچھلے زمانہ کی طرف رجوع کرنا پڑا ہے۔ بلند ہمتی، دریادلی، بہادری، ایک ایک چیز کے لئے ہارون الرشید، مامون، زبیدہ خاتون، براکھ اور تیموریہ کا نام لیتے لیتے ہم تھک چکے، کیا موجودہ زمانے میں ہم کو کوئی شخص اس پرانے آموختہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا؟ اس پر حسرت سوال کے جواب میں ریاست بہاول پور کے افق سے ایک صدا بلند ہوتی ہے۔

جناب معلی القاب رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ  
ہر ہائٹس نواب حاجی صادق محمد خاں صاحب جانشین خامس دام اقبالہ  
کی

”جدہ مکرمہ فلک احتجاب عصمت مآب خلد ہا اللہ تعالیٰ“

نے

اپنی جیب خاص سے مبلغ پچاس ہزار روپے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی عمارت کی تعمیر کے لیے عطا فرمائے۔“

ہندوستان میں ہر طرف اور بھی بہت سے علمی اور قومی کام ہیں، لیکن ان کے ارکان صاحب اثر، صاحب اقتدار، صاحب وجاہت ہیں اور اس وجہ سے ان کی کامیابی محل تعجب نہیں، لیکن یہ عطیہ ایک ایسا عطیہ ہے، جس کے وجود میں خالص باہمی ہمدردی، خالص فیاضی، خالص



دریادلی کے سوا کوئی چیز شریک نہیں۔ ندوہ کی جماعت گوشہ نشینوں اور پاشکتہ لوگوں کی جماعت ہے۔ اس کا دست طلب کسی دامن پر بے باکانہ اور مدعیانہ نہیں پڑ سکتا۔ اس حالت میں جو دریادل اس کی طرف متوجہ ہو، محض اس کی بے لاگ فیاضی اور خدا پرستی ہے۔

دارالعلوم ندوہ کی تعلیمی حالت جس طرح ترقی کر رہی ہے، اس کے لحاظ سے دارالعلوم کی موجودہ عمارت نہ صرف ناکافی تھی بلکہ اس کی تمام آئندہ ترقیوں کی سدراہ تھی۔ نہ طلبہ کے رہنے کے لئے موزوں مکانات تھے، نہ درس کے لئے کافی کمرے تھے۔ نہ کتب خانہ کی گنجائش کے لئے عمارت تھی، نہ علوم جدیدہ کی تعلیم کا سامان تھا۔ کوئی شخص جو ندوہ کا مشہور اور بلند نام سن کر آتا تھا عمارت کو دیکھ کر دفعۃً اس کے تمام خیالات پست ہو جاتے تھے۔ جناب خاتون محترمہ موصوفہ نے جو فیاضی فرمائی ہے، اس نے دارالعلوم ندوہ کی نہ صرف بنیاد مستحکم کر دی ہے، بلکہ اس کی تمام آئندہ ترقیوں کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے اور گواہ آئندہ ندوہ کسی حد تک بڑھے اور کتنی ہی ترقی کر جائے لیکن انصاف یہ ہے کہ جو کچھ ہوگا اسی فیاضی کا پرتو، اسی تخم کا ثمر، اسی آفتاب کی شعاعیں ہوں گی، اے صوبہ الہ آباد! اے اودھ! تو نہایت وسیع، نہایت ممتاز، معزز ملک ہے، لیکن سچ یہ ہے کہ اور اب اس سے خود تجھ کو انکار نہیں کرنا چاہیے کہ پنجاب نہیں، بلکہ اس کی ایک ریاست نہیں بلکہ اس کی ایک خاتون محترمہ کے آگے تیری گردن ہمیشہ کے لیے جھک گئی، تو نے کبھی برہان الملک اور آصف الدولہ پیدا کیے ہوں گے، لیکن تو کسی زبیدہ خاتون کا نام نہیں لے سکتا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہم کو ان بزرگوں یعنی جناب مولوی رحیم بخش صاحب پریسیڈنٹ کونسل و تمام ممبر صاحبان کونسل اور جناب مولوی محمد الدین صاحب ڈائریکٹر تعلیمات اور جناب ڈاکٹر مولوی محمد الدین صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے، جن کی وجہ سے ہماری درخواست جنابہ خاتون صاحبہ محترمہ کے سمع مبارک میں پہنچ سکی۔ ہم کو مولوی غلام محمد صاحب شملوی کا بھی دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے جنہوں نے ندوہ کی آواز وہاں تک پہنچائی ہے۔

## ایک مذہبی مدرسہ اعظم کی عمارت کے لیے

### تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے درخواست

تمام ہندوستان میں ایک بھی ایسا خالص دینی اور مذہبی مدرسہ نہیں، جو بلحاظ جامعیت و وسعت کے مدرسہ اعظم کہلانے کا مستحق ہو یعنی:

جس میں تمام علوم دینیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول کی تعلیم ایسے کمال کے درجہ تک دی جاتی ہو کہ تحقیق کا مرتبہ حاصل ہو سکے۔

جس میں اسلامی علوم کی تمام قدیم اور نادر کتاب کتبیں فراہم کی گئی ہوں۔

جس میں طالب علموں کو تصنیف و تالیف کی تعلیم دی جاتی ہو۔

جس میں ایسے لوگ تیار کیے جاتے ہوں جو مخالفین مذہب کے اعتراضات کا جواب آج کل کے مذاق کے موافق دے سکیں۔

جس میں حکومت موجودہ کی زبان بھی بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہو۔

جس کی عمارت وسیع، پر فضا اور عظیم الشان ہو۔

ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان ہیں۔ ان کی سینکڑوں دنیوی تعلیم گاہیں ہیں۔ سینکڑوں چھوٹے چھوٹے مدرسے ہیں، لیکن ایک بھی مذہبی مدرسہ اعظم نہیں ہے۔ یہ کس قدر افسوس اور شرم کی بات ہے۔

اس غرض کے پورا کرنے کے لیے لکھنؤ میں ندوہ کا دارالعلوم قائم کیا گیا اور اگرچہ ابھی اس کا محض خاکہ تیار ہوا ہے، لیکن جو ضرورتیں اوپر بیان کی گئیں، ان سب کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔ تمام مذہبی اور عربی علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ عربی زبان دانی اس درجہ تک سکھائی جاتی ہے کہ طلبہ برجستہ بڑے بڑے جلسوں میں عربی زبان میں لکچر دے سکتے ہیں۔ تصنیف و تالیف کی مشق کرائی جاتی ہے۔ جس کا اندازہ طلبہ کے لکھے ہوئے مضامین سے ہو سکتا ہے۔ جو اندوہ میں شائع

ہوتے رہتے ہیں۔

علوم جدیدہ اور حکومت موجودہ کی زبان بھی بقدر ضرورت سکھائی جاتی ہے۔  
یہ تمام امور ابھی ابتدائی پیمانے پر ہیں اور کوشش ہے کہ اعلیٰ درجہ کی حد تک پہنچ جائیں،  
لیکن نہایت افسوس ہے کہ عمارت نہایت پست حالت میں ہے۔ رفعت اور عظمت ایک طرف  
طالب علموں کے رہنے کی بھی گنجائش نہیں۔

عمارت کا جو نقشہ تجویز کیا گیا ہے، اس کی یہ قطع ہے کہ چاروں طرف طالب علموں کے  
رہنے کے مکانات، بیچ میں مدرسہ کی عمارت اور ایک طرف عظیم الشان مسجد ہوگی۔  
تمام علوم کے درس کے لیے الگ الگ کمرے ہوں گے، یعنی تفسیر کے لیے جدا، حدیث  
کے لیے جدا، فقہ کے لیے جدا، ادب کے لیے جدا اور اعلیٰ ہذا القیاس، یہ کمرے ان ہی علوم کے نام  
سے موسوم ہوں گے مثلاً دارالتفسیر، دارالحدیث، دارالفقہ وغیرہ وغیرہ۔

جورئیس یا امیر جس کمرے کی تعمیر اپنے صرف سے کرائیں گے، اس کمرے کی پیشانی پر  
ان کا نام کندہ ہوگا اور اس طرح ابدالاً بد تک یہ خیر جاری ان کے نام سے قائم رہے گی۔ جو کمرہ عام  
چندہ سے تیار ہوگا، ان پر ان اشخاص کے نام کندہ کیے جائیں گے جو کم از کم سو روپیہ عطیہ دیں گے۔  
چوں کہ یہ عمارت ایک عظیم الشان عمارت ہوگی، جس کا تخمینہ (مسجد کے علاوہ) پچاس  
ہزار سے کم نہیں ہو سکتا، اس لیے ندوہ کی طرف سے ہم چند ارکان نے ارادہ کیا ہے کہ مشہور مقامات  
میں دورہ کر کے اس رقم کو فراہم کریں۔ امید ہے کہ بزرگان قوم ہماری اور اپنی شرم رکھیں گے اور  
ایک خالص مذہبی کام کے انجام دینے میں ہم کو مایوس نہ کریں گے۔

(ماہنامہ الندوہ فروری ۱۹۰۸ء)



## شذرات

[مئی ۱۹۰۸ء]

آج کل مسلمانوں کی جو اخلاقی حالت ہے اس کے لحاظ سے یہ امر خارق عادت معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان وعدہ کر کے وفا بھی کرے۔ لیکن ہر کلیہ میں اتفاقی مستثنیات بھی ہوتے ہیں، مدراس کے متعدد تاجروں نے دارالعلوم ندوہ کے لئے ماہانہ چندے مقرر کئے تھے جن کی تعداد (۸۰ روپے) ماہوار تک پہنچی ہے۔ چندہ اور ”برائے چندے“ مترادف الفاظ ہیں لیکن اب تک غایت استواری کے ساتھ یہ وعدے قائم ہیں خصوصاً مولانا عبدالسبحان کا شکریہ جس قدر ادا کیا جائے کم ہے۔ وہ صرف اپنا چندہ ادا نہیں کرتے بلکہ اور موعودہ رقموں کو بھی وصول کرتے ہیں اور برابر بھیجتے رہتے ہیں۔ عکاش ہوتے ملک میں دو چار ایسے اور بھی

---

اسی سلسلہ میں شملہ کی معین الندوہ کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ ابتداء میں بہت سی انجمنیں جا بجا معین الندوہ کے نام سے قائم ہوئی تھیں جن کا فرض ندوہ کو اعانت پہنچانا تھا۔ لیکن سب حباب کی طرح ہوا ہو گئیں۔ ایک شملہ کی معین الندوہ البتہ اپنا فرض ادا کرتی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سال بھی اس نے مقامی چندہ کر کے ساڑھے تین سو کی رقم ارسال کی ہے۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔ آج کی ڈاک میں جناب چودھری محمد اجیر الحق صاحب رئیس بختیار پور کا ایک خط آیا، جس کا مضمون یہ تھا کہ ریاست کو چونکہ پچھلی کشمکشوں سے نجات حاصل ہوئی تھی اس لئے اس کے شکریہ میں پچیس روپے دارالعلوم کو بطور اعانت بھیجے جاتے ہیں۔ ہم ان کی اس ہمدردی کے مشکور

ہیں اور ان کو مطلع کرتے ہیں کہ خداے پاک کا یہ وعدہ ہے لئن شکرتکم لا زیدنکم، اور خدا کا کوئی وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔

جناب شیخ غلام صادق صاحب رئیس امرتسر کا صاحبزادہ بی. اے. پاس ہوا ہے۔ ہم مختلف ذاتی تعلقات کی بنا پر ان کو اس کامیابی پر یوں بھی مبارک باد دیتے لیکن شیخ صاحب نے ہمارے اس فرض کو اس طرح اور بھی لازمی کر دیا کہ انہوں نے بطور شکریہ کے پچیس روپے دارالعلوم ندوہ کو بھیجے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ صاحبزادہ موصوف ایم. اے. میں بھی کامیابی حاصل کریں تاکہ شیخ صاحب کا خاندان دولت اور علم دونوں کا جامع ہو۔

جناب مکرم ظفر اللہ خاں صاحب سب حج جالندھر پنجاب رکن انتظامی ندوہ ہمیشہ ندوہ کی ترقی کی تدبیر میں مصروف رہتے ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ خود بھی مالی اعانت کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں انہوں نے پچاس کی رقم ارسال فرمائی ہے۔

الندوہ کے خریداروں میں جناب احمد جان صاحب وٹرنری اسٹنٹ پشاور ندوہ کے ایک پر جوش ہمدرد ہیں۔ انہوں نے حال میں چھوٹی چھوٹی رقمیں چندہ سے جمع کر کے پچیس روپے بھیجے ہیں مفصل فہرست، عام فہرست کے ساتھ شائع ہوگی۔ ہم اس قسم کی رقموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہی قطرے دریا بن جاتے ہیں۔

جناب مولوی مشتاق حسین صاحب وقار الملک سکریٹری کالج علی گڑھ گورنمنٹ نے نواب کا خطاب کیا۔ مولوی صاحب موصوف کو ابھی سکریٹری ہوئے اتنے دن نہیں گزرے کہ ان کو اپنی مساعی جمیلہ کے دکھانے کا موقع ہاتھ آتا، لیکن ان کے ذاتی حالات خود ان کے کاموں کی پیشین گوئی تھے، اس لئے خطاب بھی پیشگی دیا گیا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قوم اور گورنمنٹ کو ان کی ذات پر کس قدر اطمینان ہے۔ نواب صاحب موصوف ندوہ کے رکن انتظامی ہیں اس لئے

ندوہ خاص طرح پر بھی ان کو مبارک باد دیتا ہے۔

معائنہ انسپکٹر تعلیمات۔ دارالعلوم ندوہ کی شہرت زیادہ پھیلی تو رچرڈ سن صاحب انسپکٹر مدارس نے اس کے معائنہ کی خواہش ظاہر کی۔ دارالعلوم کی موجودہ عمارت اس قدر متبذل ہے کہ جب کوئی اس کے دیکھنے کا قصد کرتا ہے تو ہم شرمندہ ہوتے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ اکثر ہم نے ایسے موقعوں پر دفع الوقتی سے کام لیا ہے۔ بہر حال انسپکٹر صاحب ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو تشریف لائے۔ وہ عربی بالکل نہیں جانتے اور اردو بھی اسی قدر جانتے ہیں جس قدر عموماً انگلش مین جانتے ہیں۔ ان کے ساتھ منشی احتشام علی صاحب اور مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی تھے جو ان کے معائنہ میں مدد دیتے تھے۔ صاحب موصوف نے کتاب معائنہ پر اپنی رائے مفصل لکھی ہے۔ ابتداء میں انہوں نے ندوہ کے خاص مقاصد کا ذکر کیا ہے یعنی ایسے علما کا پیدا کرنا جو موجودہ تعلیم یافتہ گروہ کی رہبری کے قابل ہوں۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

”بظاہر اس نے معقول ترقی حاصل کی ہے، گویہ مدرسہ اب تک ابتدائی اور نمونہ کی حالت میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کے لئے ترقی کرنے کا بہت موقع ہے، لیکن یہ ایک دلچسپ تجویز ہے اور زیادہ ہمدردی کا مستحق ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے دارالعلوم ندوہ کی مشکلات بیان کی ہیں، یعنی قدیم متعصب علماء کی مزاحمت کا خوف، لیکن انسپکٹر صاحب کو اگر یہ معلوم ہوتا تو زیادہ متعجب ہوتا کہ قدیم خیال والے ایک طرف نئے روشن خیال فرقہ نے بھی اکثر ندوہ کی طرف سرد مہری کا اظہار کیا ہے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ دشمن نادان اور دانا کا ہے۔

اخیر میں انسپکٹر صاحب نے دارالعلوم کے ایک تعلیم یافتہ طالب العلم کی جس نے ان سے انگریزی میں باتیں کیں نہایت تعریف کے ساتھ ذکر کیا ہے اور خاتمہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

”مجھ کو اس مدرسہ کے ساتھ، نہایت سرگرمی کے ساتھ ہمدردی ہے اور میں نہایت دلچسپی کے ساتھ اس کو پیش نظر رکھوں گا۔“

## شذرات

[جون ۱۹۰۸ء]

لڑکوں کا ڈپوٹیشن بنا کر اطراف ملک میں چندہ کی تحصیل کے لئے بھیجا، میرے خاص مذاق کے خلاف ہے۔ کوئی شخص ہو، لوگ خوشی اور آسانی سے کسی کو روپیہ نہیں دیتے، اس لئے مانگنے والوں کو خواہ مخواہ دنیا سازی اور مہذب حکمت عملی سے کام لینا پڑتا ہے اور بچپن سے ان اخلاق کا خوگر ہونا کچھ موزوں نہیں۔ اسی بنا پر ہم نے ندوہ کی مجلس طلباء کی ڈپوٹیشن کو کبھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور یہی وجہ تھی کہ پچھلے سال یہ کارروائی ملتوی رہی، لیکن اب کے طلباء اپنی خوشی اور دیگر ارکان کی منظوری سے گئے اور اس وقت تک، جس گروہ کی رپورٹ آئی اس سے کامیابی ثابت ہوئی، یعنی مظفر پور اور آرہ سے معتد بہ رقم ملی۔

میں اس رقم کے ملنے سے تو اب بھی خوش نہیں ہوا لیکن ایک بات سے نہایت تسلی ہوئی۔ آرہ میں جو جلسہ ہوا، اس میں بعض طلباء نے اردو، اور بعض نے عربی میں تقریریں کیں اور اس خوبی سے کہ تمام مجمع بے ساختہ مرجحاً بول اٹھا۔ بے شبہ اگر دورہ سے لوگوں کو ندوہ کی تعلیم و تربیت کے اندازہ کرنے کا موقع ملے تو ہم ڈپوٹیشن کو نہایت مفید سمجھتے ہیں۔

ہم کو نہایت مسرت ہوئی کہ مدراس میں مولانا عبدالسبحان صاحب نے جو ایک مشہور روشن خیال تاجر اعظم ہیں۔ معین الہندوہ کا سکرٹری ہونا منظور کر لیا ہے۔ جنوبی ہند میں ندوہ لئے جو چندہ ہوگا انہی کے پاس جمع ہوگا۔ اور وہیں سے لوگوں کو رسیدیں ملیں گی۔ ان کے اثر سے ندوہ نے پہلے بھی بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اب ہم کو اور زیادہ ان کی شکرگذاری کا موقع ملا ہے۔

---

ہمارے دوست مولوی نواب علی صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر بڑودہ کالج نے جناب رسول

صلح کی اردو زبان میں سوانح عمری لکھی ہے جو نہایت دلچسپ ہے۔ جس جوش عقیدت سے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے، اس سے ایک پرانے مولوی کی شان نظر آتی ہے۔ ہم اس کے نہایت معترف ہیں لیکن ایک ایم۔ اے۔ سے ہم اس بات کے متوقع تھے کہ یورپ نے آنحضرتؐ کی نسبت جو بے شمار کتابیں لکھی ہیں، ان پر بھی نظر ہوتی اور ان سے بحث کی جاتی۔ بہر حال ہم اپنے دوست کے پھر مشکور ہیں کہ انہوں نے اپنے ہم عصروں سے بڑھ کر کام کیا ہے۔

یورپ کے علمی احسانات کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں یا قوت حموی ایک یونانی غلام اسلام لایا اور جیسا کہ مسلمان عموماً غلاموں کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے، اسی نے اس بات کا موقع دیا کہ یا قوت نے مختلف علوم و فنون میں کمال پیدا کیا۔ چنانچہ ایک قاموس الجفر افیہ (جاگری فیکل ڈکشنری) لکھی جو قریباً چار ہزار صفحات میں ہے اور جس کی نظیر نہ صرف ایشیا بلکہ یورپ میں بھی نہیں مل سکتی۔ یہ کتاب مدت ہوئی یورپ میں چھپی تھی اور اب اس کی نقل مصر میں شائع ہوئی ہے۔ اسی مصنف نے ایک اور بہت بڑی کتاب اہل ادب کے حالات میں لکھی تھی، جس کا نام معجم الادباء ہے۔ میں نے اس کتاب کا نا تمام نسخہ قسطنطنیہ میں دیکھا تھا اور آج تک جس قدر کتابیں اس فن میں میری نظر سے گذر چکی ہیں۔ کوئی کتاب اس قدر مفصل اور مستند نہیں ہے۔ حال میں پروفیسر مارگیولیس نے جو اسکفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر ہے، اس کتاب کو چھپوانا شروع کیا ہے، چنانچہ پہلی جلد تیار ہو کر شائع ہوئی ہے۔ ارزانی کے لحاظ سے کتاب قاہرہ میں چھپوائی گئی ہے اور امین ہندی کے مطبع میں چھپی ہے۔

## کیا ہم ترقی کر رہے ہیں

ہندوستان میں باوجود اس شور و غل، بالاخوانی اور غلغلہ اندازی کے جو مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کی نسبت کیا جاتا ہے، صرف اتنا ہوا ہے کہ مسلمان انگریزی پڑھ کر کچھ نوکریاں پانے لگے ہیں اور اسی کو ہماری ترقیوں کی معراج قرار دے دیا گیا ہے۔ ہماری ہر قسم کی لیاقتیں، ہر قسم کی حوصلہ مندیاں، ہر قسم کی قابلیتیں، ہر قسم کا جوش، اتنی سی بات پر نثار کر دیا گیا ہے اور ہم سے کہا جاتا



ہے کہ ہم کو اسی پر تمام کوششیں صرف کر دینی چاہئیں۔

پالیٹکس کے سوا بہت سے میدان کام کرنے کے ہیں، لیکن ایک عام سکون طاری ہے جو کوئی کام کرنے نہیں دیتا۔ یونیورسٹی میں تعلیم کے مباحث پیش ہوتے ہیں اور اقواموں کے ممبر نہایت جدوجہد سے اس میں حصہ لیتے ہیں۔ بارہا ان کے سرگرم مباحثوں نے یونیورسٹی کی تجویزوں کا رخ بدل دیا ہے لیکن مسلمان فیلو تماشائی بن کر جاتے ہیں اور تماشا دیکھ کر چلے آتے ہیں۔

گروہ کا گروہ، صنعت و حرفت سیکھنے کے لئے یورپ چلا جاتا ہے، لیکن ہمارے لیڈر ہم سے کہتے ہیں کہ یہ چیزیں تعلیم میں خلل انداز ہیں اس لئے ہم کو اس طرف رخ نہیں کرنا چاہئے۔ کلکتہ میں مشہور صنعتی کالج ۱۹۰۶ء میں قائم ہو گیا ہے جس میں نہایت مشہور ترین اشخاص، علوم جدیدہ اور صنائع کی تعلیم دیتے ہیں، لیکن ہمارے مسلمان اخبار اس واقعہ کو بھی اس لئے اپنے اخباروں میں شائع نہیں کرتے کہ مسلمانوں کے کان میں یہ گمراہ کن صدا نہ پڑ جائے۔

پانچ کروڑ تعداد کی قوم ہے۔ ہزاروں آدمی انگریزی تعلیم میں مصروف ہیں، لیکن کوئی مصنف، کوئی اسپیکر، کوئی رائٹر، کوئی ماہر فن، کوئی خادم قوم نہیں پیدا ہوتا۔

مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز قابل غور نہیں ہو سکتی کہ کیا چیز ہے؟ جس نے قوم کی قوم میں سکون، یہ افسردگی، یہ کم حوصلگی، یہ تنگ خیالی، یہ قناعت پیدا کر دی ہے کہ وہ چند نوکریوں کو معراج آرزو سمجھتے ہیں اور دوسری قوموں کی علمی ترقیوں کو دیکھ کر ان کو کسی قسم کی جنبش نہیں ہوتی۔

## سچی اور مفید ہمدردی

ہمارے دوست مولوی حکیم محمد ولی صاحب کسمندوی سپرنٹنڈنٹ جیل۔ گلبرگہ حیدر آباد دکن کو اپنی زوجہ محترمہ کی وفات کا اس قدر صدمہ ہوا کہ قریب تھا کہ وہ دنیا کو چھوڑ چھاڑ کے مرحومہ کے مزار کے مجاور بن جائیں لیکن انہوں نے پھر صبر و استقلال سے کام لیا اور سمجھا کہ یہ محترمہ کے ساتھ اصلی ہمدردی اور محبت نہیں ہے۔ انہوں نے مرحومہ کے تمام متروکہ واثاث البیت کو خدا کی راہ میں دے دیا جس سے مرحومہ کی روح کو راحت اور آرام ہو۔

اس ابر کرم کا ترشح ندوہ پر بھی ہوا اور تین سو روپے ندوہ کے دامن میں آئے۔ اس سے (بہ اضافہ اور رقم کے) ندوہ کی جدید عمارت بورڈنگ میں ایک کمرہ مرحومہ کے نام سے تعمیر ہوگا۔ ہم سچے دل سے ان کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔

مسرت کی بات ہے کہ اب ندوہ کے آس پاس مقامات میں بھی لوگوں کو ندوہ کی طرف توجہ ہوتی جاتی ہے (اہل وطن ہمیشہ دیر میں قدر کرتے ہیں) چنانچہ جناب قاضی رضی علی خاں صاحب رئیس کا کوری نے حال میں بغیر کسی تحریک کے وظائف کی مد میں بھیجے ہیں۔

ایڈنبرا میں ایک اسلامی انجمن قائم ہوئی ہے، جس کے ممبر مصر، دمشق، ایران اور ہندوستان کے معزز اور تعلیم یافتہ مسلمان ہیں، اس کا پراسسٹیشن حال میں شائع ہوا ہے۔ انجمن نے شبلی نعمانی سے پریسڈنٹ ہونے کی درخواست کی ہے اور اس کے متعلق سکریٹری انجمن کی ایک چٹھی حال میں موصول ہوئی ہے۔

آریوں کے مقابلے کے لئے ہر طرف سے ہمارے پاس، واعظوں کی مانگ آ رہی ہے، جن کی تنخواہ لوگ خود اپنے پاس سے دینا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود سیکڑوں عربی مدرسوں کے، معقول واعظ نہیں ملتے۔

ہم اس کمی کو مدتوں سے محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ عربی تعلیم کا معیار اس قدر گر گیا تھا کہ قابل اشخاص کا پیدا ہونا ناممکن سا ہو گیا تھا۔ اب لوگوں کو خیال ہوا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک دن کا نہیں ہے۔

سالاہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب

لعل گرد و درخشاں یا عقیق اندر بمن

لیکن ہمارے بعض احباب تو اس کام کے لئے علما اور مولویوں کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک قصہ خواں اور بھاٹ اس کام کو اچھا کر سکتے ہیں۔

## شذرات

[جولائی ۱۹۰۸ء]

مخبر دکن مدارس سے معلوم ہوا کہ ۹ جون کو پرنس آف ارکاٹ کی صدر انجمنی میں ایک جلسہ ہوا جس میں مظفر پور کی کارروائی پر اظہار ناراضی کیا گیا۔ اس میں مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوۃ العلما نے رزلوشن کی تائید میں گفتگو کی اور ایسی پراثر تقریر کی کہ لوگوں کو اس بات کا افسوس رہا کہ ان کو وقت کم دیا گیا تھا۔ ندوہ اگرچہ پالیٹکس سے بالکل الگ ہے لیکن چونکہ اس کا اصلی مقصد روشن خیال علما کا پیدا کرنا ہے اور اس قسم کے علما کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں۔ اس لئے مولوی صاحب موصوف نے ندوہ کا فرض ادا کیا۔ ندوہ کے اور سفر اور وکلاء بھی موقع بہ موقع اس فرض کو انجام دیتے رہتے ہیں۔

ہم مولوی حفیظ اللہ صاحب نائب تحصیل دار اور ان کے صاحبزادہ مولوی ثناء اللہ صاحب بی. اے. کے مشکور ہیں کہ وہ وقتاً فوقتاً ندوہ کی امداد چندہ سے اور خود اپنی جیب خاص سے کرتے رہتے ہیں، چنانچہ حال میں (۵۲/روپے) کی رقم دونوں صاحبوں نے ارسال فرمائی ہے۔ ندوہ کا ڈپوٹیشن ایک مدت سے حیدر آباد جانے کی تیاریاں کر رہا ہے اور درحقیقت ایسے زمانہ میں جب کہ جناب نواب مدارالمہام بہادر وزیر مولوی عزیز مرزا صاحب بی. اے. معتمد عدالت و امور مذہبی، مولوی حیدری صاحب معتمد فنانس ہوں، ندوہ کی کامیابی کی نسبت بہت کچھ امیدیں کی جاسکتی ہیں لیکن اب تک کچھ ایسے اسباب پیش آتے گئے کہ ڈپوٹیشن روانہ نہ ہو سکا۔ اب خدا سے امید ہے کہ ہم کو دیر تک اس خبر کا انتظار نہ کرنا پڑے گا۔ حضور نظام خلدہ اللہ تعالیٰ کی

فیاضی نے ندوہ کا سنگ بنیاد رکھا ہے اور انشاء اللہ یہی قوت اور مبارک ہاتھ اس کو انجام تک پہنچائے گا۔

ہمارے پاس کثرت سے طلباء کی درخواستیں ندوہ میں داخل ہونے کے لئے آرہی ہیں۔ لیکن اولاً تو موجودہ عمارت کافی نہیں، دوسرے باوجود اس شغف کے جو ہم کو ندوہ کے ساتھ ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ لوگ نہایت کثرت سے عربی تعلیم پر مائل ہو جائیں۔ عربی تعلیم کی سخت ضرورت ہے لیکن تعداد کے زیادہ ہونے کی نہیں بلکہ اس کی کہ جو لوگ تعلیم پائیں وہ نہایت بلند پیمانے پر تعلیم پائیں۔ ایک آفتاب تمام دنیا کو روشن کر سکتا ہے اور بہت سے تارے رات کی تاریکی بھی نہیں مٹا سکتے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی یونیورسٹی تو بظاہر روپے کے نہ مہیا ہونے سے نہ بن سکی لیکن مصر کی حالت، تجب خیز اور حیرت ناک ہے۔ لاکھ روپے سالانہ خدیو نے منظور کیا ہے۔ اسی قدر آمدنی کی جائداد ایک اور فیاض دولت مند نے دی ہے۔ پانچ چھ لاکھ ابتدائی میں جمع ہو چکے تھے اور بہت سی معتد بہ رقیں اب حاصل ہوئی ہیں۔ یہ سب ہے لیکن یونیورسٹی کا مجوزہ نقشہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے کہ کیا عجیب الخلق چیز ہے کہ نہ اس میں بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کی ڈگریاں ہیں، نہ صنعت و حرفت کی تعلیم ہے، نہ تجارت و زراعت کے جدید اصول کا سامان ہے۔ (۱) اس کی آمدنی سے یورپ میں تعلیم پانے کے لئے ایک جماعت بھیجی جایا کرے گی۔ چنانچہ اب کی دفعہ بہت سے طلبا انتخاب ہوئے جن کے نام اللو میں شائع ہوئے ہیں۔ یہ البتہ ایک مفید بات ہے لیکن اس کو عام لغت میں یونیورسٹی نہیں کہتے، اصل میں یہ ہے کہ مسلمانوں میں نہ روپے کی کمی ہے، نہ دولت کی، نہ ہمت کی، صرف ایک ذرا سی چیز نہیں ہے۔ رائے صائب

نومسلم راجپوتوں کی حفاظت اسلام کے لئے بڑی زور و شور سے جا بجا انجمنیں قائم ہوئیں اور ان کی کوششیں کا رگر ثابت ہوئیں لیکن سب نالاں ہیں کہ قابل اور لائق واعظ نہیں ملتے۔ اصل یہ ہے کہ ایک مدت سے عربی تعلیم کا معیار ایسا پست اور تربیت کا طریقہ ایسا ناقص ہو گیا ہے کہ قابل اور دقیق النظر اور بلند ہمت پیدا ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی، سب سے

بڑا فرض یہ ہے کہ ایک کمیٹی قائم ہو جس کا یہ کام ہو کہ مدارس اسلامیہ مثلاً دیوبند، سہارن پور، رام پور وغیرہ میں جا کر وہاں کی تعلیمی حالت دیکھے اور ان کی نقص اور اصلاح کی نہایت تفصیلی رپورٹ تمام ملک میں شائع کرے، تاکہ تمام قوم کی طرف سے ان مدارس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے طریقہ تعلیم اور تربیت میں اصلاح کریں۔ کیا موجودہ زمانہ میں وہ طرز تعلیم مفید ہو سکتا ہے، جس میں ملاحدہ یورپ، عیسائی اور آریہ کے اعتراضات کے بجائے معتزلہ کے مناظرات اور اعتراضات سے بحث کی جاتی ہے، جو مدت ہوئی فنا بھی ہو چکے۔ کیا آج کل یہ طریقہ تربیت مفید ہو سکتا ہے کہ مدرسے کے طلبا کونان بانیوں کی دکانیں بتادی جائیں کہ وہاں جا کر کھا آیا کریں یا گداگروں کی طرح لوگوں کے گھروں سے مانگ لائیں۔ اس طرز تربیت سے بلند ہمتی، ایثار نفس، اور عالی حوصلگی کی توقع کرنا حماقت اور سخت حماقت ہے۔

## ندوہ میں بھاشا کی تعلیم

حالات موجودہ سے اس بات کی سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ندوہ میں سنسکرت اور بھاشا کی زبان دانی کی تعلیم کی بھی ایک شاخ کھولی جائے، کیونکہ ان زبانوں کی واقفیت کے بغیر آریوں کا مقابلہ کرنا اس کا مقصد ہے۔ لڑتے ہیں اور بات میں تلوار بھی نہیں اس بنا پر ہم چاہتے ہیں کہ نہایت جلد اس کی شاخ کا بھی انتظام کیا جائے لیکن چونکہ موجودہ آمدنی اس کے مصارف کے لئے کافی نہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ارباب ہمت ماہوار چندہ مقرر کریں، جس سے ایک پنڈت کی تنخواہ کا بندوبست ہو سکے۔ تنخواہ کی مقدار (۵ روپے) کافی ہوگی، اس لئے اگر پانچ بزرگ بھی ایسے مل جائیں تو فوراً یہ شاخ کھول دی جائے۔ سب سے پہلے ایک نام میں خود پیش کرتا ہوں۔

### شبلی نعمانی

(۱) الہلال کے جدید پرچہ میں یونیورسٹی کے تین بڑے مقصد تفصیل سے لکھے ہیں، لیکن خود الہلال نے تسلیم کیا ہے کہ یہ موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے فضول باتیں ہیں۔

## شذرات

[اگست ۱۹۰۸ء]

### دارالعلوم ندوہ کی خوش قسمتی

ندوہ کا دارالعلوم جب لکھنؤ میں قائم کیا جا رہا تھا تو اکثر لوگوں نے اس بنا پر مخالفت کی کہ مسلمانوں کا صدر مقام ہمیشہ دہلی رہا ہے اس لئے دارالعلوم عام بھی وہیں قائم ہونا چاہئے لیکن دو چیزوں نے لکھنؤ کے حق میں ترجیح کا فیصلہ کیا، ایک یہ کہ یہ دوسو برسوں سے تمام ہندوستان کا مرکز علم لکھنؤ کا فرنگی محل ہے، درس نظامیہ جو آج تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے اس کے موجود اسی درس گاہ کے مورث اول ملا نظام الدین صاحب تھے۔ دوسرے یہ کہ لکھنؤ کے اطراف میں جس قدر دولت مند شرفا آباد ہیں اور کسی مقام میں نہیں۔ لیکن یہ نہایت افسوس کی بات تھی کہ جن لوگوں کی توقع پر دارالعلوم ندوہ قائم کیا گیا تھا، ان کی طرف سے آج تک کسی قسم کی توجہ کا ظہور نہیں ہوا۔ زیادہ افسوس اس کا تھا کہ صوبہ اودھ کے مشہور رئیس جناب سر راجہ تصدق رسول خاں صاحب جن کی علمی فیاضیوں کا بادل دور دور تک برس چکا ہے اور برستار ہوتا ہے، ان کے رشحات کرم سے ندوہ محروم ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ محض ندوہ کی بد قسمتی تھی، جناب موصوف نے سب سے پہلے ندوہ کی طرف دست کرم بڑھایا تھا، پھر ان کو ندوہ کی طرف سے کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور وہ فیاضیاں رک گئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ندوہ پھر اس قابل ہوا کہ جناب موصوف نے دوبارہ اس کی طرف عنایت کی نظر سے دیکھا اور اس کا پہلا مظہر یہ تھا کہ جناب راجہ صاحب نے تین سو روپیہ حال میں اس دارالعلوم کو مرحمت فرمائے۔ ہم کو اس وقت تعداد کے کم و بیش سے بحث نہیں ندوہ کی بڑی خوش

قسمتی صرف یہ ہے کہ جناب موصوف کو ندوہ کی طرف سے جو رکاوٹ تھی جاتی رہی۔ یہ واقعہ آئندہ بڑی بڑی کامیابیوں کا پیش خیمہ ہے۔

جناب موصوف کو گورنمنٹ نے جو خطاب کی سی۔ ایس۔ آئی۔ کا عنایت فرمایا ہے، شاید اس سے زیادہ صحیح موقع پر یہ خطاب کم استعمال ہوا ہوگا۔ جناب راجہ صاحب قدیم خاندانی شرفا میں ہیں۔ خاندانی رئیس ہیں۔ روشن خیال اور علم پرور ہیں۔ رفاہ عام کے کاموں میں ان کی فیاضیاں، شہرت کے آسمان پر ستارہ بن کر چمک رہی ہیں۔ میڈیکل کالج لکھنؤ، علی گڑھ کالج، مدرسہ صنعت وغیرہ ان کے احسانات سے گراں بار ہیں۔ اگر ان کو یہ خطاب نہ ملتا تو ہندوستان میں کون اس خطاب کا مستحق تھا؟ ہم سچے دل سے ان کو خطاب پر مبارک باد دیتے ہیں اور گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے تمام صوبہ اودھ کی خواہش پوری کی۔

حال میں جناب شاہ مولانا ابوالخیر صاحب غازی پوری کو گورنمنٹ نے خان بہادر کا خطاب عنایت فرمایا ہے۔ جناب موصوف نے غازی پور میں وقتاً فوقتاً عام معاملات میں گورنمنٹ کو جو امداد دی ہے، اس کی رو سے یہ خطاب بجا ہے۔ مولانا موصوف ندوہ کے ارکان انتظامی میں ہیں اس لئے ہم کو اس خطاب پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہم مولانا موصوف کو دل سے مبارک باد دیتے ہیں۔

جناب مولوی غلام محمد ہوشیار پوری کی تحریک سے حاجی محمد فتح صاحب اسٹور کیپر جالندھر نے مبلغ (۵۰۰ روپے) اس غرض سے بھیجے ہیں کہ ان کی زوجہ محترمہ کی یادگار میں دارالعلوم ندوہ میں ایک کمرہ بنوایا جائے۔ ہم تہہ دل سے حاجی صاحب موصوف کا شکریہ اور مرحومہ کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔“

اڈنبرا کی اسلامی سوسائٹی

پچھلے پرچہ میں ہم نے اس سوسائٹی کا اجمالی ذکر کیا تھا، اخبارات میں بھی اس کا نہایت مختصر تذکرہ شائع ہوا ہے۔ اب کی ڈاک میں ہمارے نام اس کے آنریری سکریٹری صاحب کا خط

آیا، چونکہ اس سے کسی قدر مفصل حالات معلوم ہوتے ہیں، ہم اس خط کو بحسنہ چھاپ دیتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ سوسائٹی کا مقصد صرف علمی ہے، پالیٹکس سے اس کو سروکار نہیں۔ اب تک اس کے ارکان نے جو علمی مضامین پڑھے ہیں اور جن کے عنوان علیحدہ روداد میں شائع ہو چکے ہیں سب علمی تحقیقات کے اہم مضامین ہیں۔

سوسائٹی کے اکثر ارکان اگرچہ دمشق، مصر اور ایران کے ہیں، لیکن ہم کو خوشی ہے کہ اس کے آنریری سکریٹری ہمارے ایک ملکی عزیز بھی ہیں یعنی مولوی مشرف الحق صاحب جو شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب کے نواسے ہیں اور سات آٹھ برس سے ولایت میں قیام پذیر ہیں۔ ان کو اسلامی تاریخ کی تحقیقات کا بہت شوق ہے اور اس کے متعلق انہوں نے مفید سرمایہ مہیا کیا ہے۔ ان کے خط کی نقل حسب ذیل ہے:

جناب عالی السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۸ء صادر ہوا، ایڈنبرا اسلامک سوسائٹی کی ہدایت سے میں آپ کو مطلع کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ سوسائٹی کا آنریری پریزیڈنٹ بننا قبول فرما کے جو عزت آپ نے ممبروں کو عطا فرمائی، اس کے لئے کمیٹی آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے اور مجھے عرض کرنے میں خوشی ہے کہ آپ بالاتفاق اس ممتاز عہدہ پر مقرر فرمائے گئے۔

آپ سے پیشتر جو بزرگ اس اعزازی صدارت کو قبول فرما چکے ہیں ان کے نام یہ ہے

ہیں:

سید امیر علی صاحب سی آئی ای، لنڈن

ہزاکسیلنسی محمد فرید بے قاہرہ

شیخ عبداللہ کوئیم لورپول

۲۷ جون کو لنڈن میں اعلیٰ حضرت خدیو مصر دام ملکہ نے سوسائٹی کے ڈپوٹیشن کو پیشی میں طلب فرما کر عزت افزائی فرمائی اور زبان مبارک سے نہایت پرسوز الفاظ میں جن سے جناب موصوف کی بیدار مغزی اور قومی ہمدردی کا ثبوت ملتا تھا، سوسائٹی کا پیٹرن (مربی) بننے میں مسرت ظاہر فرمائی۔ ڈپوٹیشن کو ہزاکسیلنسی رفعت بی سفیر دولت عثمانیہ اور مرزا مہدی قائم مقام سفیر



ایران سے بھی ملاقات کا صرف حاصل ہوا۔

آپ نے جو خدمت اپنی بیش بہا تصانیف سے اسلام کی کی ہے اس سے ہمارے مصری  
ممبر بھی بخوبی واقف ہیں۔

آپ کے عنایت نامہ کا بارگزر شکریہ ادا کرنے کے بعد میں ہوں

مشرف الحق

آنریری سکریٹری ایڈنبرا اسلامک سوسائٹی

☆☆☆

## شذرات

[ستمبر ۱۹۰۸ء]

۳۰ اگست ۱۹۰۸ء کو ندوۃ العلماء کی طرف سے جلسہ شکر یہ گورنمنٹ جس شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا اور جس کا میانی کے ساتھ ختم ہوا اس کے حالات انگریزی اور اردو اخبارات میں اس تفصیل کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں کہ اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، اجمالی طور پر یہ لکھ دینا کافی ہوگا کہ اس جلسہ میں دور دور مقامات سے جو معزز حضرات تشریف لائے اس سے ثابت ہوتا تھا کہ ندوۃ العلماء سے ملک کو عام دلچسپی ہے۔ اس جلسہ کا ایک فیض یہ تھا کہ مدت کے پچھڑے ہوئے مل گئے۔ مولانا مسیح الزماں خاں صاحب استاد حضور نظام اور مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب جو ندوہ سے علیحدگی کا اعلان بھی دے چکے تھے، اس جلسہ میں تشریف لائے اور جلسہ انتظامیہ کی کارروائیوں میں نہایت دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا۔ مولانا سلیمان اور ندوہ کا پہلا معاملہ

ع: درمیاں جان و جاناں ماجرائے رفدفت

اسی سلسلہ میں جلسہ انتظامیہ بھی نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ تقریباً دو ٹکٹ نمبر موجود تھے اور اکثر مہمات امور طے کئے گئے۔ سب سے بڑا مرحلہ یہ تھا کہ عربی زبان کے ساتھ انگریزی کا کس قدر حصہ شامل ہو سکتا ہے چونکہ ملک میں اس وقت ایسے اصحاب موجود نہیں ہیں جو عربی اور انگریزی دونوں زبانوں کے جامع ہوں، اس لئے اس مرکب نصاب کے بنانے میں ہمیشہ یک طرفہ فیصلہ ہوتا رہا ہے۔ انگریزی خواں اصحاب جو نصاب بناتے تھے اس میں وہ تمام مضامین بھر دیتے تھے جو انگریزی امتحانات کے لئے لازمی ہیں، جس کا یہ نتیجہ تھا کہ عربی بالکل دب جائے، اسی طرح علماء جو نصاب تیار کرتے تھے اس میں انگریزی کا ذرا بھی کھپت نہیں رہتی تھی۔ اس مرتبہ نہایت غور و فکر کے بعد یہ طے ہوا کہ عربی کی تعلیم کے ساتھ انگریزی زبان دانی انٹرنس تک

اور حساب ڈل کلاس تک شامل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسی اصول کے موافق مولوی محمد الدین صاحب آنریری ڈائریکٹر سرشتہ تعلیم نے نقشہ تقسیم اوقات مرتب فرمایا اور وہ باتفاق آراء منظور ہوا۔ اس قدر انگریزی درجہ مولویت تک آسکتی ہے، مولویت کے بعد دو برس اور تعلیم کے ہیں اس میں کوئی طالب علم چاہے تو صرف انگریزی پڑھ سکتا ہے اور اس طرح وہ انگریزی میں نہایت قابل ہو سکتا ہے۔

اس مرتبہ ارکان انتظامیہ کی جو جگہیں خالی ہوئیں ان کے بجائے جن حضرات کا انتخاب ہوا نہایت موزوں اور بجا ہوا یعنی [۱] جناب مولوی عزیز مرزا صاحب بی. اے. ہوم سکرٹری حضور نظام حیدر آباد دکن [۲] جناب مولانا عبدالسبحان صاحب رئیس و تاجرا عظم مدراس [۳] جناب مولوی حاجی رحیم بخش صاحب پریسیڈنٹ کونسل ریاست بہاول پور [۴] جناب نواب غلام احمد خاں صاحب مدراس [۵] جناب مولوی محمد الدین صاحب بی. اے. ڈائریکٹر سرشتہ تعلیم پنجاب [۶] جناب مولوی اظہر علی صاحب بی. اے. وکیل لکھنؤ۔ اب اس انتخاب کی وجہ سے ندوۃ العلماء کے ارکان میں تمام صوبوں کے معزز اور بااثر مسلمانوں کا نام نظر آئے گا۔ شاید کسی کو خیال ہو کہ ان حضرات میں کوئی عالم نہیں ہے لیکن جو جگہیں خالی ہیں وہ بھی غیر علماء ہی تھے اس لئے پہلی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہم کو نہایت خوشی ہے کہ دارالعلوم میں بھاشا اور سنسکرت کی تعلیم کے لئے ہم نے جو تحریک پیش کی تھی اور جس کے لئے پانچ روپیہ ماہوار دینے والے پانچ حضرات درکار تھے۔ اس میں ایک نام اور اضافہ ہوا یعنی جناب مولوی نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج نے بھی پانچ روپیہ ماہوار دینا منظور فرمایا ہے۔ اب صرف تین ناموں کی کمی رہ گئی ہے۔

جناب مولوی حمید الدین صاحب پروفیسر میور کالج الہ آباد نے دارالعلوم کے لئے (۵ روپے) ماہوار کا ایک وظیفہ جولائی ۱۹۰۸ء سے مقرر فرمایا ہے چنانچہ جولائی اور اگست کا چندہ دفتر میں آچکا ہے۔ مولوی صاحب موصوف سے دارالعلوم کو علمی فائدے بھی ہمیشہ پہنچتے رہتے ہیں۔

## شذرات

[اکتوبر ۱۹۰۸ء]

ہم نے اس سے پہلے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ دارالعلوم میں سنسکرت اور بھاشا کی تعلیم کے لئے ایک پنڈت مقرر کیا جائے جس کا مشاہرہ پانچ روپیہ ماہوار چندوں سے ادا کیا جائے۔ الحمد للہ کہ یہ تحریک بے اثر نہ رہی۔ اس سے پہلے ہم چند لوگوں کے نام لکھ چکے ہیں جنہوں نے اس خاص مد میں چندہ دینا منظور فرمایا ہے۔ اس وقت ہم ایک نام کا اور اضافہ کرتے ہیں جناب مولوی منظر وکیل ہائی کورٹ کلکتہ بھی اس مد میں پانچ روپیہ دینا منظور فرماتے ہیں۔

مسلمان اگر شادی بیاہ کی رسوم میں کفایت شعاری سے کام لیں اور بجائے اس کے اس دولت سے وہ قومی انجمنوں کی مدد کریں تو اسلامی انجمنوں کے مالی افلاس کا بہت کچھ علاج ہو سکتا ہے، خوشی کی بات ہے کہ قوم میں اس کا خیال پیدا ہوتا جاتا ہے۔

جناب محمد زمان خاں صاحب خطک مقام شیدو، تحصیل نوشہرہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ رسوم آتشیازی میں روپیہ ضائع کرنے کے عوض ان سے قومی انسٹی ٹیوشنوں کی مدد کی جائے، چند احباب نے تائید کی، چنانچہ جناب گل خاں اور سید میر خاں نے سو روپے قومی درس گاہوں کے لئے عنایت فرمائے، جس میں سے علی گڑھ کالج اور حمایت اسلام وغیرہ پر تقسیم ہو کر بیس روپے ندوہ کے حصہ میں آئے۔

نہایت افسوس ہے کہ جناب صفیہ جہاں بیگم بنت نواب والا جاہ امیر الملک سید صدیق

حسن خاں بہادر مرحوم نے گزشتہ ماہ کانپور میں انتقال کیا۔ دعا ہے کہ خدا مرحومہ کے فرزند نواب سید مرتضیٰ صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نواب سید مرتضیٰ صاحب نے اپنی والدہ مرحومہ کی یادگار میں ان کا کتب خانہ جو ان کو نواب صدیق حسن خاں بہادر سے ترکہ میں ملا تھا، ندوہ کو دے دیا ہے، ان کے نام سے دارالعلوم کی عمارت میں وہ ایک کمرہ بھی تعمیر کرانے والے ہیں۔

مولوی سید سلیمان جو ہمارے دارالعلوم کے ایک ہونہار طالب علم ہیں اور جن کے نام کو الندوہ کے مضامین نے قوم میں روشناس کر دیا ہے، جابجا سے ان کی مانگ آتی تھی، لیکن ان کی علمی ترقیوں کے لئے ہم دارالعلوم ہی میں ان کا رہنا پسند کرتے ہیں۔ آسان تھا کہ کسی ریاست میں ان کے لئے معتد بہ مشاہرہ کا بندوبست ہو جاتا۔ لیکن اس کے ساتھ ان کی علمی زندگی کا خاتمہ بھی ہو جاتا۔ اس بنا پر اب کے جلسہ انتظامیہ میں ارکان نے دارالعلوم میں عربی لٹریچر کی انشاپردازی کے لئے ان کا باضابطہ تقرر کیا اور ہم کو خوشی ہے کہ انہوں نے نہایت ایثار نفسی کے ساتھ اس عہدے کو قبول کر لیا۔ اس وقت قوم میں علم و دولت سے زیادہ ایثار نفسی کی ضرورت ہے۔ آریہ کالج لاہور، فرگیون کالج پونہ، ٹکنکل کالج کلکتہ میں وہ لوگ پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ روپیہ مشاہرہ پر کام کر رہے ہیں جن کو پانچ پانچ سو کی تنخواہیں مل سکتی ہیں، لیکن کیا مسلمانوں میں بھی اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے۔ حمایت الاسلام اور علی گڑھ کالج نے ہزاروں ایف اے اور بی اے پیدا کئے، لیکن ان میں ایک فرد بھی ایسا نہ نکلا جو ایثار نفسی کے ساتھ کالج میں کام کرتا۔ کیا یہ امر جدید تعلیم یافتہ گروہ کے چہرہ کا داغ نہیں ہے؟

ندوۃ العلماء کی زندگی کے جدید دور میں جو عظیم الشان کامیا بیاں حاصل ہوئیں وہ زیادہ تر جناب کرنل عبد المجید خاں بہادر فارن منسٹر ریاست پٹیالہ پنجاب کی خاموش کوشش ہیں۔ اس بنا پر جلسہ انتظامیہ نے نہایت شکر گزاری کے ساتھ ان کی بے غرض خدمات کا اعتراف کیا، لیکن جلیل القدر خدمات کی شکر گزاری کے لئے صرف اسی قدر خیال کافی نہ تھا، اس لحاظ سے ارکان نے آئندہ کامیابیوں کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے ان کو ندوۃ العلماء کا پیٹرن منتخب کرنا چاہا مگر ندوہ کے موجودہ

دستور العمل میں پیٹرن کا لفظ بہت محدود تھا اس لئے باتفاق یہ تجویز منظور ہوئی کہ موجودہ قانون میں ایک کمیٹی کے ذریعہ سے پیٹرن کے لفظ کو وسیع کر کے جناب کرنل صاحب موصوف کو اس کے دائرہ میں داخل کیا جائے۔

مسئلہ وقف اولاد کے متعلق میں نے جو رسالہ مرتب کیا تھا، اس کی چھ سو جلدیں الودہ کے ذریعہ شائع ہوئیں، اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس مسئلہ کے متعلق جن صاحبوں کو دلچسپی ہو مجھ سے خط و کتابت فرمائیں۔ کہیں سے کوئی خط نہیں آیا، اس بنا پر ضرور تھا کہ میں خود ہندوستان کے مشہور مقامات کا دورہ کر کے لوگوں سے وقف کے مبوریل پر دستخط کراؤں، لیکن اس اثنا میں مجھ کو بطلب سرکار حیدرآباد جانا پڑا اور دورہ ملتوی رہ گیا، انشاء اللہ موجودہ کاموں سے فارغ ہو کر اس غرض کے لئے بھی ہندوستان کا دورہ کروں گا۔

اخباروں سے معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ نے دارالعلوم کی عمارت کے لئے جو قطعہ زمین عنایت فرمایا ہے، اس پر تمام مسلمانوں نے امتنان ظاہر کیا، چنانچہ امرت سر، غازی پور، گورکھپور، شاہ جہاں پور، آگرہ وغیرہ میں اظہار شکر یہ کے لئے جلسے منعقد ہوئے، اور عالی جناب نواب لکھنؤ گورنر بہادر کی خدمت میں تار بھیجے گئے۔ اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی منت گزاری اور وفاداری کا اندازہ ہوتا ہے، دوسری طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قوم کو ندوہ کا بھولا ہوا خواب ذرا سے اشارہ سے یاد آ جاتا ہے۔



## شذرات

[نومبر ۱۹۰۸ء]

حکومت انگریزی کی پنجاہ سالہ جوبلی کی خوشی میں دارالعلوم ندوہ میں ایک دن کی تعطیل دی گئی اور جناب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ندوہ کی طرف سے مبارک باد کا تاریخ بھیجا گیا۔

### دارالاقامہ

ایک زبیدہ وقت کی فیاضی سے دارالعلوم ندوہ کی درس گاہ کی تعمیر کا انتظام ہو گیا، لیکن مدرسہ اس وقت تک اس میں منتقل نہیں ہو سکتا جب تک طلباء کے قیام کے لئے بورڈنگ [دارالاقامہ] نہ بن جائے۔ سر دست کم سے کم تین کمرے درکار ہیں جن میں ۶۰-۷۰ طلباء رہ سکیں۔ ایک کمرہ کی لاگت تخمیناً ایک ہزار ہوگی۔ ہماری خواہش تھی کہ جس طرح دارالعلوم کو صرف ایک خاتون کی فیاضی کا مرہون ہونا پڑا، اسی طرح یہ عمارت بھی صرف ایک دست کرم کی زیر بار احسان ہوتی، بھوپال کی طرف امید کے نگاہ اٹھ سکتی ہے لیکن اس کا فیصلہ ہماری قسمت کے ہاتھ میں ہے۔

بہر حال چونکہ ابھی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی، اس لئے امید ہے کہ اہل کرم ایک ایک کمرہ یا دو دو صاحب مل کر ایک ایک کمرہ بنوائیں۔ یہ کمرے اگر خاتونیں بنوائیں تو سب سے بہتر ہے، ورنہ خاتونوں کی یادگار میں ان کے اعزہ اور اقربا بنوائیں۔ یہ بھی نہ ہو تو مرد ہی خود اپنے نام سے بنوائیں، خاتونوں کی تخصیص ہم نے اس لئے کی تھی کہ ہماری خواہش تھی کہ دنیا میں ایک مذہبی عمارت صرف خاتونوں کے مصارف سے یا ان کی یادگار میں بنتی، جس سے اسلام میں عورت کی عزت اور احترام کا اندازہ ہو سکتا۔

ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ہر شہر کے مسلمانوں کی طرف سے ایک ایک کمرہ تیار ہو اور ان کمروں پر صرف شہروں کے نام لکھے جائیں، اس طریقہ سے کسی خاص شخص پر بار نہ ہوگا اور اس سے ثابت ہوگا کہ ہندوستان کے ہر شہر نے ندوہ کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔  
ہم کو قوی امید ہے کہ قوم اس تجویز کو نہایت خوشی سے قبول کرے گی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ دارالاقامہ کے بغیر محض درس گاہ ہمارے کس کام آسکتی ہے۔

سخت افسوس ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب کے والد مرحوم نے انتقال کیا۔ مولوی صاحب موصوف کے جو احسانات ندوہ پر ہیں اس کے لحاظ سے اور نیز ذاتی تعلقات کی بنا پر ہم نہایت تہہ دل سے مولوی صاحب کے ساتھ اس واقعہ میں ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## درجہ تکمیل

دس برس کے بعد اب وقت آیا کہ ندوہ کی تعلیم کا جو اصلی مقصد تھا، یعنی خاص فنون میں کامل الفن اشخاص پیدا کرنا، اس کی طرف توجہ کی جائے۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ ایک عام نصاب تعلیم جو دو سو برس ہوئے قائم کیا گیا، اس کے ساتھ یہ کسی کو خیال نہ آیا کہ خاص خاص فن کے بالغ العلوم ہونے کا بھی نصاب بنایا جائے اور ان کی جداگانہ تعلیم دی جائے جیسا کہ انگریزی میں ایم اے اور ال ال ڈی کی تعلیم ہے، حالانکہ علوم کی ترقی کی اصلی تدبیر یہی ہے، اس بنا پر دارالعلوم ندوہ میں اس سال یہ شاخ کھول دی گئی اور ابتداء علم کلام سے کی گئی، کیونکہ ہر حیثیت سے یہی علم آج سب سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے۔ علم کلام میں قدما کی تمام کتابیں اور جدید تصنیفات، اور فلسفہ حال کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ البتہ افسوس ہے کہ عربی زبان میں ابھی تک فلسفہ حال کی معمولی کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں۔

ہم نے خاتونان اسلام سے صیغہ عمارت کے لئے جو اپیل کی تھی، اس کے متعلق کسی قدر



غلطی ہوئی ہے یعنی اس کا دائرہ صرف خاتونوں پر محدود نہیں بلکہ جو لوگ اپنی کسی عزیز خاتون کی یادگار میں کوئی عمارت بنوائیں گے وہ بھی اس دائرہ میں داخل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی یادگار قائم ہو جائے جس سے ظاہر ہو کہ مسلمانوں کی قوم میں خاتونوں کی کیا قدر و منزلت تھی اور مردوں نے ان کی عزت کا کیا پایہ قائم کیا تھا۔

ہمارے عزیز دوست مسٹر یعقوب نے علی گڑھ گزٹ میں ایک مضمون اس عنوان پر لکھا ہے کہ علی گڑھ کالج میں مذہبی تعلیم محض سطحی اور ناکافی ہے۔ اس کا اثر دلوں پر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے انتظام کی کچھ تدبیریں بتائی ہیں۔ ہم نے ۱۶ برس تک کالج میں بسر کئے ہیں اور اس لئے مسئلہ پر نہایت غور و فکر کیا ہے۔ ایک دفعہ ہم نے ایک یادداشت بھی لکھ کر بھیجی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس قدر مشکل ہے کہ موجودہ حالت میں تو ہمارے ارکان خود اس مسئلہ پر چنداں وقت صرف نہیں کرتے، لیکن اگر کرنے بیٹھیں تب بھی اس مسئلہ کا حل کرنا سخت مشکل ہے۔ ہندوستان میں ایک عالم بھی ایسا نہیں مل سکتا، جو فلسفہٴ حال سے واقف ہو، اس لئے ایسے علماء کی تلقین و ہدایت کا اثر طلبا پر پڑنا، دور از کار ہے۔

ہمارے عزیز نے، جن لوگوں کو اس خدمت کے لئے انتخاب کیا ہے، ان میں ہمارا نام بھی ہے۔ لیکن اگر ہم کو خود بھی انتخاب کا اختیار دیا جائے تو ان کی فہرست میں ایک نام بھی نہیں رہ جائے گا۔ ایاز قدر خود بشناس، ہم خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہم لوگ فلسفہٴ حال کا کہاں تک مقابلہ کر سکتے ہیں، پہلے فارابی کی طرح فلسفہٴ جدید سیکھو، پھر غزالی بنو، فارابی بننے سے پہلے غزالی بننا حماقت ہے۔

الحمد للہ کہ ندوہ اور دارالعلوم کے سنگ بنیاد کا جلسہ نہایت خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔ جلسہ نہایت تزک و احتشام سے ہوا۔ ہندوستان کے ہر گوشہ سے معززین شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ ہر آنر نے اوڑھ لیس کے جواب میں جو اسپتج دی اس کا ایک ایک حرف ندوہ کے لئے آب حیات ہے۔ تفصیلی کیفیت آئندہ پرچہ میں درج ہوگی۔

☆☆☆

## شذرات

[دسمبر ۱۹۰۸ء]

# سنگ بنیاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا حیرت انگیز عظیم الشان جلسہ

بگذر ازین حرف و مکرر مپرس      خواب خوش دیدم و دیگر مپرس  
تند منے بود ، خسر ایم هنوز      دیدہ من بازد نحو اہم هنوز  
ہمارے آنکھوں نے حیرت فزاتماشا گاہوں کی دل فریبیاں بارہا دیکھی ہیں۔ جاہ و جلال کا  
منظر بھی اکثر نظر سے گذرا ہے۔ کانفرنسوں اور انجمنوں کا جوش و خروش بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ وعظ و  
پند کے پراثر جلسے بھی ہم کو متاثر کر چکے ہیں، لیکن اس موقع پر جو کچھ آنکھوں نے دیکھا، وہ ان سب  
سے بالاتر، ان سب سے عجیب تر، ان سب سے حیرت انگیز تھا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ  
مقدس علماء عیسائی فرمانروا کے سامنے دلی شکر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے۔ یہ پہلا موقع تھا  
کہ شیعہ و سنی ایک مذہبی تعلیم گاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ  
ایک مذہبی درس گاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ (مسجد نبوی کا ممبر بھی  
ایک نصرانی نے بنایا تھا) غرض یہ پہلا موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے، نصرانی، مسلمان،  
شیعہ، سنی، خفی، وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کجکلاہ سب جمع تھے، مصرع

آباد ایک گھر ہے جہاں خراب میں

ہزار لفظ گورنر بہادر ملک نے منظور فرمایا تھا کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھیں گے۔ یہ تقریب ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو عمل میں آئی۔ چونکہ ندوہ کا سالانہ جلسہ بھی انہی تاریخوں میں ہونے والا تھا، اس لئے دو طرفہ کشش کی وجہ سے گویا تمام ہندوستان امنڈ آیا۔ افسوس یہ ہے کہ یہ کوئی تعطیل کا زمانہ نہ تھا، ورنہ شاید منتظمین جلسہ انتظامی مہمانداری میں ہار جاتے۔ معزز شرکاء نے جلسہ میں علماء میں سے مولوی مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولوی شاہ ابوالخیر صاحب غازی پوری، مولانا ذاکر حسین صاحب، مولوی ابن حسن صاحب مجتہد العصر، مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواری، مولوی نظام الدین صاحب جھجری، مولوی مسیح الزماں خاں صاحب استاد حضور نظام اور ارباب وجاہت میں سے جناب آنریبل راجہ صاحب محمود آباد، جناب سر راجہ صاحب جہانگیر آباد، نواب وقار الملک، کرنیل عبدالحمید خاں فارن مئسٹر پیٹالہ، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، شیخ عبدالقادر بیرسٹر، حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب رئیس علی گڑھ، خان بہادر سید جعفر حسین صاحب، مولوی محمد حسین صاحب مقبرہ رئیس بمبئی، بابو نظام الدین رئیس امرت سر، حاجی شمس الدین صاحب سکریٹری حمایت الاسلام لاہور، مرزا ظفر اللہ خاں صاحب سب حج جالندھر، شیخ سلطان احمد رئیس ہوشیار پور، خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب رئیس امرت سر، راجہ نوشاد علی خاں صاحب، صفی الدولہ نواب علی حسن خاں لکھنؤ، حافظ نذر الرحمن صاحب رئیس عظیم آباد جلسہ میں شریک تھے۔

تین بجے سے ذرا پہلے تمام لوگ بہ اسلوب بیٹھ گئے اور ارکان انتظامیہ ندوہ ہزار کے استقبال کے لئے لب فرش، دورویہ صف باندھ کر کھڑے ہوئے، کمشنر صاحب لکھنؤ نے سکریٹری دارالعلوم (شبلی نعمانی) کو لفٹ گورنر صاحب بہادر سے ملایا اور پھر سکریٹری موصوف نے تمام ارکان انتظامیہ کا ایک ایک کر کے لفٹ گورنر سے تعارف کرایا۔ ہزار سرخ بانات کے خیمہ میں لیڈی صاحبہ کے ساتھ چاندی کی کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اول دارالعلوم کے قاری نے قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کیں، پھر شاہ سلیمان صاحب پھلواری نے ہزار سے اڈریس پڑھنے کے اجازت طلب کی۔ مولوی مشیر حسین قدوائی نے اڈریس پڑھا۔ ہزار نے نہایت خوش لہجگی اور صفائی سے اڈریس کا جواب دیا۔ مولوی خلیل الرحمن نے عربی اڈریس جو سائن پر چھپا تھا، زریں

کارچو بی خریطہ میں رکھ کر پیش کیا، ہنر آنر نے خود اپنے ہاتھ میں لے کر اڈیکا نگ کے حوالے کیا، پھر سنگ بنیاد نصب کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور مولوی شاہ ابوالخیر صاحب، کرنیل عبدالحمید خاں صاحب، آنر ایبل راجہ صاحب محمود آباد، نواب وقار الملک، حافظ عبدالحمید صاحب رئیس کانپور، نواب علی خاں صاحب رئیس بھوپال، منشی احتشام علی صاحب رئیس کاکوری، منشی اطہر علی صاحب بی، اے وکیل لکھنؤ، حکیم عبدالعزیز صاحب، حکیم عبدالولی صاحب، مولوی محمد نسیم صاحب وکیل، ان کے ساتھ گئے تھے۔ سنگ بنیاد کے نصب کرنے کے وقت دوبارہ قاری صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی، واپسی کے وقت ارکان انتظامیہ نے موٹر کار تک مشایعت کی اور یہ دلفریب تماشہ ختم ہو گیا۔

ندوہ کاڈریس (اردو) اور ہنر آنر کا جواب تمام اخباروں میں شائع ہو چکا ہے، اس لئے ان کے درج کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ عربی اڈریس چونکہ کسی اخبار میں شائع نہیں ہوا اس لئے ہم اس کو درج کرتے ہیں۔



## شذرات

[فروری ۱۹۰۹ء]

## سال نو

۱۳۲۶ھ ختم ہو گیا اور ۱۳۲۷ھ شروع ہوا۔ گذشتہ سال میں الندوہ نے ۳۵ مضامین مختلف عنوان پر لکھے۔ یہ مضامین کس حیثیت کے تھے اور قوم و ملک نے ان کو کس نگاہ سے دیکھا، اس کا فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ آئندہ سالوں میں الندوہ علم و مذہب اور قوم کی اس سے زیادہ خدمت کر سکتا ہے اگر ملک کے اہل قلم اس کی طرف متوجہ ہوں۔

جناب اہلیہ منشی محمود خاں صاحب پروفیسر فرگیون کالج پونانے ننانونے روپے بغرض تعمیر ہمارے پاس بھیجے ہیں۔ ہم کو یہ دیکھ کر مسرت ہے کہ مسلمان خاتونوں نے ہماری تحریک کو نظر قبول سے دیکھا۔ قوم کو سچی مسرت اس وقت ہوگی جب وہ خاتونان اسلام کی امداد سے بنا ہوا دارالعلوم اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔

جناب نواب رستم علی خاں صاحب و نواب محمد عمر دراز علی خاں صاحب رئیس اعظم کرناٹک نے سو روپے اور جناب سید شمس الدین صاحب منصف قصبہ پندواون خان ضلع جہلم نے بھی سو روپے ندوہ کو عنایت فرمائے ہیں۔ ہم ان قومی محسنین کے دل سے شکر گزار ہیں۔

ہندوستان کی بعض اسلامی انجمنوں نے ندوۃ العلماء کی کامیابی پر اور اس امر پر کہ اس نے حسب مقتضائے زمانہ علماء پیدا کرنے شروع کر دئے مبارک باد اور شکریہ کارز پالیٹیشن پاس کیا، گو ہم ابھی ندوہ کی موجودہ کامیابی کو حقیقی کامیابی نہیں سمجھتے لیکن اس سے اس امر کا ثبوت ہوتا ہے کہ قوم ندوہ کی ترقی کے لئے چشم براہ ہے۔ اگر قوم نے مدد کی اور خدا کا فضل شامل رہا تو وہ دن ہماری اصلی کامیابی کا ہوگا، جب دارالعلوم کے درجہ تکمیل سے کامل الفن طلبہ طیار ہو کر نکلیں گے۔

”کیا اسلام اصلاح پذیر ہے“ کے عنوان سے ایک مسلمان تعلیم یافتہ نے ۱۴ نومبر کے پانسر میں ایک مضمون لکھا ہے، جس میں وراثت، طلاق، نماز، سود، فقہ اسلامی کی اصلاح کے متعلق خیالات ظاہر کئے ہیں اور اس امر پر زور دیا ہے کہ مدنی آیتیں قرآن مجید سے خارج کر دی جائیں کیونکہ وہ مدینہ میں صرف عربوں کے لئے اتری ہیں۔ ان بے ہودہ اعتراضات کے بارہا جوابات دئے جا چکے ہیں اور آئندہ بھی دئے جائیں گے لیکن اس وقت تم اس سے اندازہ کرو کہ نوجوان تعلیم یافتوں میں مذہب کی کتنی عزت باقی ہے، کیا اب بھی تم کو ندوہ کے مقاصد سے انکار ہو سکتا ہے؟

آخر میں مضمون نگار لکھتا ہے ”ایسا زمانہ صرف انگریزی تعلیم کی بدولت ہم کو نصیب ہوگا، اس لئے ہم کو نہایت ہوشیاری سے خبردار رہنا چاہئے کہ کہیں ندوۃ العلماء کی تبلیغ ہماری ان کوششوں کو سست نہ کر دے جن سے ہم اعلیٰ تعلیم کو ترقی دینا چاہتے ہیں، جو سرسید کا مقدس مقصد تھا۔ کیا اس تصریح کے بعد بھی بعض متعصب حضرات یہ کہیں گے کہ نوجوان تعلیم یافتوں کی طرف سے کبھی ندوہ کی مخالفت نہیں کی گئی۔ اس غلط فہمی کا کیا علاج ہے کہ ندوہ انگریزی تعلیم کا مانع ہے۔ اس مضمون کو لاہور کے ایک عیسائی رسالہ نے نہایت فخر کے ساتھ نقل کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ خود مسلمانوں کے اسلام کی اصلاح کے متعلق کیا خیالات ہیں۔ ہمارے مسلمان نوجوان تعلیم یافتوں کو اور عیسائی احباب کو اس مسیحی فاضل سے عبرت حاصل کرنا چاہئے جس کا لکچر آئندہ صفحوں میں درج ہے۔

## شذرات

[مارچ ۱۹۰۹ء]

ایک طرف تو ہمارے بعض احباب ندوہ کے اثر کے مٹانے میں مصروف ہیں، دوسری طرف قوم خود ندوہ کے اثر، مقاصد، ضرورت کو تسلیم کرتی جاتی ہے۔ ندوہ کے مقاصد میں عربی تعلیم کی اصلاح سب سے زیادہ اہم مقصد ہے۔ اس بنا پر اس نے اپنے خاص دارالعلوم کے لیے ایک خاص نصاب مرتب کیا ہے جو اس میں جاری ہے لیکن اس کی کوشش ہے کہ یہ خیال عموماً عربی مدارس میں پھیل جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب یہ خیال بعض مدارس میں پھیلتا جاتا ہے، چنانچہ اس کے متعلق مدرسہ انوار العلوم گیا سے ایک خط موصول ہوا ہے جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

”ناظم مدرسہ کا خیال ہے کہ مدرسہ انوار العلوم میں دارالعلوم ہی کے موافق تعلیم دی جائے اور وہی کتابیں جو ندوہ میں پڑھائی جاتی ہیں، یہاں بھی پڑھائی جائیں لیکن ندوہ کو یونیورسٹی یا کالج قرار دیا جائے اور اس کو ایک معمولی اسکول، لہذا ازراہ حمیت اسلامی آپ نصاب تعلیم کو بھیج دیجئے، یا جو کتابیں آپ کے نزدیک یہاں کے لئے مفید ہوں ان کا نام تحریر فرمائیے اور جو کتابیں فلسفہ حال میں لکھی گئی ہیں ان کا نام بھی مع پتہ تحریر فرمائیے۔“

ندوہ کو یونیورسٹی یا کالج بنانا تو خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن ہم نصاب تعلیم کی اصلاح میں مہتممان مدرسہ انوار العلوم کو ہر قسم کی مدد اور مشورہ دینے کو تیار ہیں۔

ملک میں جا بجا جو اسلامی انجمنیں قائم ہیں، خدا کا شکر ہے کہ وہ ندوہ کے اثر اور عمدہ نتائج سے متاثر ہوتی جاتی ہیں۔ حال میں ہمارے دارالعلوم کے تعلیم یافتہ مولوی سید سلیمان صاحب نے

انجمن اتحاد بارگاہ نوان مونگیر کے سالانہ جلسہ میں جو تقریر کی اس سے متاثر ہو کر ارکان انجمن نے ہمارے پاس ایک رزلویشن پاس کر کے روانہ کیا ہے، جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

”انجمن اتحاد بارگاہ نوان ندوۃ العلما کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ اس مقدس جماعت نے اپنے ذمہ ایک ایسا کام لیا ہے جس کے بحسن و خوبی انجام پانے پر ہندوستانی مسلمانوں کی ترقی کا دار و مدار ہے، دارالعلوم ندوہ ملک کے ہر جانب ایسے علما بھیج رہا ہے جس کی قوم کو سخت ضرورت تھی اور ہے۔ یہ انجمن خوش ہے کہ گورنمنٹ نے بھی اب ندوۃ العلما کے ساتھ ہمدردی کی ہے۔ ان نمایاں کامیابیوں پر یہ حقیر انجمن بھی ندوۃ العلما کو مبارک باد دیتی ہے اور دل سے دعا کرتی ہے کہ خدائے پاک اپنے رسولؐ کے صدقے سے ندوہ کی کوششوں میں برکت اور روز افزوں ترقی اور کامیابی عطا فرمائے، آمین۔“

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حسن تقریر کے ساتھ ارکان انجمن کو جس چیز نے زیادہ گرویدہ کیا ہے، وہ ان کی ایثار نفسی اور استغنا ہے، جو انہوں نے مصارف سفر کے لینے میں ظاہر کی اور یہ چیز دارالعلوم کی خصوصیات میں ہے۔

حال میں جناب سیٹھ محمد اسماعیل صاحب مغموم رئیس مدراس نے اپنے عزیز بھائی کی شادی میں دارالعلوم کے صیغہ تعمیر میں دوسو پچاس روپے مرحمت فرمائے ہیں۔ جناب سیٹھ صاحب کا اس موقع پر دارالعلوم کو یاد رکھنا، ان کے کمال خلوص اور مذہبی ہمدردی پر دل ہے۔ ہم سیٹھ صاحب موصوف کو مبارک باد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ تمام قوم اس قابل قدر مثال کی تقلید کرے گی۔ مولانا عبدالباق صاحب رئیس مدراس کی توجہ سے دارالعلوم کے بورڈنگ کے لئے اس سے پہلے بھی معقول رقم مل چکی ہے اور یہ رقم بھی مولانا موصوف کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ہم مولانا موصوف کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حال میں جناب نواب حسن علی خاں صاحب بہادر و نواب نور الحسن خاں صاحب بہادر رئیس بھوپال کے صاحبزادے اور صاحبزادیوں کا جو عقد نکاح ہوا، اس میں بعض احباب کی تحریک پر نواب حسن علی خاں بہادر نے علی گڑھ کالج اور اسلامیہ اسکول اٹاواہ کے لیے ایک معقول رقم عطا



فرمائی۔ لیکن دارالعلوم ندوہ کی طرف سے کسی قسم کی تحریک نہیں کی گئی، تاہم انہوں نے تین سو روپیہ دارالعلوم کو بھی عنایت فرمایا، نواب صاحب موصوف کو دارالعلوم ندوہ کے ساتھ جو خصوصیات و تعلقات ہیں ان کی بنا پر ہم کو نواب صاحب کی ذات سے بھی توقع تھی، لیکن اس تقریب میں یہ بات اور بھی زیادہ مسرت خیز اور حیرت انگیز ہے کہ جناب نواب نور الحسن خاں صاحب رئیس بھوپال کی بیگم صاحبہ نے بلا کسی قسم کی تحریک دفتر میں پچاس روپے روانہ فرمائے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ عورتیں عموماً بیہودہ مراسم کی موجد اور پابند خیال کی جاتی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جناب بیگم صاحبہ کو ندوہ کے ساتھ دلچسپی کی کوئی وجہ نہیں، ایسی حالت میں یہ عطیہ ایک ایسی روشن مثال ہے جس کی تقلید نہ صرف عورتوں پر بلکہ مردوں پر بھی ضروری ہے۔ ہم جناب صاحب موصوف اور بیگم صاحبہ کو تہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اس عقد کے نتائج نہایت مسرت خیز ہوں۔

حیدرآباد کی آمد و رفت میں، ندوہ کے بہت سے ضروری کاموں کا سلسلہ بار بار درہم ہو گیا، لیکن بہر حال، وہ کام بھی ندوہ سے کچھ کم ضروری نہ تھا اور خدا کا شکر ہے کہ باحسن وجوہ انجام پایا جس کی تفصیل علیحدہ عنوان کے ذیل میں آتی ہے۔

اب کی جلسہ انتظامیہ ندوہ میں جو اہم امور پیش ہوں گے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ جدید اسٹاف کا تقرر، یعنی ایک لائق بی. اے. جس کے لیے یہ ضرور ہے کہ مسلمان ہو اور مذہبی احکام اور شعائر اسلام کا پابند ہو، عربی کا ادیب جو عربی نظم و نثر پر پورا قادر ہو اور قدیم عربی کے ساتھ عرب کی جدید زبان سے بھی واقف ہو، یہ بھی زیر تجویز ہے کہ کسی قابل شخص کو عربی قدیم اور جدید کی تکمیل کے لیے مصر یا بیروت بھیجا جائے۔

۲۔ درجہ تکمیل کا افتتاح، یعنی وہ شاخ جس میں فارغ التحصیل طلبا صرف ایک فن مثلاً تفسیر یا علم کلام، یا فقہ وغیرہ لیں گے اور دو برس تک اس میں تعلیم پائیں گے۔ یہی درجہ ہے جو ندوہ کا اصلی مقصود ہے، اس درجہ میں انگریزی زبان سیکھنا بھی لازمی ہوگا۔

۳۔ ابتدائی سائنس جو ندوہ کے نصاب میں رکھی گئی ہے۔ اس کی تعلیم کا ابھی تک کوئی

سامان نہیں ہے۔ اس لیے تجویز ہے کہ بعض طلباء کو علی گڑھ بھیجا جائے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے منظور کیا ہے کہ وہ ان طلباء کو خارج از اوقات کالج سائنس کی تعلیم دیں گے۔ یہ طلباء وہاں تعلیم پا کر اس قابل ہوں گے کہ عربی زبان میں جو سائنس کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں اور جو ندوہ کے نصاب میں داخل ہیں ان کو پڑھا سکیں۔

یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ندوہ کا جادو ہر جگہ چل گیا لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہر جگہ ندوہ کے اصول پر عمل شروع ہو گیا۔ جامع از ہر جو مسلمانوں کا سب سے بڑا دارالعلوم ہے اور جو اس وقت تک ہندوستان کے عام عربی مدرسوں کی طرح، قدیم طریقہ تعلیم سے ذرہ بھر ہٹنا نہیں چاہتا تھا، اب اس میں جدید علوم و فنون داخل ہو گئے اور اس کی نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم کا جدا گانہ مستقل قانون بن گیا۔ حیدر آباد کا دارالعلوم بالکل ندوہ کے نمونے پر قائم کیا جا رہا ہے۔ بنگال کے عربی مدارس کی اصلاح کے لئے ایک بڑی مقتدر کمیٹی قائم ہوئی اور اصلاحی امور طے پا گئے۔ لکھنؤ کا فرنگی محل، جو ہندوستان کا کیمبرج اور آکسفورڈ رہ چکا ہے اور جہاں کے علماء اب تک اسی نقشہ پر قائم ہیں۔ انہوں نے عربی نصاب میں اگرچہ کچھ تبدیلی نہیں کی لیکن انگریزی زبان لازمی کر دی، ان حالات کے ساتھ تعجب ہوتا ہے کہ ابھی تک بہت سے بلکہ اکثر مدارس اسی ضد پر قائم ہیں اور اس کو فخر سمجھتے ہیں کہ گرمی میں بھی جائزوں کے کپڑے استعمال کریں لیکن یہ کب تک، وہ تعلیم جس میں نہ جدت ہو، نہ جوش، نہ اثر، نہ زمانے کی ضرورت کا لحاظ، کب تک لوگوں کو گرویدہ رکھ سکتی ہے۔

زبت نہ گوشہ چشمتے نہ چین ابروئے

بہ حیرتم کہ دل برہمن ز کف چوں شد

ہمارے دوست فتح محمد صاحب اسٹور کیپر جالندھر جو پہلے بھی ندوہ کو ایک معقول رقم عطا کر چکے ہیں اب انہوں نے پچاس روپے سالانہ جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب کی حین حیات تک دینا منظور کیا ہے اگر دو چار صاحب اور اس شرط پر ندوہ کو سالانہ رقمیں دینا منظور کریں تو ہم کارکنان قضا کی خدمت میں باقاعدہ درخواست بھیج دیں کہ جناب شاہ صاحب موصوف کم از کم قیامت تک وہاں کی حاضری سے معاف رکھیں جائیں۔

ریاست اندور نے بہ تقریب ولادت ولی عہد، ایک سو پچیس روپے ندوہ کو اس غرض سے بھیجے ہیں کہ یتیموں کے مصارف میں صرف کئے جائیں۔ ریاست اندور ایک ہندو ریاست ہے، کیا خدا کی شان ہے کہ وہ ندوہ کے نام سے واقف ہے۔ ندوہ کی اعانت کرنا بہتر سمجھتی ہے۔ ندوہ کو ایسی خوشی کے موقع پر یاد کرتی ہے لیکن ہماری اسلامی ریاستیں رام پور، پالن پور، جنجیرہ، ڈھاکہ وغیرہ وغیرہ ندوہ کے نام سے بھی واقف نہیں۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم  
کہ با من ہر چہ کرد، آں آشنا کرد

☆☆☆

## شذرات

[اپریل ۱۹۰۹ء: اول]

**نقشہ دارالعلوم :** ناظرین کو شاید یہ معلوم ہوگا کہ دارالعلوم ندوہ کی تعمیر کا کام اس لئے شروع نہیں ہو سکا تھا کہ عمارت کا نقشہ بن کر تیار نہیں ہوا تھا۔ ۲ مئی ۱۹۰۹ء کو خان بہادر سید جعفر حسین صاحب نے جو انجینئری کے فن میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں، نقشہ تیار کر کے جلسہ انتظامیہ میں پیش کیا۔ یہ نقشہ اس قدر خوبصورت، موزوں اور جامع حیثیات ہے کہ تمام حاضرین نے بے ساختہ داد دی۔ بیچ کا کمرہ اس قدر وسیع رکھا گیا ہے کہ ایک ہزار کرسیوں کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ۳۱ وسیع اور موزوں کمرے، تعلیم اور دیگر ضروریات کے لئے رکھے ہیں۔ سید صاحب موصوف نے اس کے ساتھ ۵۰ صفحات کی ایک رپورٹ لکھ کر دی ہے جس میں عمارت کے ہر پہلو پر بحث کی ہے، اور لاگت کا اس قدر صحیح اسٹیمٹ متعین کر دیا ہے کہ ایک چیز بھی باقی نہیں رہی۔ فن انجینئری کے دقائق نقشے میں ملحوظ رکھے ہیں، ان کا اندازہ صرف ماہر فن کر سکتا ہے، لیکن ایک ظاہر ہیں اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ عمارت تیار ہوگی تو خوبی اور نظر فریبی کی تصویر ہوگی۔ اس بنا پر جلسہ انتظامیہ میں بڑے جوش کے ساتھ ان کے شکریہ کا ووٹ پاس کیا گیا، عمارت اب فوراً شروع ہو جائے گی۔

سید صاحب موصوف نے موقع کو دوبارہ دیکھ کر دارالاقامت (بورڈنگ) کا خاکہ بھی قائم کر لیا ہے اور بہت جلد اس کا نقشہ تیار کر کے بھیج دیں گے، تاکہ تعمیر شروع ہو جائے اور جن صاحبوں نے دارالاقامت کے کمروں کے لئے روپے بھیجے ہیں ان کے نام نامی جلد تر کمروں کی پیشانی پر نظر آئیں۔

**دارالعلوم کا جدید اسٹاف اور درجہ تکمیل:** دارالعلوم میں علم ادب اور

انگریزی اور ریاضی کے لئے جدید اسٹاف کا تقرر ہو گیا۔ ادب کے لئے مولوی سید محمد صاحب بمشاہرہ (۱۵۰ روپے) مقرر کئے گئے۔ نائب ادیب کے عہدہ پر سید سلیمان کا تقرر ہوا۔ انگریزی کی ہیڈ ماسٹری پر قاضی تمذ حسین صاحب ایم اے ممبر رائل ایشیاٹک سوسائٹی جو اپنے علمی مضامین کی وجہ سے کسی حد تک روشناس ہو چکے ہیں، مقرر کئے گئے۔ تین اور انگریزی ماسٹر اور ایک ریاضی داں کا تقرر ہوا۔

## درجہ تکمیل

ندوہ کا اصلی مقصود درجہ تکمیل کا کھولنا تھا، یعنی وہ درجہ جس میں فارغ التحصیل طلبا صرف ایک فن کو لے کر دو برس تک اس فن کو پڑھیں اور اس میں کمال پیدا کریں، چنانچہ سر دست علم کلام اور فن ادب کے متعلق درجہ تکمیل کھول دیا گیا۔

کرنل عبدالحمید خاں صاحب نے ندوہ کے استحکام اور ترقی میں جو کوششیں کیں اس کی بنا پر اب کی جلسہ انتظامیہ نے حامی ندوہ کا معزز عہدہ ان کے لئے تجویز کیا اور ندوہ کے لٹریچر میں اب ان کا نام ہمیشہ اسی خطاب کے ساتھ لیا جائے گا۔

## اضلاع سرحدی کا مختصر دورہ: مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل

ندوہ پشاور میں، مقصد ندوہ کی اشاعت کے لئے گئے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے خواہش کی کہ خاکسار اور مولانا شاہ سلیمان صاحب کی زبان سے یہ مقاصد زیادہ دل نشین ہوں گے۔ اس تحریک پر ۲۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو ہم لوگ لکھنؤ سے روانہ ہوئے اور ۲۴ مارچ کی صبح پشاور پہونچے۔ اگرچہ ٹرین وہاں کسی قدر رات رہے پہونچتی ہے تاہم اکثر معززین اسٹیشن پر موجود تھے، جن میں حاجی کریم بخش صاحب سیٹھی تاجر اعظم، اور مسٹر عبدالعزیز ایم اے اسٹنٹ ریونیو کمشنر وغیرہ حضرات بھی تھے۔ حاجی کریم بخش صاحب بہت بڑے تاجر ہیں اور حیرت یہ ہے کہ دولت مند ہونے کے ساتھ عالم بھی ہیں۔ گویا مسلمانوں میں بھی علم اور دولت کا ساتھ ہو سکتا ہے، ہم لوگ انہیں کے مہمان ہوئے اور انہوں نے جس محبت اور فیاضی سے میزبانی کی ان کے شایان شان تھا۔

نواب سر کرنل اسلم خان صاحب کی سی۔ آئی۔ ای۔ اور صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ کے ہاں دعوتیں ہوئیں۔ محمدن کلب کے ممبروں نے ڈنر دیا، ان سب صحبتوں میں ندوہ کے تذکرے رہے، خصوصاً ڈنر کے بعد جب نواب اسلم خان صاحب نے میرے شکریہ کی تحریک کی تو میں نے جواب میں ندوہ کے متعلق مفصل تقریر کی، اس ڈنر میں سرحد کے بعض بہت بڑے بڑے سردار شریک تھے۔

حسن اتفاق یہ ہے کہ انہیں دنوں وہاں کے چیف کمشنر نے جو یہاں کے لفٹنٹ گورنر کے ہم رتبہ ہیں بڑا دربار کیا تھا، جس میں سرحد کے تمام رؤسا اور خوانین شریک ہوئے تھے اس کے ساتھ گارڈن پارٹی بھی تھی جس میں ہم لوگ بھی مدعو کئے گئے تھے۔

چیف کمشنر سے میں مکان پر بھی ملا۔ ان کی ملاقات کا ڈھنگ تمام ہندوستان کے حکام انگریزی سے الگ ہے۔ ملاقاتوں کے لئے ایک خاص کمرہ ہے جس میں پر تکلف کرسیاں، کوچین میز وغیرہ ہیں، جو شخص آتا ہے پہلے وہاں بیٹھایا جاتا ہے اور اس کے سامنے چائے، حقہ، سگریٹ، سوڈا، لیمنیڈ، پیش کیا جاتا ہے، لوگ خوب حقہ اڑاتے ہیں، چائے پیتے ہیں اور باہم گلچن کرتے ہیں۔ نماز کا وقت آجائے اور کوئی نماز پڑھنا چاہے تو وضو کے لئے پانی اور جانماز بھی موجود رہتی ہے۔ چیف کمشنر صاحب نہایت خوش اخلاق ہیں، ملاقات کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چلتے ہوئے دروازہ تک پہنچاتے ہیں۔ رخصت ہونے کے وقت کہا کہ ”خدا آپ کو دیر تک زندہ اور سلامت رکھے“ اور غالباً یہ فقرہ سب کے لئے مبذول ہے۔

محمدن کلب ہال میں وعظ اور لکچروں کے متعدد جلسے ہوئے اور نہایت کثرت سے لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ وداعی جلسہ میں میں نے صرف ندوہ کے مقاصد پر تقریر کی اور لوگوں پر خاص اثر ہوا۔ تقریر کے بعد لوگوں نے خواہش ظاہر کی یہاں بھی معین الندوہ یعنی ندوہ کے مؤید ایک انجمن قائم کی جائے، چنانچہ بزرگان ذیل نے خود اپنے نام پیش کئے:

جناب سردار میر عالم خاں صاحب اکسٹرا اسٹنٹ پشاور پریسیڈنٹ  
جناب میر جمیل احمد صاحب ناظر چیف کمشنر صاحب صوبہ سرحدی سکریٹری  
جناب میاں عبدالعزیز صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر پشاور ممبر

- ” جناب راجہ سراج الدین تحصیلدار
- ” جناب میاں عنوان الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور
- ” جناب محمد عظیم خاں صاحب اسٹنٹ سرجن پشاور
- ” جناب قاضی محمد اکبر جان صاحب جاگیردار پشاور
- ” جناب قلی خاں صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ
- ” جناب مولوی سعید صاحب اسٹنٹ انجینئر پشاور
- ” جناب مرزا غلام صدیقی صاحب سپرنٹنڈنٹ ریونیو کمشنر صاحب
- صاحب بہادر صوبہ سرحدی
- ” جناب محمد عظیم خان صاحب تحصیلدار ایبٹ آباد ضلع ہزارہ
- ” جناب میاں محمد تقسیم خاں صاحب ٹھیکہ دار پشاور
- ” جناب میاں بدر الدین ہیڈ کلرک دفتر ریونیو کمشنر صاحب
- ” جناب میاں وسیع الدین صاحب آرکیولا جکل سروے
- پرشل اسٹنٹ جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب
- ” جناب مفتی محمد شریف صاحب سب انسپکٹر پولیس صدر تھانہ پشاور
- ” جناب بابا نور محمد صاحب وٹرنری اسٹنٹ چھاؤنی پشاور
- ” جناب مفتی محمد حسین صاحب ناظر محکمہ جوڈیشیل کمشنر
- صاحب بہادر صوبہ سرحدی

اگرچہ پشاور کے بزرگوں نے پہلے ہی مولوی غلام محمد شملوی کے جانے کے وقت ندوہ کے لئے چندہ کی ایک رقم فراہم کر کے بھیج دی تھی، تاہم میر جمیل صاحب نے چاہا کہ جیسا کہ ندوہ کے سالانہ اجلاس میں قرار پایا ہے کہ دارالاقامت (بورڈنگ) کا ایک ایک کمرہ، ایک ایک شہر کے مسلمانوں کی طرف سے بنوایا جائے، اور اس کمرہ کی پیشانی پر اس شہر کا نام کندہ کیا جائے۔ اس تجویز کے موافق پشاور کی طرف سے بھی ایک کمرہ بنوایا جائے، چنانچہ اس کی کارروائی شروع ہوگئی اور امید ہے کہ عنقریب ایک ہزار رقم مہیا ہو جائے، اس رقم میں سے سو روپے ہمارے پاس چک

کے ذریعہ سے آ بھی گئے ہیں جو میاں محمد تقسیم صاحب نے عنایت فرمائے ہیں۔

پشاور میں جن بزرگوں نے ندوہ کے ساتھ نہایت ہمدردی اور سرگرمی ظاہر کی، ان میں میر جمیل احمد صاحب، میاں عبدالعزیز صاحب، ڈاکٹر عظیم الدین صاحب، شیخ غلام محمد صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کا نام خصوصیت کے ساتھ لینے کے قابل ہے۔ ہمارے میزبان حاجی کریم بخش صاحب کو خدا نے اس قدر مقدرت دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اکیلے ندوہ کا دارالافتاء بنوا سکتے ہیں، تاہم انہوں نے دس روپے ماہانہ ندوہ کے لئے مقرر کیا ہے۔ رخصت کے وقت مجھ کو سو روپے اور مولوی (غلام محمد) شملوی صاحب کو بیس روپے رخصتانہ دئے۔ ہم لوگوں نے بہت کہا کہ ہم لوگ رخصتانہ اور نذرانہ نہیں لیتے لیکن انہوں نے سخت اصرار کیا، بالآخر ہم نے وہ رقم لے کر ندوہ میں داخل کر دی، حسن اتفاق یہ کہ ہمارے عزیز دوست خواجہ سجاد حسین صاحب بی. اے. (فرزند مولانا حالی) صوبہ سرحدی کے افسر تعلیمات ہیں، انہوں نے پچاس روپے میری دعوت خشک کے مد میں پیش کئے۔ میاں عبدالرشید صاحب نے بھی پچاس روپے دعوت کے دئے، یہ سب رقمیں ندوہ میں بھیج دی گئیں۔

پشاور، کابل کا گویا خاکہ ہے، اکثر لوگ بلند بالا، تنومند، سرخ و سفید اور قوی الجیثہ ہوتے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ شہر میں مختلف پارٹیاں ہیں اور باہم اتحاد نہیں۔ ایک اسلامیہ اسکول ہے جس کے اسٹاف میں ایک بھی گریجویٹ نہیں۔ وہیں ہندوؤں کا اسکول ہے جو نہایت اعلیٰ درجے کا اسکول ہے۔ اسلامیہ اسکول کے متعلق عمارت پچپن ہزار روپے پر گروی ہے، حالانکہ عمارت کئی لاکھ کی ہے، بہر حال رع : ایں تصور دراز ست بہ پایاں کہ رساند

پشاور سے شاہ سلیمان صاحب حیدر آباد چلے گئے اور میں راول پنڈی آیا۔ یہاں بھی ایک اسلامیہ اسکول ہے اور بہ نسبت پشاور کے اچھی حالت میں ہے۔ اس کے ہال میں میں نے ندوہ کے مقاصد پر لکچر دیا، خواص و عوام ہر قسم کے لوگ نہایت کثرت سے تھے۔ جلسہ کا اہتمام قاضی سراج الدین صاحب پیر سٹر، سیٹھ آدم جی صاحب مشہور تاجر، شیخ فضل الہی صاحب اور عبدالمجید خان صاحب پیر سٹر کی طرف سے تھا۔ ندوہ سے لوگوں نے دلچسپی ظاہر کی۔ میں نے یہاں سے بھی ایک کمرہ بننے کی تحریک کی تھی اور لوگوں نے نہایت خوشی سے منظور کی۔ معین الندوہ بھی قائم ہوئی



لیکن ابھی تک ممبروں کے نام میرے پاس نہیں آئے۔

میں راول پنڈی ہی میں تھا کہ مولوی اشرف صاحب وکیل کو ہاٹ یہاں آئے اور کہا کہ مسلمانان کو ہاٹ نے مجھ کو آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ میں مولوی غلام محمد شملوی کے ساتھ اپریل ۱۹۰۹ء صبح کے وقت کو ہاٹ پہنچا۔ اسٹیشن پر تمام اکابر کو ہاٹ تشریف لائے تھے۔ یہاں کے لوگ جس جوش اور محبت کے ساتھ ہم لوگوں سے ملتے تھے، میں اس کا اثر اب تک دل میں پاتا ہوں۔ یہ مشہور بات ہے کہ رع بود ہم پیشہ با ہم پیشہ دشمن لیکن بخلاف اور مقامات کے یہاں کے علماء اور قضاۃ ہمارے ساتھ اس گرم جوشی کے ساتھ پیش آئے کہ برادرانہ محبت کا لطف آتا تھا، اسلامی حکومت کے زمانے میں جو عہدے تھے ان میں سے بعض کے نام باقی رہ گئے ہیں اور بعضوں کا تو نام بھی نہیں رہا۔ مثلاً محتسب کا عہدہ جس کو ہندوستان میں عالمگیر نے زندہ کیا تھا لیکن یہاں ایک خاندانی محتسب صاحب بھی ہیں اور اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ان کو اس عہدے کے معاوضہ میں جو زمین ملی تھی اب تک ان کے قبضے میں ہے۔ حکام انگریزی نے بھی ان کا یہ لقب قائم رکھا ہے۔ ان کے پاس چڑے کا ایک درہ خاندانی میراث میں چلا آتا ہے لیکن ان کو بلکہ خود ہم کو بھی اس بات کا افسوس ہے کہ غریب درہ کو اپنی خدمت کے انجام دینے کی اجازت نہیں، کپڑے کا ایک غلاف ہے جس میں وہ اپنی افسردہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ محتسب صاحب کو اپنے عہدہ کے لحاظ سے جابر اور تند مزاج ہونا چاہئے تھا لیکن وہ اس قدر منکسر المزاج ہیں کہ اتنا انکسار تو میں بھی پسند نہیں کرتا۔

اس شہر میں ایک اسلامی انجمن ہے جس کے سکریٹری خان بہادر سید سکندر شاہ صاحب ایک معزز خاندانی رئیس ہیں۔ اسٹنٹ سکریٹری مولوی سید اشرف علی صاحب وکیل ہیں اور سچ یہ ہے کہ کو ہاٹ میں جو کچھ قومی زندگی ہے انہیں کے دم سے ہے۔

سید سکندر شاہ صاحب کے اہتمام سے لکچر کا جلسہ منعقد ہوا، پہلے دن مولوی غلام محمد صاحب شملوی نے تقریر کی اور گویا کو ہاٹ کو مسخر کر لیا۔ دوسرے دن زیادہ اہتمام ہوا اور کئی کئی میل سے لوگ آئے، شاید کو ہاٹ میں آج تک اس جمعیت اور اقتدار کا کوئی جلسہ نہ ہوا ہوگا۔ میں نے اسلام کی جامعیت اور ندوہ کے مقاصد پر تقریر کی۔ اکثر ہندو اور آریہ صاحب بھی تشریف لائے

تھے، وداعی جلسہ انجمن کے ہال میں منعقد ہوا جس میں میں نے معین الہند وہ قائم کرنے کی تحریک کی۔ انجمن کے تمام ارکان نے جن کی تعداد اکاون تھی ممبری قبول کی اسی وقت لوگوں نے ماہوار چندے بھی لکھوائے جس کی تعداد سینتالیس روپے ماہوار ہے۔ (اس کی تفصیل آئندہ چھپے گی) ماہواری چندے اگرچہ کم وصول ہوتے ہیں لیکن بزرگان کو ہاٹ کی نسبت اس قسم کی بدگمانی نہیں کی جاسکتی۔

کو ہاٹ کے لوگ نہایت سادہ، نیک دل، عقیدت کیش، اور فدائے اسلام تھے لیکن تعلیم نہیں ہے، نہ کوئی ایسا مقتدا ہے جو ان کو ٹھیک راستے پر چلائے۔ چند رسمیں ان میں جاری ہیں جن کے مصارف ان کو پامال کئے ڈالتے ہیں لیکن وہ اس کے پنچے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ رخصت کرنے کے وقت تمام بزرگان کو ہاٹ اسٹیشن پر تشریف لائے اور نہایت جوش اور محبت کے ساتھ ہم کو رخصت کیا۔

بزرگان کو ہاٹ نے بھی ایک کمرہ کی تعمیر کا ذمہ لیا اور اس کی پہلی قسط ایک سو سات روپے عنایت کی۔ اس میں ڈاکٹر عبدالقادر صاحب نے سو روپیہ دینا منظور کیا۔



## شذرات

(اپریل ۱۹۰۹ء دوم)

جناب مولوی سید عبدالحی صاحب معتمد مراسلات نے پچھلے پرچے میں جو مضمون نصاب تعلیم پر مورخانہ اور محققانہ لکھا تھا، ہم کو خوشی ہے کہ ارباب علم نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ حافظ احمد علی صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ ریاست رام پور ایک خط میں لکھتے ہیں کہ یہ مضمون پسند کیا گیا۔ مدرسہ عالیہ میں بھی ترمیم نصاب (قدیم) پر غور ہو رہا ہے۔

ہم نہایت خوشی سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مدراس سے نواب محمود خان صاحب داماد نواب عظیم جاہ بہادر مرحوم پرنس ارکاٹ نے جو اس وقت سلطنت ایران کے عہدہ سفارت پر ممتاز ہیں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تعلیم اور تربیت کی خوبی کی تحسین کی اور سو روپے دینی تعلیم پر صرف کرنے کے لئے بھیجے ہیں۔

دارالعلوم کی عمارت کے شروع ہونے میں جو دیر ہو رہی ہے اس نے لوگوں کو کسی قدر بے صبر کر دیا ہے لیکن حالات یہ ہیں کہ پہلا نقشہ جو تیار ہو کر آیا تھا خان بہادر سید جعفر حسین صاحب انجینئر نے اس میں نہایت ضروری ترمیمیں کیں، اور انھوں نے اب اپنا کام ختم کر دیا ہے۔ مٹی احتشام علی صاحب معتمد مال اور رکن صیغہ تعمیر کے ایک ہوشیار تعلیم یافتہ انجینئر کو ان کے پاس بھیج دیا ہے کہ نقشے کو پورا مرتب کر کے لائے۔ امید ہے کہ بہت جلد یہ کام انجام پا جائے گا اور تعمیر شروع ہو جائے گی۔

ہم کو علم ادب کے زوال پر رونا آگیا جب ہم نے یہ دیکھا کہ ندوہ کے عربی اڈریس پر بعض لوگوں نے نحو صرف اور عربیت کی رو سے غلطیاں نکالی ہیں۔ افسوس اب ملک کے جہالت کی یہ نوبت پہنچی ہے کہ لوگ اپنے کم علمی کی داد چاہتے ہیں۔ آج تمام ہندوستان میں سید ابو بکر شہاب یحییٰ سے بڑھ کر کوئی شخص ادیب نہیں، وہ یمن کے رہنے والے ہیں اور حیدرآباد کے دارالعلوم میں (جو یونیورسٹی ہونے والا ہے) ادب کے پروفیسر ہیں۔ عربی اخبارات مصر و شام ان کے مضامین کو فخریہ درج کرتے ہیں۔ آج کل جب میں حیدرآباد گیا تھا تو اتفاق سے یہ اڈریس ان کی نظر سے گذرا، انھوں نے پڑھ کر کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ہندوستان میں اس درجے کی عبارت کوئی شخص لکھ سکتا ہے۔ المنار کا اڈیٹر رشید رضا بہت ہی بڑا ادیب ہے، اس نے ہماری تحریک کے بغیر ایک دو لفظ کی تغیر کے ساتھ بقیہ تمام اڈریس شائع کر دیا۔ مولوی محمد فاروق صاحب چریا کوٹی مشہور ادیب نے اس اڈریس کو نہایت پسند کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے، ان کو اپنے مبلغ علم کے لحاظ سے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔

مصر میں جو یونیورسٹی جامعہ کے نام سے قائم ہوئی ہے، اس میں پروفیسر جو لکچر دیتے ہیں وہ ایک رسالہ کے ذریعہ سے شائع کئے جاتے ہیں جس کا نام جامعہ ہے۔ ہم نے ان لکچروں کو دیکھا اور ہم کو افسوس ہوا۔ یہ لکچر ان ملکوں کے لئے مفید ہیں جہاں ضروری تعلیم کے سامان مہیا ہو چکے ہوں، صرف خیالی تحقیقات اور نازک خیالیاں باقی رہ گئی ہوں۔ مصر میں ابھی تک سائنس کے اوسط درجے کی تعلیم بھی نہیں، یہ دور از کار مباحث وہاں کس کام کے ہیں۔

مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوہ کی کوشش سے پشاور کے بزرگوں نے ندوہ کی طرف نہایت توجہ ظاہر کی۔ چنانچہ بزرگان ذیل نے حسب ذیل چندہ دینا منظور فرمایا اور جناب مولوی عبدالرحیم صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول پشاور نے پچاس روپے اپنے اسکول سے چندہ کر کے بھیجے۔

- ۱ جناب خان صاحب حاجی کریم بخش صاحب سینٹھی رئیس پشاور ۱۰ روپے ماہوار
- ۲ جناب سیٹھ کریم بخش صاحب رئیس محلہ بساط گل چین پشاور ۵ روپے //
- ۳ جناب میاں بشیر احمد خان صاحب خلف جناب میر احمد صاحب سینٹھی رئیس پشاور ۶ روپے //
- ۴ جناب منشی سید عالم صاحب انسپٹر پولس پشاور ۱۵ روپے سالانہ
- ۵ جناب حافظ زین العابدین صاحب انسپٹر پولس پشاور ۱۵ روپے //
- ۶ جناب سید لعل بادشاہ صاحب محلہ بساط گل چین پشاور ۱۵ روپے //
- ۷ جناب میر جمیل احمد صاحب ناظر محکمہ عالیہ چیف کمشنر صاحب پشاور ۱۴ روپے //
- ۸ جناب ڈاکٹر محمد عظیم خان صاحب اسٹنٹ پشاور ۱۵ روپے //

## شذرات

(مئی ۱۹۰۹ء)

### کاروائی انجمن وقف علی الاولاد

(زیر حمایت ندوۃ العلماء)

مسلمانوں کی فقہ کا یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جائیداد کو اپنی اولاد پر وقف کر دے جس کی غرض یہ ہو کہ اصل جائیداد ہمیشہ محفوظ رہے اور اس کے منافع سے اولاد ہمیشہ متمتع ہوتی رہے تو یہ وقف شرعاً جائز اور صحیح ہوگا یعنی اس جائیداد کو کبھی کوئی شخص فروخت اور منتقل اور ضائع نہیں کر سکے گا اور اس کے منافع سے اس شخص کی اولاد کا سلسلہ جب تک دنیا میں قائم رہے، متمتع ہوتا رہے گا۔

یہ طریقہ اسلام میں ہمیشہ جاری رہا اور تمام بلاد اسلامیہ میں اب تک جاری ہے اور ہندوستان میں بھی ایک مدت تک جاری رہا، لیکن بعض خاندانوں میں نزاع پیدا ہونے پر اس کے متعلق سرکاری عدالتوں میں مقدمات دائر ہوئے اور پریوی کنسل سے یہ فیصلہ ہو گیا کہ ایسا وقف ناجائز ہے، پریوی کنسل کا استدلال یہ ہے کہ وقف خیرات کرنے کا نام ہے اور اپنی اولاد کو دینا خیرات میں داخل نہیں ہو سکتا (حالاں کہ شریعت اسلام میں سب سے بہتر خیرات یہی ہے کہ اپنے عزیز واقارب کو دیا جائے)۔

اس فیصلے کے بعد سرکاری طور سے اس قسم کے تمام اوقاف باطل ہو گئے اور یہ نقصان عالم گیر ہوتا جاتا ہے۔

چوں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ پہلا اصول ہے کہ کسی کے مذہبی احکام میں مداخلت نہ کرے اس لیے یہ قطعی اور یقینی ہے کہ اگر گورنمنٹ کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ مسلمانوں کا مسلمہ مذہبی مسئلہ ہے تو گورنمنٹ ضرور اس فیصلہ کی اصلاح پر مائل ہوگی، لیکن جو کارروائیاں اس کے متعلق بعض بعض قوم کے بزرگوں نے کیں، اس نے گورنمنٹ کو اس پر یقین نہیں دلایا، مولوی امیر علی صاحب نے ایک مقدمہ وقف (میر محمد اسماعیل خاں بنام نثی چرن گھوش) میں اس مسئلہ کے جواز کے تمام دلائل لکھے تھے، لیکن حکام پر یوی کونسل نے بہ مقدمہ ابوالفتح بنام راس مایادھر چودھری مندرجہ جلد ۲۲ ترجمہ انڈین لاء رپورٹ مطبوعہ جولائی ۱۸۹۵ء، ان دلائل کو نا کافی خیال کیا۔

اس کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب وکیل کلکتہ نے ایک نہایت مفصل رسالہ اس کے متعلق لکھا اور بہ حیثیت پریسیڈنٹ محمدن ایسوسی ایشن بنگال، جناب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں بھیجا، لیکن جناب موصوف نے مارچ ۱۹۰۸ء میں ان کو یہ جواب لکھا کہ پر یوی کونسل کے فیصلہ میں کوئی مداخلت نہیں ہو سکتی۔

اب چند امر قابل غور پیدا ہوئے۔

۱- آیا یہ مسئلہ حقیقت میں مسلمانوں کا مذہبی مسلمہ مسئلہ ہے یا نہیں؟

۲- اگر ہے تو گورنمنٹ کو کیوں کر اس کا یقین دلایا جاسکتا ہے؟

۳- گورنمنٹ پر یوی کونسل کے فیصلہ میں مداخلت کر سکتی ہے یا نہیں؟

چوں کہ دفعہ اول میں کچھ شبہ نہ تھا، اس لیے دفعہ دوم اور سوم کے متعلق میں نے قوم کے ان اکابر سے جو امور قانونی اور ملکی معاملات میں سب سے بہتر رائے دے سکتے ہیں، خط و کتابت کی، متفقاً سب نے کامیابی کی امید ظاہر کی اور خواہش کی کہ صحیح طریقہ سے اس تحریک کو جاری کیا جائے، چنانچہ ان میں سے بعض خطوط کا اقتباس حسب ذیل ہے:

سید علی امام صاحب بیرسٹریٹ لاپریسیڈنٹ مسلم لیگ

ضرور اس امر وقف میں ہم مسلمانوں کو پوری اور کامل کوشش کرنی چاہیے کہ فیصلہ پر یوی کونسل خلاف قانون اسلام قرار دیا جائے، میں مشورہ اور کسی قدر چندہ سے بھی خدمت کر سکتا ہوں۔ فروری ۱۹۰۸ء۔

ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ تمام ہند میں مجالس کریں، عرضداشت تیار کریں اور حضور میں وائسرائے کے اور ان کی کونسل کے حاضر ہوں اور نیز سکریٹری آف اسٹیٹ تک سلسلہ جنبانی کریں تاکہ قانون بدلہ جائے۔ ۲۲ فروری ۱۹۰۸ء

مولوی محمد شفیع صاحب بیرسٹریٹ لاء، لاہور

میری قطعی رائے ہے کہ فیصلہ پر پوری کونسل شرع محمدی کے اصولوں اور احکام کے خلاف ہے، اس امر کے متعلق جناب نے رسالہ میں جو تجویز فرمائی ہے، مجھے اس سے کلی اتفاق ہے۔ ۱۴ جون ۱۹۰۸ء

نواب سید امیر حسن خاں صاحب کلکتہ

صحیفہ معہ کاغذ وقف علی الاولاد ورود ہوا، مجھے تمام تر آپ کی تحریکوں سے اتفاق ہے۔ ۴ فروری ۱۹۰۸ء

جناب مولوی حامد علی خاں صاحب بیرسٹریٹ لاء، لکھنؤ

عنایت نامہ تجویز متعلقہ مسئلہ وقف وصول ہوئے۔ نہایت عمدہ تجویز ہے۔ میرا خیال اس طرف عرصہ سے ہے، بلکہ ایک مسودہ نہایت مدلل و مفصل لکھ کر ایک صاحب کو دیا تھا۔ ۴ فروری ۱۹۰۸ء

جناب نواب انصاری جنگ بہادر سکریٹری علی گڑھ کالج

وقف اولاد کا مسئلہ آل انڈیا مسلم لیگ کا رروائی کا بہت خوش گوار جز ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ مختلف اجزاء کے لحاظ سے مختلف قابلیتوں کے لوگ ان کے سرانجام دینے کو درکار ہوا کرتے ہیں، اگر آپ اس کام کو بدستور اپنے ہاتھ میں رکھیں اور جو مدد آپ کو لیگ سے درکار ہو وہ لیگ سے لیتے رہیں اور آخر کار اس مسئلہ کو لیگ گورنمنٹ میں پیش کرے تو میرے نزدیک نہ صرف مناسب ہوگا بلکہ کامیابی کے لیے بہت مفید۔ ۲۷ جنوری ۱۹۰۸ء

سید ظہور احمد صاحب، مقیم لندن

جسٹس امیر علی صاحب سے اس کے متعلق پوری باتیں ہوئیں، ان کی رائے ہے کہ گورنر جنرل ہند سے درخواست کی جائے کہ وہ مجھ سے لا کے منشا کے مطابق علما کی رائے سے ایک قانون



اوقاف کے موافق پاس کر دیویں، پریوی کونسل کو اس میں کچھ اعتراض نہ ہوگا۔  
ہم مسلمانان موجودہ لندن جن کا تعلق قانون سے ہے آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم  
ہر قسم کی خدمت جو ہم سے آپ اس کی بابت یہاں پر لینا چاہیں، بجالانے کو تیار ہیں۔ ۱۳ مارچ  
۱۹۰۸ء لندن

مولوی محمد شریف آنریری سکریٹری وقف کمیٹی، مقیم لندن  
وقف علی الاولاد کے مسئلہ کی ترمیم کے لیے یہاں وقف کمیٹی قائم ہوئی ہے، چوں کہ کوئی  
کام اس کے متعلق بلا آپ لوگوں کی رائے کے کرنا مناسب نہیں ہے، اس لیے اس کی اطلاع  
دیتا ہوں۔

غالباً سکریٹری آف اسٹیٹ کے پاس یا تو ڈپوٹیشن یا میموریل مع دیگر کاغذات کے ان  
شاء اللہ جلد بھیجیں گے، اس کی اطلاع آپ کو دیں گے، آپ جو کام اس کے متعلق کرنا چاہیں، اس  
کی اطلاع دیجیے گا۔ ۲ دسمبر ۱۹۰۸ء  
مولوی محمد یوسف وکیل صاحب ہائی کورٹ کلکتہ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمام ہندوستان سے درخواست گورنمنٹ میں دی جائے کہ وقف کا  
قاعدہ شرع کی رو سے ہے، اس کو آئین میں مندرج کر دیا جائے، تاکہ پریوی کونسل کے فیصلہ کا اثر  
نہ رہے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۰۹ء

مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹریٹ لا، لکھنؤ  
میں تینوں طرح سے مدد دینے کو تیار ہوں، میں ترتیب و ترجمہ انگریزی کو اپنے ذمہ  
لوں گا۔

نواب نصیر حسین صاحب خیال کلکتہ  
گذشتہ مئی میں مسٹر جسٹس امیر علی نے لندن سے ایک خط میں فقیر کو تحریر فرمایا تھا کہ وہ اس  
امر میں کوشش کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانان ہند متفق ہوں تو وہ اور زیادہ آمادہ ہوں، فقیر ہر طرح کی  
مدد کے لیے حاضر اور کلکتہ بلکہ صوبہ بہار اور بنگال کے متعلق جو خدمت ہمارے سپرد کی جائے گی،  
اس کی انجام دہی اپنا فرض سمجھے گا۔

اس قسم کے اور بہت سے خطوط اور تحریریں، تمام اطراف ملک سے آئیں، یہاں تک کہ بعض بزرگوں نے بلا طلب اس کام کے لیے چندے بھی بھیج دئے، چوں کہ تمام اہل الرائے اس پر متفق تھے کہ اس معاملہ میں کامیابی کی امید ہے اور چوں کہ سب لوگوں کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ اس مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ کو یقین دلایا جائے کہ مسلمانوں کا مسلمہ مذہبی مسئلہ ہے، اس لیے یہ مناسب سمجھا گیا کہ پہلے یہ مسئلہ ندوۃ العلماء کے سامنے پیش کیا جائے، جو تمام ہندوستان میں سب سے بڑی مقتدر مذہبی جماعت ہے، چنانچہ اکتوبر ۱۹۰۸ء جلسہ سالانہ ندوہ میں یہ مسئلہ ایک رزلوشن کی حیثیت سے پیش کیا گیا اور یہ منظور ہوا کہ اس کے متعلق تمام ہندوستان کے علما سے فتویٰ لیا جائے اور جب فتوے آجائیں تو مزید کارروائی کی جائے، اس تجویز کے مطابق علما سے استفتا کیا گیا اور عموماً دونوں مذہب کے علما نے فتویٰ لکھا کہ یہ مسئلہ شریعت اسلام کا مسلم مسئلہ ہے۔ جب اکثر جگہ سے فتوے آچکے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ انتظامیہ مورخہ ۲ مئی ۱۹۰۹ء میں حسب ذیل رزلوشن منظور ہوئے۔

۱۔ رسالہ وقف علی الاولاد جو اس مسئلہ پر لکھا گیا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ کرایا جائے مع ان فتوؤں کے جو علما نے لکھے ہیں، نیز علما حرمین سے بھی فتویٰ حاصل کیا جائے اور مصر میں اس کے متعلق جو فیصلے عدالتوں میں ہو چکے ہوں، ہم پہنچائے جائیں

۲۔ ایک مجلس وقف زیر حمایت ندوہ قایم کی جائے اور ہندوستان کی تمام مقتدر مجالس سے اس میں مدد لی جائے۔

۳۔ ایک عرض داشت اس کے متعلق تیار ہو جس میں گورنمنٹ سے خواہش کی جائے کہ وہ شریعت اسلام کے موافق قانون تیار کر دے۔

۴۔ اس عرض داشت پر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے دستخط کرائے جائیں اور دستخط کے بعد وہ ایک معزز اور مقتدر ڈپوٹیشن کے ذریعہ سے جناب حضور ویسر اے کی خدمت میں پیش کیا جائے، چنانچہ ان رزلوشنوں کے مطابق کارروائی شروع کر دی گئی۔

بڑا اطمینان اس امر کے متعلق یہ بھی ہے کہ جناب نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بگرامی ممبر انڈیا کونسل نے اس مسئلہ کے متعلق لندن میں تحریک شروع کی ہے اور ایک

مفصل خط میں مجھ کو تمام وہ طریقے تحریر فرمائے ہیں، جن سے کامیابی حاصل ہونے کی قوی امید ہے۔

ان حالات کے گذارش کرنے کے بعد بزرگان قوم سے امور ذیل کی استدعا ہے:

۱۔ جو مجلس وقف زیر حمایت ندوہ قائم کی گئی ہے، اس کی ممبری منظور فرمائیں۔

۲۔ عرض داشت پر دستخط کرنے کے لیے جو فارم تیار کیے گئے ہیں، ان پر دستخط فرمائیں اور نہایت کثرت سے ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے لوگوں سے دستخط کرائیں۔

۳۔ چوں کہ تمام کاغذات اور فتاوے کے انگریزی ترجمہ اور دیگر کارروائیوں کے لیے ایک معتد بہ رقم درکار ہوگی، اس لیے چندہ سے اعانت فرمائیں۔ چندہ کی تمام رقمیں بینک بنگال لکھنؤ میں جمع ہوں گی اور اس کے خزانچی جناب مولوی احتشام علی صاحب رئیس لکھنؤ اور نواب علی حسن خاں صاحب لکھنؤ ہوں گے، چندہ دینے والے صاحبوں کو اختیار ہے کہ چندہ کی رقم براہ راست بینک بنگال، لکھنؤ میں بھیج کر دونوں صاحبوں کے پاس بینک کی رسید بھیج دیں یا خود ان صاحبوں کے پاس ارسال فرمائیں۔

(الندوہ جلد ۶ نمبر ۴)

۲۶ مئی ۱۹۰۹ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ

## شذرات

[جون ۱۹۰۹ء]

### دارالاقامہ کے کمروں کی طیاری

دارالعلوم کی عمارت بنی شروع ہو گئی اس کے آس پاس جو تعلیمی عمارتیں گورنمنٹ اور تعلقہ داران اودھ کی طرف سے بن رہی ہیں یعنی صنعتی کالج اور کٹنگ کالج کا بورڈنگ، ان عمارتوں نے دارالعلوم کے منظر کو اور خوب صورت بنا دیا۔ حسن اتفاق سے چونکہ دارالعلوم کی زمین بلند اور نمایاں واقع ہوئی ہے اس لئے اس کے پہلو کی عمارتیں جلو کی عمارتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں یہ پہلا موقع ہے کہ جدید علوم اور قدیم علوم کی درس گاہیں پہلو بہ پہلو بن رہی ہیں اور ندوہ کا مقصد بھی یہی ہے ع

ڈانڈا ملا دیا ہے ارم سے تار کا

لیکن دارالعلوم کی عمارت اس وقت تک معطل پڑی رہے گی جب تک اس کے ساتھ کا بورڈنگ (دارالاقامہ) بھی نہ بن جائے، سید جعفر حسین صاحب نے دارالاقامہ کے کمروں کا خاکہ اور صحیح تخمینہ موقع زمین دیکھ کر قائم کیا ہے۔ فی کمرہ سات روپے لاگت آئے گی اور ہر کمرے میں تین طالب العلم رہ سکیں گے، ان کمروں کی طیاری کے لئے مختلف تجویزیں قرار دی گئی ہیں:

۱۔ چونکہ دارالعلوم کی عمارت کی لاگت ایک معزز خاتون نے عنایت کی ہے، اس لئے دارالاقامہ بھی خاتونوں کی طرف سے طیار کرایا جائے۔ ایک ایک کمرہ ایک ایک خاتون کے نام سے بنے اور عمارت کی پیشانی پر ان کا نام کندہ کرایا جائے۔ جو بزرگ اپنی مستورات کی یادگار

میں ایسے کمرے تعمیر کرانا چاہیں وہ بھی اس چندے میں شریک ہو سکیں گے۔ دارالاقامہ کے اس سلسلے کا کوئی موزوں نام آئندہ تجویز کیا جائے گا۔

۲۔ معزز اشخاص کی طرف سے کمرے طیار کرائے جائیں۔

۳۔ ہر شہر کے مسلمانوں کے مجموعی چندے سے ایک ایک کمرہ طیار کرایا جائے۔

تینوں قسم کے چندہ دینے والوں کے نام اس وقت تک جو ہمارے پاس آگئے ہیں، ہم ذیل میں درج کرتے ہیں لیکن ابھی تک رقبے وصول نہیں ہوئی ہیں کیونکہ ابھی تک ان بزرگوں سے رقبے طلب نہیں کی گئی تھیں لیکن اب اس فنڈ کا علاحدہ حساب بنگال بنک میں کھول دیا گیا ہے اس لئے درخواست ہے کہ لوگ اپنا اپنا چندہ ارسال فرمائیں۔

جناب ہر ہائنس نواب بیگم صاحبہ ریاست جھیرہ علاقہ بمبئی، ایک ہزار روپیہ، یہ رقم وصول ہو چکی ہے۔

جناب بیگم صاحبہ نواب علی حسن خاں بھوپال

جناب مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب رئیس بھیکن پور علی گڑھ، بہ یادگار اہلیہ مرحومہ خود تین کمرے۔

جناب حافظ عبدالعلیم صاحب رئیس کان پور

جناب مسٹر محمد اسحاق صاحب وکیل ہائی کورٹ الہ آباد یادگار اہلیہ مرحومہ خود

جناب شیخ جان محمد صاحب رئیس ہوشیار پور پنجاب۔ پانچ سو روپے وصول ہو چکے ہیں۔  
جناب فضل حق صاحب کا کاخیل جاگیر دار سرحد ضلع پشاور، تحمیداً ایک ہزار روپے قیمت کے زیورات بھیجے ہیں۔

جناب حاجی شیخ نذیر حسین صاحب تعلقہ دارگد یہ ضلع بارہ بنکی

مسلمانان پشاور معرفت مولوی جمیل احمد صاحب چیف کمشنر صوبہ سرحدی، چھ سو سے زائد رقم وصول ہو چکی ہے۔

جناب مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی از جانب مسلمانان دہلی۔

مسلمانان کوہاٹ

مسلمانان مدراس معرفت جناب مولانا عبدالسبحان صاحب تاجرا عظم مدراس، ایک ہزار  
نوسو سے زائد رقم وصول ہو چکی ہے۔

جناب راجہ نوشاد علی خاں صاحب لکھنؤ

جناب فتح محمد صاحب سٹور کیپر جالندھر، پانچ سو روپے وصول ہو چکے ہیں۔

جناب مولوی حکیم محمد ولی صاحب کسمندوی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل گلبرگہ دکن، تین سو روپیہ

## مستورات کے لئے ایک قابل تقلید مثال

ابھی تھوڑے دن ہوئے جناب بیگم صاحبہ نواب نور الحسن خاں صاحب بھوپال (خلف  
اکبر نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم) نے اپنے صاحبزادوں کی تقریب میں پچاس روپے  
ندوہ کو عنایت فرمائے تھے۔ اب انہوں نے ایک ایسی فیاضی اور روشن ضمیری کا اظہار خیال کیا ہے  
جس کی تقلید تمام محل سراویوں میں کی جائے تو ہماری مذہبی تعلیم کا کافی انتظام ہو جائے۔ انہوں نے  
اپنے گھر میں ایک ماہوار فنڈ دارالعلوم فنڈ کے نام سے کھولا ہے، چنانچہ جون ۱۹۰۹ء کی رقم سولہ  
روپے دفتر میں بھیج دی ہے اور آئندہ یہ رقم جاری رہے گی۔ یہ عموماً مسلم ہے کہ عورتیں فیاض طبع  
اور نیک دل ہوتی ہیں لیکن ان کی فیاضیاں زیادہ تر لغو رسم و رواج میں صرف ہوتی ہیں۔ ان کا صحیح  
مصرف خیر کی طرف مائل ہونا قوم کے حق میں نہایت عمدہ فال ہے۔

پشاور کے مسلمانوں نے ایک کمرے کی تعمیر کے لئے پہلے چھ سو روپے سے زائد کی رقم  
بھیج دی تھی، لیکن ان کو گوارا نہ تھا کہ اتنے بڑے اسلامی شہر کی طرف سے صرف ایک کمرہ تعمیر ہو،  
چنانچہ حال میں جناب فضل حق صاحب کا کاخیل نے قریباً ایک ہزار روپے کے زیورات ایک  
اور کمرہ کی تعمیر کے لئے بھیجے ہیں۔

مولوی محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج ریاست کپورتھلہ نے وکیل کمپنی امرت سر کے

لئے ایک کتاب کا ترجمہ کیا تھا، کمپنی مذکور نے سو روپے اس کے معاوضے میں دئے، مولوی صاحب موصوف نے وہ رقم ندوہ کے پاس بھجوا دی، ہم مترجم صاحب کے ساتھ وکیل کے بھی مشکور ہیں جن کی تحریک بھی اس فیاضی میں شامل تھی۔

شافیہ خاتون (راقم کی بھتیجی) نے پچاس روپے اس غرض سے بھیجے ہیں کہ اس رقم سے ایک تمنغہ اس طالب العلم کو دیا جائے جو درجہ تکمیل میں نہایت اعلیٰ درجے کے نمبروں کے ساتھ کامیابی حاصل کرے، اس تمنغہ کا نام (اگر ارکان ندوہ منظور فرمائیں) شافیہ دارالعلوم مڈل ہوگا۔

جناب مولانا عبدالسبحان صاحب مدراس ندوہ کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں اس کا شکریہ نہیں ادا ہو سکتا۔ ماہوار چندہ جو ان کے ذریعہ سے وہاں مقرر ہوا ہے برابر وصول ہو رہا ہے، حال میں انہوں نے لوگوں سے وصول کر کے دارالاقامہ کے لئے ایک ہزار روپے کی رقم بھیجی ہے جس کی تفصیل علاحدہ چھپے گی۔ کل دو ہزار آٹھ سو روپے وہ اب تک بھیج چکے ہیں۔

### مصر کی یونیورسٹی

ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مصر کی قومی یونیورسٹی جامع مصریہ ہے۔ اس کو قائم ہوئے صرف ایک سال کی مدت ہوئی۔ اتنے تھوڑے سے زمانے میں اس نے نہایت ترقی کی اور اس کی ترقی کی رفتار روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ یورپ کی سلطنتوں نے اس کی تائید و اعانت پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ اٹلی نے اطلاع دی ہے کہ کیمسٹری کا جو کارخانہ یونیورسٹی میں قائم کیا جائے گا اس کے تمام آلات اور سامان اٹلی کی سلطنت ہدیہ ارسال کرے گی۔ حال میں احمد توفیق راغب نے سارے سات ہزار روپے یونیورسٹی فنڈ میں عنایت کئے ہیں۔

یونیورسٹی کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ اپنے یہاں کے طلباء کو خاص خاص علوم و فنون کی تکمیل کے لئے یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں۔ اس سے پہلے ایک جماعت جاچکی ہے اور اب دوسری جماعت عنقریب روانہ ہوگی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو طلباء اس غرض کے لئے طیار ہوتے ہیں

ان کا مختلف علوم و فنون میں ایک خاص امتحان لیا جاتا ہے۔ چنانچہ علم ادب کے چند سوالات ہم اس غرض سے الموند سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے علما اندازہ کر سکیں کہ اب علم ادب پر کن حیثیتوں سے نگاہ ڈالی جاتی ہے اور فن ادب کے کمال کے لئے کس قسم کی معلومات ضروری ہیں۔

۱۔ سب سے متعلقہ کے ہر قصیدہ میں جو شعر سب سے اچھا ہے اس کو لکھو اور اس کی ترجیح کے وجہ بتاؤ۔ ہر قصیدہ کا موضوع کیا ہے اور اس سے اہل عرب کے کن اخلاق اور عادات کا ثبوت ہوتا ہے۔

۲۔ بتاؤ کہ ایران اور روما کی انشا پردازی کا اثر عرب کی زبان پر کیا پڑا، یہ اثر کن لوگوں نے پیدا کیا، مثالوں اور سندوں سے اس کا ثبوت دو۔

۳۔ بصرہ اور کوفہ کی حالت اس حیثیت سے لکھو کہ وہ علوم عربیت کے تربیت گاہ تھے۔

۴۔ عرب میں فن موسیقی کی تاریخ لکھو اور بتاؤ کہ عرب کے تمدن اور فن ادب پر اس کا کیا اثر ہوا۔

۵۔ کیا دولت عباسیہ اور امویہ میں ایسے شعرا بھی پائے جاتے ہیں جو عرب نہ تھے لیکن علم ادب میں امام فن سمجھے جاتے تھے، ان میں سے بعضوں کے نام اور ان کے حالات لکھو۔

## حیدر آباد کا دارالعلوم

جناب مولوی عزیز مرزا صاحب نے ہم کو اطلاع دی ہے کہ حیدر آباد کے دارالعلوم کا نصاب جدید سرکار سے منظور ہو گیا ہے اور اب اس پر عمل درآمد شروع ہوگا۔

## درجہ تکمیل کے لئے وظائف

ہندوستان میں سیکڑوں عربی مدرسے ہیں، لیکن ان سے کامل الفن اشخاص نہیں پیدا ہوتے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کوئی درجہ تکمیل نہیں قائم کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ طالب العلم کتب درسیہ کو ختم کر کے صرف ایک فن کو لے لے اور دو برس تک اس کی تعلیم حاصل کرے اور اس میں مہارت بہم پہنچائے۔ ندوہ نے دارالعلوم میں یہ شاخ اس سال کھول دی، لیکن ضرور ہے کہ اس شاخ کے



لئے وظائف قائم کئے جائیں جن کی تعداد فی الحال دس قرار دی گئی ہے۔

ہم کو امید ہے کہ عالی ہمت حضرات ایک ایک وظیفہ اپنے نام سے قائم کریں گے تاکہ اس شاخ میں طلباء کی تعداد زیادہ نظر آئے۔ ندوہ اگر مفید ہو سکتا ہے تو اس صورت میں کہ طلباء درجہ تکمیل میں تعلیم پا کر نکلیں اس لئے ان وظائف کا قائم کرنا ندوہ کا سب سے مقدم کام ہے۔

ہم کو نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں ایسے امتحانات قائم کرنے کی تجویز ہے جن میں جدید علوم و فنون عربی زبان میں پڑھائے جائیں اور اس کے ساتھ انگریزی زبان اعلیٰ درجہ تک پڑھائی جائے۔ یہ امتحانات ایف اے اور بی اے کے برابر سمجھے جائیں گے اور ان سے سرکاری نوکریاں مل سکیں گی۔

صوفیان مستند و زاہد بے خبر

از کہ پرسم من رہ میخانہ را

ہمارے رفارمروں نے جب جدید تعلیم کی بنیاد رکھنی چاہی تو ضروری سمجھا کہ پہلے قدیم عمارت ڈھا کر سطح ہموار اور درست کر لی جائے، ہم نے اس کو منظور کیا، پرانی تعلیم (جس قدر ہم سے ہو سکا) عملاً مٹا دی گئی اور چونکہ خطرہ تھا کہ قدامت پرست لوگ منہدم شدہ عمارت نئے سرے سے نہ اٹھائیں اس لئے ضرور ٹھہرا کہ دلوں سے بھی اس کی عظمت کا نقش مٹا دیا جائے، اس بنا پر ہم نے اس کو افسانہ پاریں، تقویم کہن، عضوشل، آب جامد وغیرہ وغیرہ مختلف خطابات دئے اور اس طرح بار بار دہرایا کہ قدیم تعلیم بھی بول اٹھی کہ

بہ من چنداں گنہ از بدگمانی می کند نسبت

کہ من ہم درگماں افتادہ پندارم گنہ گارم

تیس برس کا زمانہ گزر گیا قدیم تعلیم مرچلی، نئی نسلیں طیار ہوئیں، ہزاروں بی اے نکلے، سیکڑوں نے ایم اے کی ڈگریاں لیں، یہ سب کچھ ہوا لیکن نتیجہ؟

کیا کوئی علمی جماعت پیدا ہوئی؟ کوئی مسئلہ حل ہوا؟ کسی نے کچھ اجتہاد کیا؟ کوئی مصنف

پیدا ہوا؟ قومی منبر پر کوئی خطیب نظر آیا، کسی کے قلم نے انشا پر دازی کے معر کے فتح کئے؟  
تم کہو گے کہ یہ ہماری نا انصافی ہے ایک نو عمر گروہ سے ایسے فتوحات عظیمہ کی توقع خود  
ہماری خام خیالی ہے۔ بے شبہ تم سچ کہتے ہو، سوالات مذکورہ کو یوں بدل دینا چاہئے۔

کیا علمی مذاق کا کوئی گروہ پیدا ہوا؟ یورپ کی کسی فلسفی کتاب کا ترجمہ ہوا؟ علوم جدیدہ  
کے کچھ مسائل قوم کی زبان میں شائع ہوئے؟ کوئی علمی پرچہ نکلا؟ اسلام پر یورپ نے جو سیکڑوں  
نادر تصنیفات اور مضامین لکھے اس میں سے کچھ اردو زبان میں آیا؟ تم کہو گے کہ سوالات مذکورہ کا  
معیار اور گھٹانا چاہئے، ہم اس کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یورپ نے مذہب اسلام پر،  
اسلامی لٹریچر پر، عربی اور فارسی شاعری پر، عرب کے جغرافیہ پر، فلسفہ اسلام پر، مسلمانوں کی تاریخ  
پر، سیکڑوں نادر کتابیں اور رسالے لکھے، نئے گروہ کو ان میں سے کس قدر معلوم ہے؟ مسلمانوں کی  
سیکڑوں عجیب و غریب نادر تصنیفات کو یورپ نے شائع کیا ہے، ان کی ان لوگوں کو خبر ہے؟ جرمن  
میں خاص مسلمانوں کی علوم و فنون پر جو انسائیکلو پیڈیا لکھی جا رہی ہے کیا اس سے ان کو واقفیت  
ہے؟ پروفیسر دوزی نے دو ضخیم جلدوں میں تمام عربی مولد الفاظ کی ڈکشنری پچاس برس کی محنت میں  
لکھی کیا ان لوگوں نے اس کو دیکھا ہے، گب مموریل سیریز جن کے ذریعہ سے خاص عربی و فارسی  
قدیم نادر کتابیں شائع کی جا رہی ہیں اس سے ان کو واقفیت ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے علوم، اپنے فنون، اپنی تاریخ، اپنا تمدن، سب کچھ فدیہ  
دے کر ایک نوکری پیشہ گروہ پیدا کیا ہے اور نازاں ہیں کہ  
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

لیکن ان سب حالات کے ساتھ سوال یہ ہے کہ چارہ کار کیا ہے؟ کیا ہم کو اس درد کا علاج  
پرانے طریقہ کے مدارس میں ڈھونڈنا چاہئے؟ کیا وہاں کچھ تحقیق کا پرتو نظر آئے گا؟ کوئی مشکل حل  
ہوگی؟ لفظوں کے گورکھ دھندے کے سوا کچھ بات آئے گا؟ قدما کی تحقیقات کا نشان ملے گا؟  
ابن ہشام نے فن مناظر پر جو اضافہ کیا، فارابی نے فن موسیقی میں جو ترقیاں کیں، خیام نے جبر و  
مقابلہ پر جو کچھ لکھا ابن مسکویہ نے جو تاریخی تحقیقات کیں، ان میں سے کسی چیز کا پتہ لگے گا؟ نہیں  
کچھ بھی نہیں ہمارے مولویوں کے تو کان بھی ان سوالوں سے نا آشنا ہوں گے۔

غرض موجودہ حالات کے ساتھ تو ان دونوں گروہوں میں سے کوئی گروہ ہمارے کام کا نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کون سا گروہ کوشش کرنے سے کام کا بن سکتا ہے۔

ہر قوم جب ترقی کرتی ہے تو اس میں دو گروہ پیدا ہو جاتے ہیں:

ایک وہ جو دنیوی علوم سیکھتا ہے، سرکاری خدمتیں حاصل کرتا ہے، انتظامات ملکی میں شریک ہوتا ہے، پالیٹکس میں دخل دیتا ہے، یہ گروہ علم و فن سے بے بہرہ نہیں ہوتا لیکن علم اس کا مقصد زندگی نہیں ہوتا، ہمارے زمانے میں یہ گروہ وہی ہے جس کو ہم جدید تعلیم یافتہ گروہ کہتے ہیں۔

دوسرا گروہ علمی گروہ ہوتا ہے، اس کی غرض و غایت محض علم ہوتی ہے۔ وہ تھوڑی سی معاش پر اکتفا کرتا ہے اور صرف علمی خدمت کو اپنا منہ بنائے مقصد قرار دیتا ہے۔ یہ گروہ اگرچہ درحقیقت آج کل مفقود ہے لیکن اس گروہ کے جو آثار اور خواص ہیں وہ عربی خواں گروہ میں پائے جاتے ہیں عربی خواں گروہ علانیہ جانتا ہے کہ عربی علوم کے پڑھنے سے معاش نہیں حاصل ہو سکتی اور زمانے کی نظروں میں ان علوم کی کچھ قدر نہیں، تاہم یہ گروہ نہایت محویت، شوق، اور شیفتگی سے علوم عربی کی تحصیل میں مصروف ہے، صرف اس لئے کہ اس نے اپنا مقصد تحصیل دنیا نہیں بلکہ تحصیل علم قرار دیا ہے، جو کچھ کمی ہے یہ ہے کہ وہ جس چیز کو علم سمجھ رہے ہیں وہ علم کے نہایت ابتدائی مراتب ہیں۔

عربی میں جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں (دینیات کو چھوڑ کر) ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کو یورپ نے اس قدر ترقی دی ہے کہ ان کی تحقیقات کے سامنے پچھلے کارنامے باز بیچہ اطفال سے زیادہ نہیں ہیں۔ میبذی اور صدر کی طبعیات کو آج کل کی طبعیات سے کیا نسبت ہے۔ عربی ادب کے متعلق یورپ نے عربی کی وہ قدیم نادر تصنیفات بہم پہونچائیں جن کی ہمارے علما کو خبر تک نہیں، غرض یہی عربی خواں گروہ اگر یورپ کی کسی زبان اور یورپ کی تحقیقات سے آشنا ہو جائے گی تو وہ گروہ بن جائے گا جس کو ہم علمی گروہ کہتے ہیں اور جس کے بغیر قوم کی قوم

ع : خوب ست و خوش ست و بوندارد

بے شبہ آج تک عربی خواں گروہ نے انگریزی زبان اور انگریزی علوم و فنون سے احتراز کیا، لیکن کیوں؟ اس لئے نہیں کہ ان کے نزدیک انگریزی پڑھنا کفر ہے بلکہ اس لئے کہ ان کو یہ غلط خیال ہے کہ انگریزی میں علوم و فنون نہیں سب سٹی اور عامیانه باتیں ہیں۔ یہ اعتقاد اس قدر

راسخ ہو گیا ہے کہ ہم خود ندوہ میں برسوں سے اس اعتقاد کو زائل کرنا چاہتے ہیں لیکن کسی شخص پر کچھ اثر نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علما یورپ کے علوم و فنون کا اندازہ انگریزی خوانوں سے کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس گروہ سے یورپ کی علمی تحقیقات و تدقیقات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں میں علمی گروہ وہی بن سکتا ہے جو اسلامی علوم کے ساتھ تحقیقات حال سے بھی آشنا ہو، چنانچہ بلاد اسلامیہ نے مدت کے تجربہ کے بعد اس نکتہ کو سمجھا اور اسی بنا پر قاہرہ میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی جس کا نام جامع مصریہ ہے، تاہم اس یونیورسٹی میں یہ کمی ہے کہ اس میں خالص مذہبی علوم یعنی تفسیر و حدیث وغیرہ نہیں پڑھائے جاتے، اس جبر کی تلافی کی اگر امید ہو سکتی ہے تو حیدرآباد سے ہو سکتی ہے جس نے دارالعلوم کو وسیع پیمانے پر قائم کرنا چاہا ہے۔ ندوہ کے تہی مایہ دارالعلوم نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا ہے اور اب اس کے کامیابی کے نہایت ابتدائی آثار نظر آنے لگے ہیں۔



## شذرات

(جولائی ۱۹۰۹ء)

### بے تعصبی کی ایک حیرت انگیز مثال

آج جب کہ ہر طرف مذہبی تعصب کی آگ بھڑک رہی ہے، جب کہ ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کی تحقیر اور توہین کے لئے ہر قسم کی رنگ آمیزیوں اور ملع کاریوں سے کام لے رہے ہیں، جب کہ آریہ پرکاش اور البشیر کی نسبت یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ دونوں میں زیادہ پر جوش و تیز زبان کون ہے؟ تو یہ واقعہ حیرت سے سنا جائے گا کہ کولہا پور کی ریاست نے جو ایک ہندو ریاست ہے، ایک مسلمان طالب علم کو اپنے صرف سے ندوۃ العلماء کے دارالعلوم میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ یہاں رہ کر مذہبی تعلیم پائے، ریاست مذکورہ کے افسر تعلیم کنج لال صاحب دیوالی ایم اے پروفیسر راجا رام کالج کولہا پور کا جو خط اس کے متعلق ہمارے پاس آیا ہے، اس کا اقتباس حسب ذیل ہے:

”کچھ دن ہوئے مفاخرت نامہ والا شرف صدور لایا تھا، موقع پا کر وہ حضور مہاراجہ صاحب دام ملکہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضور ممدوح اس کا مضمون سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ طالب علم کو وہاں روانہ کیا جائے، امید کہ یہ نوجوان جناب کے دارالعلوم سے اتنا ذخیرہ علوم کا لے کر واپس آئے گا کہ کل گرد و نواح کے مسلمان اس پر فخر کریں گے۔“

موجودہ دنیا میں یہ کس قدر عجیب آواز ہے، لیکن درحقیقت یہ اس عجیب و غریب بے تعصبی

کی لقیہ یادگاریں ہیں جو تیموریوں نے ہندوستان میں غیر مذہب والوں کے ساتھ برتی تھیں۔ تیموریوں نے کیا کیا؟ اس سوال کا جواب کچھلی تاریخوں نے بار بار دیا لیکن مخالفوں کو تسلی نہیں ہوئی، اس لئے اُن کو زندہ مثالوں کی طرف نظر اٹھانی چاہئے۔ ان کو حیدر آباد جانا چاہئے جہاں سالانہ تین لاکھ روپے صرف شیوالوں، مندروں اور بت خانوں کی تعمیر اور مرمت پر صرف کیا جاتا ہے۔ میں نے خود اپنے زمانہ قیام میں دیکھا کہ ایک گاؤں کے ہندوؤں نے درخواست کی کہ ہمارے آس پاس کوئی شیوالہ نہیں ہے جس میں ہم لوگ اپنی مذہبی عبادت بجالائیں، اس درخواست پر ریاست سے چھ ہزار روپیہ عطا ہوا۔

’گیا‘ میں جو بودھ مت کا سب سے بڑا مندر ہے، اس کے پاس آج بھی سلاطین تیموریہ کے ۱۳ افراد موجود ہیں۔ میں نے خود جا کر ان کو دیکھا ہے، جن میں جاتریوں اور پوجاریوں کے مصارف کے لئے زمین اور جاگیریں عطا کی گئی ہیں۔

ریاست پٹیا لہ ایک سکھ ریاست ہے، میں نے خود وہاں جا کر معلوم کیا ہے کہ جب کوئی مسجد تعمیر کی جاتی ہے تو ریاست کی طرف سے ایک معین رقم اس کام کے لئے ملتی ہے اور یہ قاعدہ مدت سے چلا آتا ہے، یہ وہی مسلمانوں کی بے تعصبی کی تقلید ہے، ورنہ یہی ہندو ایک زمانے میں مسلمانوں کو لٹچہ کہتے تھے اور مسلمان جہاں کہیں زمین پر بیٹھ جاتا تھا اس جگہ کو پانی سے دھلوا دیتے تھے جیسا کہ پانچویں صدی میں علامہ ابوریحان بیرونی کو اس کا تجربہ ہوا تھا جس کو اس نے اپنی کتاب کتاب الہند میں تفصیل سے لکھا ہے۔ آج یہ یادگاریں مٹی جاتی ہیں اور اگر اس کی کوئی جھلک نظر آ جاتی ہے تو ہم حیرت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

عالم زما تہی و ز افغان ما پُرست

شد عند لیب خاک و چمن از نو اُپرست

جناب نواب سعید الدین احمد خان صاحب نے سوروپئے دارالعلوم کی مسجد کی تعمیر کے لئے ارسال فرمائے ہیں۔

ندوہ میں سنسکرت اور بھاکا کی تعلیم کی ایک شاخ کھول دی گئی جس میں چند لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔

مولوی علی الدین حسن خاں صاحب ناظم اورنگ آباد دکن اور مولوی نواب علی صاحب ایم  
اے پروفیسر بڑودہ کالج نے خاص اس شاخ کے لئے پانچ پانچ روپے ماہوار مقرر فرمائے ہیں۔



## شذرات

[اگست ۱۹۰۹ء]

خدا کا شکر ہے کہ تین سو برس کا بگڑا ہوا علمی مذاق، اب کسی قدر درست ہو رہا ہے، اب مصر و شام کے لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ کس قسم کی کتابیں علم و فن کی اصلی کتابیں اور کون سی صرف فضول اور بیکار مباحث کی صنعت گریاں ہیں۔ اب میرزا ہد، قاضی ملا حسن کا بازار سرد ہوتا جاتا ہے اور قدما کی تصنیفات ان کی جگہ لیتی جاتی ہیں۔ ادب میں ایسی نادر تصنیفات کا سرمایہ مہیا ہوتا جاتا ہے کہ گویا جاحظ اور ابن مقفع کا دور واپس آ گیا ہے۔ ابھی حال میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے چند کتابیں حسب ذیل ہیں جن میں سے ہر کتاب، فن ادب کی جان ہے لیکن ہمارے ہندوستان کے علما میں سے کسی نے ان کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔

۱۔ کتاب العمدۃ ابن رشیق القیروانی، تین روپے سات آنے قیمت ہے اور دفتر الندوہ سے مل سکتی ہے۔

۲۔ الطرف الادبیۃ، یعنی [۱] مجموعہ فصیح اللغۃ ثعلب مع شرح از ہروی و [۲] ذیل از موافق الدین بغدادی و [۳] کتاب فعلت للزجاج و [۴] مبادی اللغۃ الاسکانی مع شرح ابیات و [۵] کتاب الملا حسن لابن درید از دی و [۶] کتاب لیس لابن خالویہ و [۷] کتاب الفاخر للمفصل بن سلمۃ و [۸] کتاب غایۃ الارب و کتاب المقصود و [۹] الحمد ودلائل بن ولاد النجوى و [۱۰] کتاب شہاب الدین مع شرح

۳۔ کتاب الامالی للسید مرتضیٰ علم الہدی، یہ کتاب پہلے ایران میں چھپی تھی لیکن نہایت غلط اور مسخ تھی۔ اب مصر میں چھپی ہے، آٹھ سو صفحوں میں ہے



قدیم زمانے میں مسلمانوں نے یونان، مصر، ایران، کجاست، ہندوستان کی جو کتابیں اور تصنیفات ترجمہ کیں۔ عموماً علوم و فنون کی کتابیں تھیں۔ ناول اور قصوں کو انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا، لیکن ہمارے زمانے میں اہل قلم نے اس کی تلافی کر دی یعنی ناول اور ڈراموں کے سوا اور کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا : ع

بہ بین تفاوت راہ از ست ، تا بہ کجا

اس سلسلہ میں یہ امر کسی قدر تعجب کے قابل ہے کہ ہمارے ایک دوست منشی واحد علی صاحب مرحوم نے ایک نہایت دقیق اور فلسفیانہ کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس خوبی سے کیا کہ گویا اصل کتاب اردو ہی میں لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب بکل صاحب کی ہسٹری آف سویلیزیشن ہے جس کا ایک حصہ چھپ کر شائع ہوا ہے اور منشی واحد علی صاحب امین آباد لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔ قیمت بہ اختلاف کاغذ و جلد (ایک روپیہ آٹھ آنہ / ایک روپیہ چار آنہ / ایک روپیہ دو آنہ) ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ وقف اولاد کی کارروائی نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہے۔ ملک کے ہر حصہ سے لوگ اس تحریک کی اعانت کے لئے آمادہ ہیں۔ ہر ڈاک میں کثرت سے خطوط کاغذات وقف اور فارم کی طلبی میں آتے ہیں اور ہر جگہ کثرت سے دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ تمام بڑے اضلاع میں انجمن وقف کی شاخیں قائم ہو جائیں اور اس طرح کام کو اور بھی وسعت اور استحکام حاصل ہو۔

ڈھاکہ میں مشرقی بنگال کے لئے جدید طرز پر جو عربی مدرسہ قائم کیا جا رہا ہے ہمارے مدرسہ کے مہتمم و مدرس اعلیٰ مولانا حفیظ اللہ صاحب اس کے پروفیسر مقرر ہوئے ہیں اور وہ اسی غرض سے ایک طویل رخصت پر دارالعلوم سے تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک عرصہ دراز تک جس سکون، وقار اور خودداری سے مدرسہ میں اپنا کام انجام دیا، اس نے تمام طلباء و مدرسین کو ان کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ طلباء، مدرسین اور اسٹاف کی طرف سے ان کے لئے زیر صدارت مولوی محمد نسیم صاحب وکیل ایک نہایت پر شان و داعی جلسہ کیا گیا جس میں ایک ایوننگ پارٹی ترتیب دی گئی اور

طلبا و مدرسین دارالعلوم کی طرح فصیح عربی زبان میں مذہب کا غد پر چاندی کی کشتی میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ طلبا نے عربی، اردو، انگریزی اور بھاکھا زبانوں میں عمدہ تقریریں کیں اور مولانا کی اس مدتہائے دراز کے احسانات کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر لوکل ارکان کے سواراجہ نوشاد علی خان، مولوی نظام الدین صاحب، خان بہادر ڈاکٹر عبدالرحیم، مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی وغیرہ اکثر عائد شہر موجود تھے۔ لوگ عربی خواں طلبا کی اس خوش اسلوبی، انتظام اور سب سے زیادہ ان کی مختلف اللسان عمدہ تقریروں سے نہایت متاثر و محفوظ ہوئے۔

اس جلسہ کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ ندوہ کو جن حضرات کی شرکت کی مدت سے آرزو تھی، وہ اس جلسہ میں شریک ہوئے اور ان کو دارالعلوم کی تعلیم و تربیت کا کچشم خود معائنہ کرنے کا موقع ملا اور دارالعلوم کی ضرورت کا اعتراف کیا اور بخوشی ندوہ کی ممبری قبول فرمائی، چنانچہ مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی داماد مولانا عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے اس جلسہ سے متاثر ہو کر ہم کو حسب ذیل خط لکھا ہے:

”جناب مولانا مولوی استاذی محمد حفیظ صاحب کی رخصتی کے جلسہ میں آپ حضرات نے مجھے بھی شرکت کا موقع دیا اور میں بھی شریک ہوا۔ اس روز کے جلسہ نے خصوصاً طلبا کی مختلف زبانوں میں تقریروں نے کچھ ایسا اثر کیا کہ خواہ مخواہ بے چینی کے ساتھ یہ خواہش دل میں پیدا ہوئی کہ میں بھی آپ حضرات کے ساتھ شریک ہوں یعنی دارالعلوم کی ممبری کا فخر حاصل کروں، اگرچہ اس وقت تک میں ایک حد تک مخالف دارالعلوم کا نہ تھا اور نہ کوئی وجہ مخالفت کی تھی، کیونکہ تعلیم کی مخالفت ایک بے معنی سی بات ہے مگر اب اس وقت یہ دل چاہا کہ ممبر ہو کر ادائے فیس کے ذریعے سے کچھ مالی امداد بھی اس مفید کام میں پہونچاؤں“.....

ہم مفتی صاحب موصوف کا نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ دارالعلوم میں ادیب اول کے عہدہ پر مولوی محمد فاروق صاحب چہ یا کوٹی کا تقرر ہوگا۔ ہندوستان میں مولانا علم و ادب کے مسلم الثبوت استاد ہیں۔

## شذرات

(ستمبر ۱۹۰۹ء)

### حضور سرکار عالیہ بھوپال کی بے نظیر فیاضی

دارالعلوم ندوہ جس قدر روز بروز وسعت حاصل کرتا جاتا ہے اسی قدر اس کی ضروریات اور مصارف بڑھتے جاتے ہیں، خصوصاً اس وجہ سے کہ گورنمنٹ کے ماہوار عطیہ نے اس کی دنیوی تعلیم کے صیغہ کو چونکہ قوی اور وسیع کر دیا ہے اس لئے اسی مناسبت سے خاص مذہبی تعلیم کی ترقی اور وسعت دینے کی ضرورت دفعۃً بڑھ گئی۔ اسی خیال سے ارادہ تھا کہ اسلامی ریاستوں کی طرف رخ کیا جائے۔ ہم موقع ہی ڈھونڈ رہے تھے کہ حضور سرکار عالیہ خلد با اللہ تعالیٰ نے فرمان خاص کے ذریعہ سے علاوہ ماہوار سابق کے دوسروپیہ کا اضافہ کر دیا۔ حضور عالیہ کی اس نوازش کا اتر تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر ہوا اور متعدد اسلامی انجمنوں نے حضور عالیہ کی خدمت میں شکریہ کے تار بھیجے۔

اس موقع پر بے ساختہ چند اشعار زبان سے نکلے جو آئندہ پرچے میں درج ہوں گے، خاتمہ کا شعر یہ ہے:

زندہ تادیر بمانی کہ پس از نور جہاں

آسماں نام تو آرائش دیوان کردہ است

دارالعلوم کی جو عظیم الشان عمارت طیار ہو رہی ہے اس کے نقشہ کے نوٹو ملک میں عام اشاعت کی غرض سے چھپوائے گئے ہیں۔ (اروپہ چار آنے) فی نقشہ قیمت ہے۔ خطوط طلب

دفتر ندوہ کے پتہ سے آئیں۔ یہ فوٹو اس قدر خوب صورت ہیں کہ ایک قومی اور علمی عمارت کے اظہار عظمت کے علاوہ ان سے شائقین کے کمروں کی زینت بھی ہو سکتی ہے۔

## وقف اولاد کی کارروائی کہاں تک پہنچی

خدا کا شکر ہے کہ اس تحریک کی طرف قوم نے امید سے زیادہ توجہ کی اس قدر لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس وقت اس تحریک کے متعلق کاغذات ذیل شائع ہو چکے اور ہو رہے ہیں:

۱۔ فتاویٰ علمائے ہندوستان متعلق صحت مسئلہ وقف اولاد (اس مسئلے میں سنی و شیعہ دونوں فریق کے علمائے اتفاق کیا ہے۔)

۲۔ رسالہ وقف اولاد جس میں پریوی کونسل کی غلط فہمی کے وجوہ ظاہر کئے گئے ہیں اور اصل مسئلہ قرآن مجید اور حدیث اور فقہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ (یہ رسالہ ۸/۸ آنہ قیمت پر ملتا ہے۔)

۳۔ مختصر کارروائی جس میں ملک کے قابل اور لائق قانون دانوں اور مدبروں کی رائیں اس تحریک کی کامیابی کے متعلق درج کی گئی ہیں۔

۴۔ فارم جس پر تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے دستخط کرانے ہیں۔

ان کاغذات کے شائع کرنے پر تمام اطرافات سے ہمدردی اور اظہار اعانت کے خطوط آئے۔ نہایت کثرت سے لوگوں نے فارم طلب کئے اور ان پر دستخط کرا کر بھیجتے جاتے ہیں۔

اکثر بزرگان قوم نے انجمن وقف کی ممبری قبول کی جن میں سے بزرگان ذیل کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاسکتا ہے:

جناب نواب امیر حسن خان صاحب رئیس	کلکتہ
جناب سید علی امام بیرسٹریٹ لا	بانکی پور
جناب خان بہادر محمد شفیع صاحب بیرسٹریٹ لا	لاہور
جناب فضل حسنین صاحب بیرسٹریٹ لا	لاہور
جناب مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹریٹ لا و تعلقہ دار	لکھنؤ
جناب مولوی محمد یوسف صاحب وکیل ہائی کورٹ	کلکتہ

جناب سید ظہور احمد صاحب	لندن
جناب خان بہادر شیخ غلام صادق صاحب	امرت سر
جناب مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس	علی گڑھ
جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب	دہلی
جناب نواب احمد سعید خان صاحب طالب	دہلی
جناب سید نواب علی حسن خان صاحب بہادر	لکھنؤ
جناب آنرہیل خان بہادر سید نواب علی صاحب	ڈھاکہ
جناب نواب منزل اللہ خان صاحب رئیس	علی گڑھ

جناب راجہ علی محمد خان صاحب کے سی ایس رئیس محمود آباد نے اس مسئلہ کی طرف توجہ کی جناب مولوی سید فخری صاحب نے مدراس سے اطلاع دی کہ وہاں ایک جلسہ اس کی تائید میں منعقد ہوگا جس کے صدر انجمن پرنس آف اراکٹ ہوں گے۔

بنگلہ میں جناب مولوی عبدالحق صاحب ہاشمی نے تمام بنگال کی انجمنوں اور عہدہ داروں کی فہرست مرتب کرائی ہے اور ہر جگہ فارموں پر دستخط کرانے کے لئے کارروائی شروع کر دی ہے۔ اب حسب ذیل کارروائیوں کی ضرورت ہے:

۱۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں انجمن وقف کی شاخیں قائم ہو جائیں۔

۲۔ فارموں پر کم از کم ایک لاکھ دستخط حاصل کئے جائیں۔

۳۔ نہایت ضروری اور مقدم امر یہ ہے کہ علما کے فتاویٰ اور رسالہ وقف کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔ ابھی تک اس کا معقول انتظام نہیں ہوا، کیونکہ ایسے لوگ جو عہدہ انگریزی لکھ سکتے ہوں اور فقہی اصطلاحات سے واقف ہوں کم ہیں اور جو ہیں ان کو اپنے اشغال سے فرصت نہیں، ناظرین سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ایسے لائق اشخاص کے نام سے ہم کو مطلع کریں کہ ان کی خدمت میں درخواست کی جائے، ترجمہ کا معقول معاوضہ دیا جائے گا (اگر وہ معاوضہ لینا منظور کریں گے)

۴۔ تمام کارروائی کے انجام دینے کے لئے کم از کم چار ہزار روپے کی ضرورت ہوگی اس

لئے اس قدر سرمایہ بہم پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اس وقت تک جن صاحبوں نے چندہ عطا فرمایا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۰۰	انجمن اسلامیہ امرتسر
۵۰	جناب مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس بھیکم پور
۱۰۰	جناب شیخ غلام صادق صاحب رئیس امرتسر
۱۰۰	جناب نواب منزل اللہ خاں صاحب رئیس بھیکم پور
	جناب مرزا سعید الدین احمد صاحب عرف احمد سعید خاں صاحب
۱۵	طالب صدر بازار میرٹھ
۱۰	جناب عبدالماجد صاحب موضع ٹھریا، فتح گنج غربی، ضلع بریلی
۵	جناب مولوی محمد عالم صاحب وکیل قنوج
۱۵	جناب سید محمد غلام جبار صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن
۳	جناب سعادت اللہ صاحب رئیس موضع سنگھیا، ضلع پورنیہ
۳۵	جناب سید غلام حسن خاں صاحب وکیل منصفی کیرانہ ضلع مظفرنگر

شبلی نعمانی

## شذرات

[اکتوبر ۱۹۰۹ء]

### ایک اور آفتاب علم غروب ہو گیا

ہندوستان میں قدیم تعلیم کی یادگاریں اس قدر کم رہ گئی ہیں کہ گویا کچھ نہیں رہیں، تاہم اس وقت تک ہندوستان کے علمی افق میں جو روشنی ہے، اسی تعلیم کی ہے۔ فقہ، اصول، حدیث، تفسیر، ادب، کلام کا کوئی مشکل مسئلہ آج دریافت کرنا ہو تو نئی نسلیں بالکل بے کار ثابت ہوں گی۔ اس بنا پر جب اس قدیم عمارت کا کوئی ستون گرتا ہے تو دل کانپ جاتا ہے کہ اب کیا ہوگا۔

اساتذہ قدیم میں سے صرف دو شخص باقی رہ گئے تھے، مولانا لطف اللہ صاحب اور مولانا محمد فاروق صاحب چریا کوٹی اور افسوس کہ ان دو میں سے بھی ایک نے اپنی جگہ خالی کر دی یعنی مولانا فاروق صاحب نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا موصوف چریا کوٹ کے رہنے والے تھے جو اعظم گڑھ کے ضلع میں ایک مردم خیز قصبہ ہے۔ انھوں نے اپنے بڑے بھائی مولوی عنایت رسول صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب فرنگی محلی اور مولوی نعمت اللہ صاحب فرنگی محلی سے تمام علوم کی تکمیل کی تھی۔ علم ادب اگرچہ بطور خود حاصل کیا تھا، تاہم بہت بڑے ادیب اور ناظم و ناشر تھے۔

مزاج میں سخت و ارٹگی، بے پروائی اور بے تکلفی تھی، اس لیے ایک جگہ قیام نہیں کر سکتے تھے، نہ کوئی کام باقاعدہ انجام دے سکتے تھے۔ اسی وجہ سے کوئی بڑی خدمت یا عہدہ نہ حاصل کر سکے، نہ اس کو ان کی پروا تھی۔ علمی ذوق اس قدر غالب تھا کہ سخت سے سخت دنیاوی کشمکشوں

میں بھی تعلیم و تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ بے قاعدگی کی وجہ سے کوئی مستقل تصنیف نہیں کی، چھوٹے چھوٹے دو چار رسالے لکھے اور وہ بھی ناتمام رہ گئے۔ تمام مسائل علمیہ میں مجتہدانہ رائے رکھتے تھے اور جب کوئی کتاب پڑھاتے تھے تو عموماً مصنف کی غلطیوں اور فروگزاشتوں سے تعرض کرتے تھے۔

میں نے معقولات کی تمام کتابیں مثلاً میرزا ہد، ملا جلال مع میرزا ہد، حمد اللہ، شرح مطالع، صدرائے شمس بازغہ ان ہی سے پڑھیں اور میری تمام تر کائنات ان ہی کے افادات ہیں۔ فارسی کا مذاق بھی ان ہی کا فیض ہے، اکثر اساتذہ کے اشعار پڑھتے اور ان کے ضمن میں شاعری کے نکتے بتاتے۔

چوں کہ ان کی کوئی علمی تصنیف شائع نہیں ہوئی، اس لیے ہم چند اشعار درج کرتے ہیں کہ مشن نمونہ از خروارے۔

رسیدی و ربودی دین و دل در جنبش چشمے      بہ یک گردش چو جام بادہ کارم ساختی رفتی  
بہ گلشن آمدی و غنچہ را در خون جگر کردی      نسیم آسا سمند ناز بر گل تاختی رفتی

نہ دارد دل دگر تاب طپیدن      نگاہ خویش را رحم آشنا کن  
نہ دارد چشم من تاب جمالت      بیا چوں مردمک در دیدہ جا کن

زمانہ گر ز خط حکم تو بہ پیچہ سر      دو رشتہ شب و روزش بہ تن شود زنار

دارالعلوم کے سابق پرنسپل و مدرس اعلیٰ مولوی حفیظ اللہ صاحب کی رخصت کے بعد ان کی جگہ خالی تھی۔ مولانا شیر علی صاحب جو ہندوستان کے ایک ممتاز فاضل ہیں ایک مدت سے حیدرآباد میں مقیم تھے، انہوں نے ہماری درخواست پر اس عہدہ کو قبول کر لیا۔ مولانا مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جون پوری کے شاگرد رشید ہیں۔



انجمن تعلقہ داران اودھ نے ندوہ کو پچاس روپے عنایت کئے ہیں، ندوہ کا دارالعلوم تقریباً دس برس سے اودھ میں قائم ہے لیکن ندوہ کو دسائے اودھ سے جس امداد کی توقع تھی وہ اب تک حاصل نہیں ہوئی، اس بنا پر اگر ان کی طرف سے تھوڑی عنایت ظاہر ہو تو ہمیں اس کو نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔

قوم میں مسئلہ وقف اولاد کی طرف نہایت شدت کے ساتھ تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ لاہور، بہار، مدراس، سورت اور بعض دیگر شہروں میں اس کی اعانت و ہمدردی کے لئے نہایت شاندار جلسے ہوئے۔ فارم پر دستخط ہو کر واپس آرہے ہیں، جن لوگوں نے اب تک فارم نہیں واپس کئے ہیں ان سے درخواست ہے کہ فارم دستخط کرا کر بہت جلد دفتر میں بھیج دیں تاکہ دوسری ضروری کارروائیوں کا آغاز ہو۔

دارالعلوم کی عمارت کا کام بدستور جاری ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب مشیر تصریفات بہاول پور، بہاول پور سے لکھنؤ خاص عمارت کے معائنہ کے لئے تشریف لائے اور چند روز رہ کر واپس گئے، انہوں نے طلباء کی انگریزی تعلیم کا بھی امتحان لیا۔



## شذرات

(جنوری ۱۹۱۰ء)

### مولانا شیرعلی صاحب مدرس اعلیٰ دارالعلوم ندوہ

ہم ندوہ کی مختلف کامیابیوں کے متعلق وقتاً فوقتاً تذکرہ کرتے رہے ہیں، لیکن تعلیمی حالت کا ہم نے بہت کم ذکر کیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ندوہ کو خصوصیت اس باب میں حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس نے نصاب تعلیم جدید اور نہایت مفید انتخاب کیا ہے اور اس وجہ سے اس کا اثر خود بخود تعلیم پر پڑتا ہے لیکن ہم کو جس قسم کے مدرسین علماء درکار ہیں وہ بہت کم بہم پہنچتے ہیں۔ علماء اسی قدیم طرز کے تعلیم یافتہ ہیں، اس لئے ان میں کسی قسم کی اجتہادی قوت نہیں پائی جاتی۔ مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ مدرسین جب منطق و فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دین تو ہر مسئلہ کے متعلق غلطی و صحت کا بھی فیصلہ کرتے جائیں لیکن تمام ہندوستان میں کتاب کا حرف و جی سمجھا جاتا ہے اس لئے ہر مدرس سمجھتا ہے کہ مصنف کی رائے پر تنقید کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

ہم کو نہایت خوشی ہے کہ جناب مولوی صاحب موصوف الصدر، علوم درسیہ میں ماہر ہونے کے ساتھ تمام علمی مسائل میں مجتہدانہ رائے رکھتے ہیں اور وہ صرف کتاب کے مطلب سمجھانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصل مسئلہ کی تحقیق و تنقید بھی کرتے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی تقلید سے اور مدرسین میں بھی یہ مذاق پھیلتا جائے گا۔

### دارالعلوم میں طلباء کی کثرت

اس دفعہ مدرسہ کھلنے کے ساتھ اس کثرت سے طلباء کی آمد شروع ہوئی کہ مدرسہ میں

مطلق گنجائش نہیں رہی۔ مجبور ہو کر کرایہ کا مکان لینا پڑا، لیکن مدرسہ کے آس پاس مکان نہیں ملتے، ایک مکان مل سکا وہ بھی معمور ہو چکا۔ چند طلباء کو مجبوراً میں نے خاص اپنے مکان میں جگہ دی، لیکن طلباء کی آمد اب تک جاری ہے اور یہ دل گوارا نہیں کرتا کہ طالبان علم کو واپس پھیر دیا جائے۔ دارالعلوم کی جدید عمارت سرگرمی سے تیار ہو رہی ہے۔ کاش ارباب کرم بورڈنگ کے لئے بھی کافی سرمایہ مہیا کر دیتے کہ دونوں عمارتیں ساتھ ساتھ تیار ہو جاتیں۔

## الندوہ کا سال نو

الندوہ کی گذشتہ زندگی کا آغاز جس بے سروسامانی کے ساتھ ہوا اور جس بے اطمینانی کے ساتھ ختم ہوا، اس کی داستان گو کتنی ہی پر درد ہوتا ہم اس کی کچھ شکایت نہیں۔ الندوہ کی زندگی خالص مذہبی اور علمی زندگی تھی اور تاریخ سے ثابت ہے کہ اس قسم کی زندگی ہمیشہ اسی بے سروسامانی سے گذری ہے، اس لئے اس کی زبان پر حرف شکایت نہیں آسکتا، لیکن اب جب کہ سال نو کا آغاز ہے، جب کہ چھ سال کی وسیع مدت میں اس کی زندگی نے بجائے خود ایک تاریخی حیثیت پیدا کر لی ہے، جب کہ ناظرین اس کو نئے آب و رنگ کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں، اس کو اپنی مشکلات کے بیان کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ الندوہ ایک اسلامی انجمن کا رسالہ ہے۔ اسلامی علوم و فنون اس کا موضوع بحث ہے۔ اس بنا پر اس نے ہمیشہ اس کو پیش نظر رکھا۔ اسلام کے مہمات مسائل سے بحث کی۔ فلسفہ جدیدہ اور فلسفہ قدیمہ میں تطبیق دی۔ شعر و شاعری کا صحیح مذاق پھیلایا اور رنگ زیب کی برأت کی، لیکن با این ہمہ وہ بے اثر رہا اور ناظرین کی علمی زندگی میں کوئی انقلاب نہ پیدا کر سکا۔ ملک میں سیکڑوں رسالے نکل رہے ہیں۔ ان کے ناظرین نے خود ایک خاص لٹریچر پیدا کر دیا ہے، لیکن صرف ایک الندوہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ چھ سال کے تمام نمبروں کا ٹائٹل پیج بہ ترتیب پڑھ ڈالو، مضمون نگاروں کو فہرست میں اڈیٹر کے سوا کسی کا نام نظر نہ آئے گا۔ اس کے بخلاف اور رسالوں کو دیکھو اڈیٹر صرف پرچہ کی اشاعت و ترقی میں مصروف نظر آتا ہے اور ناظرین اور اہل قلم دلچسپ مضامین سے اس کی اعانت کرتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر ایک اور مشکل ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ تمام دنیا کبھی نہ متحد المذاق ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ کسی کو فلسفہ تاریخ سے دلچسپی ہوتی ہے، کوئی شعر و شاعری کا ذوق رکھتا ہے، کسی کو مذہبی مسائل کے ساتھ شغف ہوتا ہے۔ الندوہ کے ناظرین میں بھی ہر قسم کے لوگ ہیں اس لئے اس اختلاف مذاق کا ہمیشہ لحاظ رکھنا پڑتا ہے لیکن چونکہ رسالہ کا حجم کم اور مضمون نگاروں کی تعداد محدود ہے اس لئے ہر پرچہ کے مضامین میں تنوع و تعدد نہیں پیدا ہوتا، جس سے ناظرین کو بددلی پیدا ہوتی ہے، بایں ہمہ اب یہ قطعی ارادہ کر لیا گیا ہے کہ جنوری سے پرچہ کی کتابت بہت درآورد ہوگی جس کی وجہ سے مضامین کی گنجائش زیادہ ہو سکے گی۔ مضامین کے اعتبار سے تعدد و تنوع کا بھی لحاظ رکھا جائے گا اور پرچہ وقت پر شائع ہوگا، اس لئے ملک کے اہل قلم بالخصوص ناظرین الندوہ سے درخواست ہے کہ اگر وہ الندوہ کی زندگی میں تغیر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی علمی زندگی میں تغیر پیدا کریں یعنی خود مضامین لکھیں، دوسروں کو مضمون نگاری کی ترغیب دیں اور رسالہ کی اشاعت میں کوشش فرمائیں۔ الندوہ کی مضمون نگاری کے متعلق لوگوں کو ایک سخت غلطی یہ پیش آتی ہے کہ آج تک الندوہ میں جس قدر مضامین شائع ہوئے، تمام تر عربی و فارسی کتابوں سے ماخوذ تھے، اس بنا پر انگریزی خواں گروہ نے غلطی سے سمجھا کہ الندوہ کا دائرہ بحث صرف اسلامی معلومات اور اسلامی تصنیفات تک محدود ہے لیکن یہ سخت غلطی ہے۔ الندوہ بے شبہ اسلام کے فلسفہ عقائد، تاریخ اور تصنیفات کے متعلق صحیح معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچانا چاہتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی یہ کوشش بھی ہے کہ ملک کو خصوصاً علما کو یورپ کے علوم و فنون اور خیالات سے روشناس کرے۔ یورپ نے خود اسلامی علوم و فنون کے متعلق اس قدر وسیع لٹریچر پیدا کر دیا ہے جو دریائے بے کنار ہے۔ اس لئے اگر جدید علوم و فنون اور جدید معلومات کے متعلق محققانہ مضامین لکھے جائیں تو الندوہ اس کی اشاعت کے لئے تیار ہے اور بخوشی تیار ہے، لیکن یہ کس کا کام ہے؟ اس کا فیصلہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔

## شذرات

(فروری ۱۹۱۰ء)

مدراس میں بادشاہ صاحبوں کا خاندان ہمیشہ سے دولت مندی کے ساتھ ایثار اور فیاضی میں بھی مشہور رہا ہے اب کی پرنسپل کونسل کی ممبری کے انتخاب کے موقع پر قوم کی قدردانی سے اس خاندان کے ایک معزز ممبر یعنی آنر ایبل محمد عبدالقدوس بادشاہ ممبر منتخب ہوئے۔ اس خوشی کی تقریب میں جناب محمد محمود اللہ بادشاہ صاحب نے تمام بزرگانِ مدراس کی دعوت کی۔ یہ رسم نہایت دھوم دھام اور تزک و احتشام سے عمل میں آئی۔ دعوت کی کمیٹی نے اس موقع پر جو اصلی فیاضی کی وہ یہ تھی کہ اس خوشی کی یادگار میں مختلف مدراس اور انجمنوں کو معتد بہ رقمیں دیں جس کی تفصیل مع اسمائے عطا کنندگان حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	اسمائے چندہ دہندگان	نام مدرسہ	تعداد درقم
۱	جناب محمد محمود اللہ بادشاہ صاحب	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۵۰
۲	جناب محمد سعد اللہ بادشاہ صاحب	مسلمانانِ ٹرانسوال	۱۰۰
۳	جناب محمد ولی اللہ بادشاہ صاحب	علی گڑھ کالج	۱۵۰
۴	جناب حکیم حاجی محمد عبدالواحد صاحب	زنانہ مدرسہ سعیدیہ مدراس	۵۰
۵	دیگر ممبرانِ خاندان	انجمن مفید اہل اسلام مدراس	
۶	مولانا عبدالسبحان صاحب	مدرسہ باقیاتِ صالحات کے ایک طالب علم کو دو سال کے لئے وظیفہ	۳۵

۷	کمیٹی دعوت	یتامی انجمن حمایت الاسلام	۳۵
		مدرسہ برہانیہ کے لئے مستقل وظیفہ	۱۲

اس قسم کے موقع پر ممکن ہے کہ اور لوگوں نے بھی اور طریقوں سے اظہار مسرت کیا ہو، لیکن خوشی اور اعزاز کے ظاہر کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے اور لوگوں کو اس کی تقلید کرنی چاہئے۔

### ندوة العلماء کی عمارت اور خلوص مذہبی کا ایک عجیب منظر

ارباب دولت کو تو ندوة العلماء کی عظمت و شان کا تماشا اس وقت نظر آیا ہوگا جب ہزار نے دارالعلوم کا سنگ بنیاد نصب فرمایا تھا لیکن جو لوگ مذہبی خلوص کے دل دادہ ہیں اُن کے دل اس رسم کے ادا کی خبر سن کر ہل جائیں گے جو اسلامی سال نو کے آغاز اور مقدس دن (جمعہ) کو ادا ہوئی، یکم محرم ۱۳۲۸ھ روز جمعہ کو تمام طلبائے دارالعلوم اس مقام پر جہاں دارالعلوم کی جدید عمارت تعمیر ہو رہی ہے، اس قدیم مذہبی خدمت کو انجام دینے کے لئے جمع ہوئے جو اُن کا آبائی شعار ہے، دارالعلوم کی تمام عمارت اگرچہ بجائے خود ایک علمی اور مذہبی عمارت ہے، لیکن اسلامی علوم میں علم تفسیر تمام علوم دینیہ کا سر تاج ہے، اس لئے جو کمرہ خاص فن تفسیر کے لئے تعمیر ہو رہا ہے طلبائے دارالعلوم ندوہ نے اس کے پاس جا کر تمام مردوزن کو ہٹا دیا اور خود اپنے ہاتھ سے چونہ، گارا، اینٹیں لاکر ڈھیر کرنی شروع کیں۔ معمار کام بناتے جاتے اور لڑکے ان کو مصالحہ دیتے جاتے تھے، وہ حالت خاص اثر رکھتی تھی، جب مصالحہ گھٹتا تھا اور کم حیثیت معمار، معزز خاندانی لڑکوں کو تحکم کے لہجے میں ڈانٹتے تھے کہ مصالحہ پورا نہیں پہنچتا جلد کام کرو۔ خاکسار شبلی بھی اس رسم میں شریک تھا اور اینٹ اٹھا اٹھا کر معماروں کو دیتا تھا، جب یہ رسم ادا ہو چکی تو میں نے دارالعلوم کے مقاصد و اغراض کے متعلق ایک تقریر کی جس کی ابتداء عا سے ہوئی اور دعا پر ختم ہوئی۔ تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ اے خدا! یہ چند ناتواں، کم حیثیت، کم مایہ بچے تیرے گھر میں مزدوری کرنے آئے ہیں، ان کی مزدوری قبول کر۔ مغربی خیالات کا سخت سیلاب، مسلمانوں کو اپنی رُو میں بہائے لئے جاتا ہے جس کے ساتھ ان کی مذہبی حالت، مذہبی تاریخ، مذہبی شعائر، سب اس طوفان کی زد میں ہیں۔ اے خدا! ان چند ناتواں بچوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اس سیلاب کی نگر یہ سنبھالیں گے۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے جو کسی

طرح ان کے چہرہ پر نہیں گھلتا تو ہی ہے جو ان کی آبرورہ جائے۔  
یہ ایک ایسی شاندار رسم تھی، یہ ایک ایسا مؤثر منظر تھا، جہاں دارالعلوم کے تمام مقاصد  
واغراض محسوس صورت میں نظر آتے تھے۔ طلباء کو نظر آتا تھا کہ اُن کی زندگی کا آخری مقصد کیا ہے۔  
وہ جس شاہ راہ پر جا رہے ہیں اس کی انتہائی منزل کہاں ہے۔ اُن کو معلوم ہوتا تھا کہ مذہب کا  
روحانی اثر کس قدر قوی ہے۔ ان کو محسوس ہوتا تھا کہ کون سا پُر زور ہاتھ ان کو ڈھکیل رہا ہے۔

### جلسہ سالانہ ندوۃ العلماء

اعیان دہلی، اور انجمن خدام المسلمین دہلی نے ندوہ کو جلسہ سالانہ کی دعوت بھیجی تھی جو  
۱۶ جنوری ۱۹۱۰ء کے جلسہ انتظامیہ میں پیش ہوئی، تمام ارکان نے بالاتفاق نہایت خوشی سے منظور  
کیا۔ جلسہ کی تاریخیں ۲۶ مارچ ۱۹۱۰ء سے ۲۸ مارچ تک قرار پائیں۔ امید ہے کہ یہ جلسہ بڑی  
شوکت و شان اور سروسامان سے ہوگا اور چونکہ دعوت نامہ پر جناب حکیم اجمل خان صاحب حافظ  
الملک اور دیگر تمام معزز حضرات دہلی کے دستخط ہیں، اس لئے ہماری یہ امید بے جا نہیں۔  
یہ امر خاص طرح پر ذکر کے قابل ہے کہ یہ طے کر لیا گیا ہے کہ جلسہ صرف تقریروں اور  
اسپیچوں اور زولیوشنوں کی نمائش گاہ نہ ہو، بلکہ جو کچھ ہو کام کی باتیں ہوں، جس کے نتائج مستعمل  
اور یقینی ہوں۔

یہ بھی امید ہے کہ جلسہ میں مولانا حالی، اور مولانا ندیر احمد بھی شریک ہوں اور یہ پہلا موقع  
ہوگا کہ جدید تعلیم کے امیر العسکر قدیم جماعت کے علماء کی صف میں دوش بدوش نظر آئیں۔

---

جلسہ انتظامیہ میں یہ طے ہوا کہ مولوی محمد طیب صاحب عرب جو ایک مشہور ادیب ہیں  
دارالعلوم ندوہ میں ادیب مقرر کئے جائیں۔

---

اس سال ندوہ کے جلسہ سالانہ کی ممبری کا چندہ ممبری پانچ روپیہ قرار پایا ہے، ہم کو امید

ہے کہ ہمارے اندوہ کے اکثر ناظرین ممبری کے ٹکٹ دفتر ندوہ سے منگوائیں گے۔

یہ بھی طے ہوا کہ اشاعت اسلام کا کام نہایت وسعت اور اہتمام کے ساتھ شروع کیا جائے، چنانچہ اس صیغہ کا سکریٹری دارالعلوم ندوہ قرار دیا گیا اور عنقریب اس کے قواعد اور طریقہ کار روائی کے اصول شائع کئے جائیں گے۔

سکریٹری دارالعلوم ندوہ اوائل فروری میں ندوہ اور مسئلہ وقف اولاد اور اشاعت اسلام اور جلسہ سالانہ کی تحریک و اعانت کے لئے دورہ پروانہ ہوگا، جو کلکتہ سے لاہور تک ہوگا۔

نہایت خوشی کی بات ہے کہ مستورات کی ہمدردی اب ندوہ کے ساتھ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ حال میں چودھری علی جان مرحوم سندیلہ کی زوجہ محترمہ نے کتب خانہ ندوہ کے لئے ایک صندوق کتابیں روانہ کی ہیں۔ اکثر خاندانوں میں چھوٹے چھوٹے کتب خانے بیکار پڑے ہوئے ہیں، اگر لوگ اسی طور پر ان کتابوں کو ندوہ میں بھیج دیں تو اس سے کتب خانے میں بھی معتد بہ اضافہ ہو جائے اور یہ کتابیں بھی ضائع ہونے سے محفوظ رہیں۔

ہمارے قدیم مدارس اور قدیم انجمنیں اگرچہ اب تک اُسی پرانی لکیر کی فقیر ہیں، لیکن اب ملک میں جوئی انجمنیں قائم ہوتی ہیں ان میں قوم کے موجودہ مذاق اور نئی ضرورتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور چونکہ ندوۃ العلماء نے سب سے پہلے ان ضرورتوں کا احساس کیا ہے اس لئے اس قسم کی انجمنوں کو ندوۃ العلماء کے مقاصد، اغراض، اور دستور العمل کی پابندی کرنی پڑتی ہے، چنانچہ حال میں سکریٹری انجمن اسلامیہ دارجلنگ کا ایک خط ہمارے پاس آیا ہے، جس کو ہم اس موقع پر درج کرتے ہیں:

”مسلمانان دارجلنگ نے ایک انجمن بنام انجمن اسلامیہ



دارجلنگ مورخہ ۵/ دسمبر ۱۹۰۹ء کو قائم کی ہے..... آپ مہربانی فرما کر اپنی انجمن کے ضوابط و قواعد بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں تاکہ اس انجمن کے قواعد بھی آپ کے مطابق مقرر کئے جائیں۔“

یہ ندوۃ العلماء کی ترقی اور مقبولیت کے ابتدائی آثار ہیں لیکن وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے جب وہ تمام اسلامی مدارس اور اسلامی انجمنوں کے لئے شمع راہ ہوگا۔

اس سے پہلے جن حضرات نے مسئلہ وقف علی الاولاد کے لئے چندے عطا فرمائے تھے، اُن کے نام شائع کر دیئے گئے تھے، اُس کے بعد ہمارے پاس اس مد میں متعدد رقمیں آئی ہیں جن کو ہم نہایت شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہیں۔ بھوپال سے جو رقم وصول ہوئی ہے وہ تمام تر جناب محمد حبیب اللہ صاحب ناظر بھوپال کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اس لئے جناب ممدوح خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں:

نمبر شمار	نام نامی	تعداد رقم
۱	جناب مولوی سید علی امام صاحب بیرسٹر بانکی پور	۱۶ روپے
۲	جناب ڈاکٹر فیض محمد خان صاحب مہتمم شفا خانہ جات ریاست نابہ	۲ روپے
۳	جناب خدایار خان صاحب کابلی خورسہ سیونی چھپارہ	۱۵ روپے
۴	برادر سفر خان	۱ روپے
۵	جناب عبدالغفار خان صاحب سب اور سیریتا پور	۲۵ روپے
۶	جناب سید غلام محی الدین صاحب ہیڈ ماسٹر پھرالہ، ضلع جالندھر	۸ روپے
۷	جناب منشی عبدالرحیم خان صاحب سپرنٹنڈنٹ، پٹواریان بھوپال	۲ روپے
۸	جناب منشی محمد احسن صاحب صدر قانون گو بھوپال	۲ روپے
۹	جناب منشی رحیم بخش صاحب نائب اہل مد، بھوپال	۱ روپے

۱۰	جناب نشی ناصر علی صاحب اہل مد بھوپال	اروپے
۱۱	جناب نشی اکرام حسین صاحب صدر منصرم، بھوپال	اروپے
۱۲	جناب نشی علی اوسط صاحب صدر منصرم بھوپال	اروپے
۱۳	جناب نشی رجب علی صاحب امین بھوپال	اروپے
۱۴	جناب نشی سلام الدین صاحب صدر منصرم بھوپال	اروپے
۱۵	جناب نشی کرامت حسین صاحب صدر منصرم بھوپال	اروپے
۱۶	جناب نشی امیر حسن صاحب سرویر، بھوپال	۸ روپے
۱۷	جناب نشی محمود علی صاحب گردآور قانون گو، بھوپال	اروپے
۱۸	جناب نشی صادق علی صاحب گردآور بھوپال	اروپے
۱۹	جناب نشی سخاوت علی صاحب گردآور، بھوپال	اروپے
۲۰	جناب نشی کریم دادخان صاحب گردآور بھوپال	اروپے
۲۱	جناب محمد حبیب اللہ صاحب ناظر بھوپال	اروپے
۲۲	جناب سعادت اللہ صاحب موضع سنگھیا، ضلع پورنیہ	۲ روپے
۲۳	جناب نشی علی باقر صاحب اسٹنٹ مہتمم بندوبست، بھوپال	اروپے
۲۴	جناب نشی محمد اسحاق صاحب پیشکار، بھوپال	اروپے
۲۵	جناب نشی عبدالہادی صاحب صدر منصرم، بھوپال	اروپے
۲۶	جناب نشی محمد باقر صاحب محرر بھوپال	اروپے
۲۷	جناب نشی فصیح الدین صاحب منصرم عکس بھوپال	اروپے
۲۸	جناب نشی عنایت اللہ صاحب امین بھوپال	اروپے
۲۹	جناب نشی اعظم علی صاحب صدر منصرم بھوپال	اروپے

۳۰	جناب منشی رفیع الدین صاحب امین بھوپال	اروپے
۳۱	جناب منشی ثامن حسین صاحب نائب ناظر بھوپال	اروپے
۳۲	جناب منشی غلام مصطفیٰ صاحب امین بھوپال	اروپے
۳۳	جناب مولوی مظہر الحسن صاحب نائب محافظ دفتر بھوپال	اروپے
۳۴	جناب منشی جعفر علی صاحب گردآور بھوپال	اروپے
۳۵	جناب منشی عبدالمالک صاحب گردآور بھوپال	اروپے
۳۶	جناب منشی عبدالتین صاحب گردآور بھوپال	اروپے
۳۷	جناب منشی ایشری پرشاد صاحب گردآور بھوپال	اروپے
۳۸	جناب ممتاز الدین صاحب سب انجینئر پنٹر، ضلع بجنور	۱۰ روپے
	<b>میزان کل</b>	۱۱۸ روپے

اس کے پہلے الندوہ کی اشاعت قمری مہینوں اور سنہ ہجری کے مطابق ہوتی تھی، لیکن اب بعض آسانوں کے لحاظ سے مناسب سمجھا گیا کہ اس کی اشاعت انگریزی مہینوں کے حساب سے ہو، چنانچہ اس سال الندوہ کا سال نو جنوری ۱۹۱۰ء سے شروع ہوا ہے، اس بنا پر سال گذشتہ ۱۱ نمبر پر ختم کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس سال انھیں نمبروں پر قناعت کریں گے۔

## شذرات

[مارچ ۱۹۱۰ء]

### ہز ہائنس سر آغا خاں ندوۃ العلماء میں

نہایت خوشی کی بات ہے کہ اب ندوۃ العلماء کی طرف قوم کے سربراہ اور وہ اصحاب کی توجہ مبذول ہوتی جاتی ہے، مسلم لیگ کے جلسہ میں جب سکریٹری دارالعلوم نے جناب ہز ہائنس سر آغا خاں سے ملاقات کی تو جناب ممدوح نے ندوہ کے متعلق کچھ مشورے کیے، اس تقریر میں سکریٹری دارالعلوم نے ہز ہائنس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کلکتہ جاتے ہوئے لکھنؤ میں ندوہ کا ملاحظہ فرمائیں، جناب ممدوح نے نہایت خوشی سے قبول فرمایا، چنانچہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۰ء کو ہز ہائنس دہلی سے لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے اور ۳ فروری ۱۹۱۰ء کو جدید عمارت دارالعلوم کے زیر تعمیر ہال میں ایک نہایت شاندار جلسہ ہوا۔ ہال نہایت خوبی سے سجایا گیا تھا۔ تقریباً پانچ سو چیدہ اصحاب کا مجمع تھا۔ جن میں آنرےبل راجہ محمد علی خاں بہادر، آنرےبل سر راجہ تصدق رسول خاں بہادر، راجہ شعبان علی خان، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ہز ہائنس ٹھیک بارہ بجے تشریف لائے۔ طلبہ نے جن کی دورویہ قطار سڑک کے دونوں طرف کھڑی تھی، اہلاً وسہلاً و مرجاً کا زور سے غلغلہ بلند کیا۔ سکریٹری دارالعلوم اور مولانا سید عبدالحئی صاحب اور دیگر ارکان ندوہ نے ہز ہائنس کا استقبال کیا۔ ہز ہائنس ہال میں تشریف لائے اور نفرتی کرسی پر جلوس فرمایا۔ دارالعلوم کے ایک طالب العلم نے قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کیں۔ اس وقت ہز ہائنس اور تمام شرکائے جلسہ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد سکریٹری دارالعلوم ندوہ نے

فارسی زبان میں اڈریس پڑھا۔

چوں کہ ہز ہانس کا اصلی مقصد طلبائے دارالعلوم کے خیالات و معلومات کا اندازہ کرنا تھا، اس لیے جناب ممدوح نے طلبہ کو بلا کر ان کو تقریر کا موقع دیا اور بعض طلبہ کے لیے خود تقریر کا موضوع متعین کر دیا۔ طلبہ نے نہایت شستہ اور فصیح عربی میں تقریریں کیں۔ بالآخر ہز ہانس نے کھڑے ہو کر نہایت فصیح فارسی میں برجستہ تقریر کی، جس میں دارالعلوم کے مقاصد اور تعلیم کی نہایت تعریف کی اور فرمایا کہ ندوہ کی تعلیم کے سلسلہ تمام ہندوستان میں پھیلنے چاہئیں تاکہ تمام مذہبی گروہ میں یہ روشن خیالی پیدا ہو جائے۔ یہ بھی فرمایا کہ طلبہ کو تعلیم کی تکمیل کے لیے یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھیجنا چاہیے اور جس طرح یہودی اور عیسائی پیشوایان مذہب علوم جدیدہ کو مذہب کی حمایت کے لیے سیکھتے ہیں، علمائے اسلام کو بھی اسی طرح سیکھنا چاہیے تاکہ جدید تعلیم یافتہ گروہ پر اپنا مذہبی اثر ڈال سکیں اور ان کی رہبری کر سکیں۔ اخیر میں فرمایا کہ میں ہمیشہ ندوہ کا معین اور مددگار رہوں گا۔

ہز ہانس کے بیٹھ جانے کے بعد مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے ہز ہانس کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ہم کو ہز ہانس جیسے لوگ درکار ہیں، جو مسلمانوں کی ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو ملا سکیں۔

جلسہ کے ختم ہونے کے بعد معززین جلسہ نے ہال کے دروازہ تک ہز ہانس کی مشالیت کی اور ہز ہانس موٹر پر فرود گاہ کو روانہ ہو گئے۔

جلسہ سالانہ ندوہ، اب کی نہ صرف ظاہری شوکت و شان کے لحاظ سے ممتاز ہوگا، بلکہ ندوہ کا انتہائی خاکہ پیش کیا جائے گا اور اس کی کامیابی کی عملی تدبیریں بتائی جائیں گی۔ یہ مسرت کی بات ہے کہ ابھی سے ملک کے اہل الرائے اور ممتاز لوگ اس کی شرکت کے متعلق خطوط بھیج رہے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہر شہر کی اسلامی انجمنوں سے ڈیلیٹ اور وکیل آئیں۔

وقف اولاد کی جو تحریک ندوہ نے شروع کی خدا کا شکر ہے کہ اس کی کامیابی کے سامان نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہر فرقہ نے اس تجویز کی تائید کی۔ شیعہ کافر نس نے اس کی تائید میں ایک خاص ریلیوشن پاس کیا۔ مسلم لیگ دہلی میں بھی ایک خاص ریلیوشن منظور ہوا، جس کی تحریک مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے نے کی تھی۔ سکریٹری دارالعلوم ندوہ نے بھی صدر انجمن مسلم لیگ کے ایما سے اس مسئلہ پر تقریر کی۔ یہ بھی طے ہوا کہ ندوہ اور مسلم لیگ دونوں کی طرف سے الگ الگ گورنمنٹ کی خدمت میں مموریل (درخواست) جائے اور اگر جناب ویسراے بہادر کی خدمت میں ڈپوٹیشن بھیجنا قرار پائے تو ندوہ اور مسلم لیگ دونوں کے ممبر بہ تعداد مساوی شریک ہوں اور مشترکہ ڈپوٹیشن بھیجا جائے، کیونکہ یہ مسئلہ پولیٹیکل بھی ہے اور مذہبی بھی۔ اس لئے دونوں حیثیت سے گورنمنٹ کے پاس سفارت جانی چاہئے۔

وقف اولاد پر جو رسالہ لکھا گیا تھا اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو گیا ہے جو صاحب چاہیں ۴۰ بھج کر دفتر سے منگوا سکتے ہیں، اس کے ساتھ علماء کے فتاویٰ بھی بھیجے جائیں گے اور اس کی کچھ قیمت نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ اردو کے عناصر اربعہ (سرسید، آزاد، نذیر احمد، حالی) میں سے ایک اور عنصر کم ہو گیا یعنی مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی، مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے انگریزی انشاپردازی سے اس طرح اردو میں کام لیا کہ بظاہر ایشیائی انشاپردازی معلوم ہوتی ہے اور دھوکا ہوتا ہے کہ ظہوری اور ظہیری کے استعارات و تشبیہات اردو میں آگئے ہیں۔ حقیقت میں وہ طرز خاص کے موجد اور خاتم تھے، چونکہ ہمارے عزیز مولوی عبدالسلام اسٹنٹ اڈیٹر الندوہ، ان کی انشاپردازی پر مستقل مضمون لکھنے والے ہیں، اس لئے ہم زیادہ نہیں لکھتے۔ دارالعلوم ندوہ ان کے ماتم میں ایک دن کے لئے بند کر دیا گیا تھا۔

تعصب کوئی محسوس اور مادی چیز نہیں، لیکن اب ہمارے تعلیم یافتہ ہندو دوستوں نے اس

میں اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کو محسوس صورت میں دکھا سکتے ہیں۔ عالم گیر کی نسبت تعلیم یافتہ ہندوؤں کے جو خیالات تھے وہ مدت ہوئی کہ دل سے نکل کر زبان پر اور زبان سے نکل کر حروف کی شکل میں آگئے تھے، لیکن ہمارے خیال میں اس سے زیادہ اس سلسلہ کی وسعت ناممکن تھی، لیکن حال میں ایڈیٹر نانہ نے شاہ جہاں کے بستر مرگ جو تصویر شائع کی ہے، اس نے ہمارے اس خیال کو بدل دیا۔ اگر اس سے زیادہ اس فن میں زیادہ ترقی ہوئی تو تعصب ایک دیوتا کی صورت میں نظر آئے گا۔



## شذرات

(مئی ۱۹۱۰ء)

### الندوہ کے مضامین

اکثر صاحبوں کو یہ شکایت ہے کہ الندوہ میں مذہب سے متعلق جو مضامین لکھے جاتے ہیں ان میں بعض معتقدات عام کے خلاف ہوتے ہیں، اس لئے ان کو ایسے پرچہ میں شائع نہیں ہونا چاہئے جو تمام علمائے ندوہ کی طرف سے نکلتا ہے۔ اس بنا پر ہم اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ ایسے مضامین نہ نکلیں گے۔

### مدرسہ دیوبند

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ حضرات دیوبند کو بعض ان فقرات پر جو الندوہ میں مدرسہ دیوبند کی نسبت ہمارے قلم سے نکل گئے ملال ہے، ہم صحیح کہتے ہیں کہ ان فقرات سے ہمارا مقصد تو ہین و تحقیر نہ تھی تاہم حضرات موصوف سے معافی کے خواستگار ہیں۔

ہم کو نہایت مسرت ہے کہ جناب نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب نے لکھنؤ میں آکر اپنے صاحبزادہ کو دارالعلوم ندوہ میں تعلیم پانے کے لئے داخل کیا۔ ہماری دعا ہے کہ صاحبزادہ مذکور ایسی تعلیم پا کر نکلے جو نواب صاحب موصوف کی حسب دلخواہ ہو اور جو دوسرے بزرگوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہو۔

اب کی سال ندوہ میں جو تجویزیں منظور ہوئیں ان میں ایک اہم قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کی تجویز تھی، کیونکہ تمام ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں جو انگریزی میں



اعلیٰ درجہ کا انشا پر واز ہو اور اس کے ساتھ عربی کا بھی ماہر ہو، لیکن تمام مسلمانوں کو اس خبر کے سننے سے اطمینان اور مسرت ہوگی کہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور نہایت سرگرمی سے اس کو انجام دے رہے ہیں۔ اس کے متعلق ہم پورے واقعات آئندہ شائع کر سکیں گے۔



## شذرات

(جون ۱۹۱۰ء)

نہایت خوشی کی بات ہے کہ جلسہ سالانہ دہلی میں دارالعلوم کے بورڈنگ کی تعمیر کے لئے جو وعدے ہوئے تھے، اب وہ پورے ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ حال میں شیخ غلام صادق صاحب رئیس امرتسر و نواب رستم علی خان صاحب رئیس کرنال نے ایک ایک کمرہ کی تعمیر کا جو وعدہ فرمایا تھا، اس کی رقم سات سات سو روپیہ بھیج دی ہے۔ امید ہے کہ اور وعدے بھی رفتہ رفتہ پورے ہو جائیں گے۔

ہندوستان میں شادی و غم کے یہودہ مراسم میں قوم کا جس قدر روپیہ برباد ہو رہا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اب قوم کے روشن خیال اصحاب اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے جاتے ہیں، چنانچہ حال میں جناب حافظ حکیم عبدالولی صاحب نے جو لکھنؤ کے مشہور طبیب اور ندوۃ العلماء کے معزز رکن ہیں، ہم کو ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ انھوں نے اپنی ایک عزیزہ کے انتقال کے موقع پر ان تمام رسوم کو چھوڑ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرحومہ کی یادگار میں دارالعلوم ندوہ کے بورڈنگ میں ایک کمرہ تعمیر کرایا جائے۔ حکیم صاحب موصوف نے تمام خاندان کے سامنے ایک تقریر میں ان رسوم کے نقصانات بتائے اور ان کو خیرات و صدقہ کا صحیح مصرف بتایا، حکیم صاحب کا یہ خیال نہ صرف ان کے خاندان بلکہ تمام مسلمانوں کی تقلید کے قابل ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس صدقہ جاریہ کا ثواب مرحومہ کی روح کو ابد الابد تک پہنچتا رہے۔

نہایت خوشی کی بات ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تعلیم و تربیت کو خود اہل عرب بھی پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ حال میں عرب کے دو بچے دارالعلوم میں داخل ہوئے ہیں۔ ان میں ایک شیخ عبدالرزاق صاحب عرب کا بچہ ہے جو بمبئی میں نہایت اعلیٰ پیمانے پر تجارت کا کام کرتے ہیں۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ چند مصنوعی لوگوں نے اہل عرب کو بہت کچھ بدنام کر دیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اصلی عربوں میں اب تک شرافت اور فیاضی کا وہی اثر موجود ہے جو قدیم زمانہ میں ان کی ماہ الامتیاز خصوصیت تھی۔ چنانچہ یہ دونوں بچے خود اپنے مصارف کے متکفل ہیں بلکہ شیخ عبدالرزاق صاحب نے دارالعلوم کے لئے پچاس روپے بھی روانہ فرمائے ہیں۔

۲۰ مئی ۱۹۱۰ء کو جس روز ملک معظم کا جنازہ اٹھنے والا تھا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک ماتمی جلسہ کیا گیا، جلسہ میں تقریباً شہر کے اکثر ارکان موجود تھے چونکہ جمعہ کو معمولی تعطیل تھی اس لئے اس کے بجائے شنبہ کو مدرسہ ایک روز کے لئے بند کیا گیا۔



## شذرات

(جولائی ۱۹۱۰ء)

### ہومر کے الیادہ کا عربی ترجمہ

اگر یہ سوال ہو کہ کل دنیا کا سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ تو مختلف قوموں کی زبان سے مختلف جواب ہوں گے۔ عجم فردوسی کا نام لیں گے۔ انگریز شکسپیر کو پیش کریں گے۔ رومی ورجل کے حق میں ووٹ دیں گے۔ عرب امراء القیس کو مقابلہ میں لائیں گے۔ غرض کسی شخص پر اتفاق عام نہ ہو سکے گا۔ تاہم وطن پرستی سے قطع نظر کر کے اگر کسی شخص پر اتفاق عام ہو سکتا ہے، تو وہ یونان کا شاعر ہومر ہے جس کو عربی کتابوں میں امیروس لکھتے ہیں اور جس کی نسبت ابوالعلائی معری لکھتا ہے کافی امیروس لدین محمد۔

ہومر وہ شخص ہے کہ ارسطو نے اس کے مشکل اشعار کی شرح میں ایک مستقل کتاب لکھی اور درحقیقت ارسطو نے فن شاعری اور بلاغت کے جو اصول اور آئیں منضبط کئے وہ ہومر ہی کے کلام سے مستنبط تھے۔ سکندر ہومر کا کلام سفر حضر میں ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا۔ فرانس کے مشہور فاضل رینان کا قول ہے کہ ”ایک ہزار برس کے بعد دنیا کی تمام تصنیفات مٹ جائیں گی، صرف ہومر رہ جائے گا۔“ یہ بات تعجب سے خالی نہیں کہ مسلمانوں نے یونان کا ایک ایک حرف عربی زبان میں ترجمہ کے ذریعہ سے لے لیا، لیکن ہومر کے ترجمہ کا پتہ نہیں چلتا، اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ عرب کو اپنے ادب اور شاعری پر اس قدر ناز تھا کہ وہ دوسری زبانوں کے ادب اور شاعری سے مستفید ہونے کو عار سمجھتے تھے۔ بے شبہ انھوں نے ارسطو کی کتاب الشعر اور کتاب الخطابہ کا ترجمہ کیا، لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ ارسطو نے یہ دونوں کتابیں منطق کے مجموعہ میں شامل کر دی تھیں اور ان دونوں

چیزوں کو وہ منطق ہی کا ایک حصہ خیال کرتا تھا اس بنا پر مسلمانوں نے ان کا ترجمہ کیا، چنانچہ بوعلی سینا کی کتاب الشفا میں یہ دونوں باب موجود ہیں، لیکن جب علمائے اسلام نے منطق پر خود مستقل کتابیں تصنیف کیں تو یہ دونوں حصے نکال ڈالے۔ علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر میں لکھا ہے کہ میں نے اگرچہ فن بلاغت پر یہ کچھ لکھا ہے لیکن میں یونانی تصنیفات سے مطلق واقف نہیں۔

غرض عربی زبان میں تو ہومر کا ترجمہ غالباً نہیں ہوا لیکن مسلمانوں کے ترجمے عربی پر محدود نہ تھے۔ مترجمین اسلام نے اکثر کتابیں یونانی سے سریانی میں ترجمہ کیں اور پھر سریانی سے عربی میں آئیں، چنانچہ ہومر کا ترجمہ بھی خلیفہ مہدی کے زمانہ میں ثادیلےس نے سریانی زبان (۱) میں کیا تاہم عربی زبان پر یہ بڑا داغ تھا کہ اس کا دامن ایک ایسی کتاب کے ترجمہ سے خالی ہے۔

ہم پروفیسر سلیمان بستانی کے ممنون ہیں جس نے ایک مدت کے بعد اس فرض کو ادا کیا ہے۔ پروفیسر موصوف شام کے مشہور فضلا میں سے ہے۔ عربی زبان میں آج کل جو انسائیکلو پیڈیا لکھی جا رہی ہے، یہی نامور اس کو پورا کر رہا ہے۔ یہ کتاب جب اس نے ترجمہ کی تو مصر اور قاہرہ کے فضلا نے قدردانی کے لحاظ سے اس تقریب میں ایک دعوت دی جس میں ایک سو فضلا اور اکابر ملک شریک تھے۔ پروفیسر موصوف نے صرف ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ دو صفحات میں کتاب کا دیباچہ لکھا ہے جس میں ہومر کے حالات اور یو یو کے علاوہ عرب کی شاعری پر ایک مبسوط محققانہ مضمون لکھا ہے۔

لیکن سب سے بڑی بات جو اس ترجمہ میں ہے یہ ہے کہ مترجم نے ہر جگہ حاشیہ میں ہومر کے کلام کی بلاغت کا ایک ایک اسلوب بتایا ہے اور پھر اکثر جگہ عرب کے اشعار نقل کر کے دونوں کا مقابلہ کیا ہے حیرت ہوتی ہے کہ شعرائے جاہلیت جن کو یونان کا نام تک معلوم نہ تھا، ان کے مضامین ہومر سے کس قدر لڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض جگہ سرقہ کا گمان ہوتا ہے اور عترہ کا کلام پڑھ کر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہومر کو سامنے رکھ کر کہتا تھا۔ چنانچہ مترجم نے اس پر ایک خاص مضمون لکھا ہے اور دونوں کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔

آج اگر کوئی شخص یونانی اور عربی شاعری کا مقابلہ کرنا چاہے تو اس کو تفصیل اور استقرا کی کوئی ضرورت نہ ہوگی صرف یہ کتاب، اس کے لئے کافی ہے۔

اس کتاب کو پڑھ کر، مصر اور ہندوستان کی علمی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہاں اس قسم کی بلند پایہ کتابیں یونانی زبان سے ترجمہ ہو رہی ہیں جو آج متروک ہو چکی ہے اور ہماری زبان میں، انگریزی سے بھی جو سرمایہ آتا ہے وہ صرف یہودہ ناول اور افسانے ہوتے ہیں اور جدید گروہ کا کل سرمایہ افتخاری ہی ہے۔

### کتب خانہ ندوۃ العلماء میں ایک اور اضافہ

یہ مسلم ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی اور علمی حالت کی بقا کے لئے ایک ایسی عام کتب خانہ کی ضرورت ہے جس میں مسلمانوں کی قدیم نادر اور اعلیٰ ترین تصنیفات موجودہ ہوں اور اس کے ساتھ وہ شخصی نہیں، بلکہ عام قومی کتب خانہ ہو۔ ہم کو مسرت ہے کہ ندوہ کا کتب خانہ جس طرح روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اس سے قوی امید ہے کہ ایک دن وہ ہندوستان کا سب سے بڑا اسلامی کتب خانہ بن جائے گا۔

حال میں قصبہ اٹیٹھی کے ایک معزز خاندان کے رکن جناب مولوی مظفر حسین صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد و مولوی عبدالواسع صاحب و مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنے والد بزرگوار جناب مولانا یوسف علی صاحب گوپاموئی کا کتب خانہ ندوہ پر وقف کر دیا۔

مولانا یوسف علی صاحب مرحوم بڑے پایہ کے فاضل تھے جناب مدوح نے ایک مدت تک لکھنؤ میں تدریس فرمائی اس کے بعد بھوپال تشریف لے گئے اور مدۃ العمر معزز عہدوں پر رہے نواب سید صدیق حسن خان مرحوم ان کے علم و فضل کے لحاظ سے ان کی قدردانی فرماتے تھے۔

سب کتابیں ندوہ میں آگئی ہیں، کتابوں کی مجموعی تعداد قریباً پان سو ہے جس میں بہت سی عمدہ کتابیں ہیں۔ ان میں سے تلویحات شیخ الاشراق، معجم فی معارف اشعار العجم، شرح مفتاح رسا کی از تفتنا زانی و سید شریف جرجانی نسخہ قدیم الخط و مستند، مناظر اقلیدس، طبیعات شفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ذکر کے قابل ہیں۔

اودھ اور دیگر اضلاع ہندوستان میں سیکڑوں چھوٹے چھوٹے ذاتی کتب خانے ہیں جن کو مالکان کتب خانہ آدمیوں کے مقابلہ میں کیڑوں کی نذر کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کاش وہ اپنی

فیاضی کو اس طرف مبذول کرتے تاکہ یہ سب قطرے مل کر چشمہ فیض بن جاتے۔

## تصحیح اغلاط

ندوہ کے سالانہ جلسہ میں جو یہ منظور ہوا تھا کہ ندوہ کے اہتمام سے ان کتابوں کی غلطیوں کی اصلاح کی جایا کرے جو مدارس سرکاری میں جاری ہیں اور جن میں مذہب و تاریخ اسلام کے متعلق غلط خیالات درج ہو گئے ہیں، ہم کو خوشی ہے کہ سید سلیمان صاحب (پروفیسر ادب و العلوم ندوہ) نے اس کام کو شروع کر دیا ہے ہم نے ان میں سے بعض کتابیں خود دیکھیں، ہم کو حیرت ہے کہ کیونکر ایسی غلط باتیں ان کتابوں میں لکھ دی ہیں اور حیرت پر حیرت یہ کہ کیونکر مسلمان ان کتابوں کو پڑھتے ہیں اور ان کو کچھ احساس نہیں ہوتا کہ اسلام کی تاریخ اور مذہب کے متعلق کس قدر غلط خیالات شائع ہو رہے ہیں۔ بہت سے پروفیسر اور ٹیچر مسلمان ہیں اور وہ خود ان کتابوں کو پڑھاتے ہیں لیکن ان کو کچھ پروا نہیں ہوتی۔ یہ ممکن ہے کہ چونکہ ان کو خود اسلامی معلومات نہیں، اس لئے وہ جواب نہیں دے سکتے لیکن اخباروں کے ذریعہ سے علماء کو اس سے مطلع تو کر سکتے تھے۔ یہ کتابیں انٹرنس کورس میں شامل ہیں، چنانچہ آئندہ پرچہ میں ہم ان کا انتخاب اور ان کا رد شائع کر سکیں گے۔

## شذرات

(اگست ۱۹۱۰ء)

عرب یعنی کویت اور عمان کے دو کسن بچے تعلیم حاصل کرنے کے لئے عرب سے یہاں یعنی ندوہ میں آئے ہیں۔ یہ ممتاز اور مقتدر خاندان کے لڑکے ہیں اور ہم کو مسرت ہے کہ ان میں عربی فطانت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر ان کی تعلیم کا نمونہ اہل عرب نے اچھا دیکھا تو وہاں تعلیم کی طرف عام رغبت ہوگی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ لڑکے ایک عمدہ مثال بن کر یہاں سے جائیں اور عربوں میں وہ تعلیم پھیلائیں جو خود انھیں کا ترکہ اور انھیں کی میراث ہے۔ ع : ہر کس کہ گفت قصہ ما ہم زما شنید

ہمارے معزز اور محترم اور قابل فخر دوست جناب نواب منزل اللہ خان صاحب رئیس علی گڑھ کو گورنمنٹ نے نواب کا خطاب عنایت فرمایا۔ جناب ممدوح کی ذاتی قابلیت، فیاض طبعی، ہمہ فنی تمام قومی معاملات میں دلچسپی ایسے اوصاف ہیں جن کی بنا پر وہ مدتوں سے قوم کی زبان سے نواب کا خطاب پا چکے تھے، اب گورنمنٹ نے بھی اس خطاب کی تصدیق کر دی۔ ہم نہ صرف ذاتی تعلقات کے لحاظ سے بلکہ ندوہ کی طرف سے نواب صاحب موصوف کو مبارک باد دیتے ہیں کیونکہ وہ ندوہ کے محسنین میں بھی داخل ہیں۔

## دارالمصنفین

جناب نواب صاحب موصوف نے ہم کو خط لکھا ہے کہ وہ دارالعلوم کے بورڈنگ کا ایک کمرہ ہماری تصنیفات کی یادگار میں بنوانا چاہتے ہیں، ہماری تصنیفات کی تو خیر کیا وقعت ہے لیکن



نواب صاحب موصوف چونکہ علم دوست ہیں، اس لئے انھوں نے علم پروری کا یہ بھی ایک بہانہ پیدا کر لیا ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ دارالعلوم میں ایک عمارت دارالمصنفین کے نام سے تعمیر ہو، جس کا یہ مقصد ہو کہ اس میں تالیف و تصنیف کا ایک دفتر ہو اور اس سے باقاعدہ تصانیف شائع ہوں۔ باہر کے مصنف اگر چاہیں تو اس میں آکر رہیں، ان کے لئے ہر قسم کے آرام کا سامان مہیا کیا جائے۔ تمام ضروری علوم و فنون کی کتابیں مہیا رہیں چونکہ ندوہ کا کتب خانہ اعلیٰ درجہ کتب خانہ ہوتا جاتا ہے اور ندوہ کے تعلیم یافتہ طلبہ میں تصنیف و تالیف کا مذاق خصوصیت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اس لئے دارالمصنفین کی تجویز ہر طرح موزوں ہے۔ نواب منزل اللہ خان صاحب سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی رقم کو اس مد میں منتقل فرمادیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ملک کے اور باہمت اور علم دوست حضرات اس سرمایہ میں اضافہ فرمائیں اس وقت صرف عمارت اور ضروری سامان کے لئے دس ہزار روپے درکار ہوں گے۔

### علی گڑھ و دیوبند

یہ ایک اچھی بحث تھی جس سے اس کا فیصلہ ہوتا کہ قدیم و جدید تعلیم میں کون کس حد تک ضروری ہے؟ اور دونوں میں کسی قسم کی تغیر، ترقی اور اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کیا اور کیونکر؟ لیکن جب بحث کا فیصلہ صرف شخص پرستی پر موقوف ہے اور حق و باطل کا معیار صرف سرسید مرحوم یا کسی اور بزرگ کے نصوص اور اشارات ہیں تو اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے اور ہو بھی تو ان بزرگوں کے الفاظ اور حروف اور عبارات و کنایات کا تفحص اور استقصا کہاں تک کیا جاسکتا ہے پہلے ایک نیا علم حدیث بن لے تب کچھ گفتگو کی جاسکتی ہے۔

### ترجمہ قرآن مجید

قرآن مجید کے ترجمہ انگریزی کا کام مشکل اور سخت مشکل کیونکہ اس کے لئے جامع الحیثیتین ہونے کی ضرورت ہے یعنی مترجم انگریزی اور عربی دونوں میں لیاقت رکھتا ہو۔ اس قسم کا جامع شخص تمام ہندوستان میں صرف ایک شخص ہے یعنی نواب عماد الملک بلگرامی۔ ان کے سوا

مولوی حمید الدین صاحب ہیں جو ادب عربی میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور انگریزی میں بی، اے ہیں اور عربی کی تمام علوم و فنون کی تکمیل مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی اور مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے کی ہے۔ ان کو قرآن مجید کے ساتھ خاص اعتنا ہے۔ ایک مدت سے وہ قرآن مجید کی خدمت میں مصروف ہیں اور ان کی عربی تفسیر قرآن مجید کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں جن کو مصر کے مشہور علمائے حیرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

مولوی محمد صالح صاحب پروفیسر کالج بہاولپور کی تعریف بھی ہم نے بہت سنی ہے۔ ہم نے ان سب صاحبوں سے خط کتابت کی ہے۔ نواب عماد الملک صاحب نے پہلے سے ترجمہ شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کا خط آیا کہ وہ آج کل ۴۲ گھنٹہ روزانہ کام کرتے ہیں اور سورہ بقرہ و آل عمران کا ترجمہ ختم ہو گیا ہے۔ نواب صاحب نے ہم کو لکھا ہے کہ وہ مسودہ ہمارے پاس بھیج دیں گے ہم اس کو بطور مسودہ کے چھپوا کر بزرگان موصوف الصدر اور قابل حضرات کی خدمت میں بھیجیں گے، پھر جو رائیں ان کی نسبت موصول ہوں گی وہ نواب صاحب کی خدمت میں بھیجی جائیں گے اور متفقہ رائے سے فیصلہ ہوگا۔

اس کے ساتھ انگریزی کا اردو ترجمہ علما کی ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہوگا تاکہ وہ اس کی صحت و غلطی کا فیصلہ کر سکیں اس طرح اگر یہ کام انجام پایا، تو عام اعتماد کے قابل ہوگا، لوگوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ جو کچھ کیا جائے گا پوری ذمہ داری کے ساتھ کیا جائے گا۔

## اشاعت اسلام

اشاعت اسلام کا کام جس بڑے پیمانہ سے شروع کیا جا رہا ہے اس کے نتائج چند روز کے بعد معلوم ہوں گے اس وقت ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ جن قصبات اور دیہات میں ایسے نو مسلم رہتے ہیں جو احکام اسلام سے محض ناواقف ہیں اور جن پر مرتد ہو جانے کا احتمال ہے لوگ ان کے نام اور حدود سے ہم کو مطلع کریں تاکہ وہاں واعظوں یا سفیروں کے بھیجنے کا انتظام کیا جاسکے۔

ابھی یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ شادی و غم کی تمام بہبودہ رسمیں ٹٹی جاتی ہیں تاہم اس میں شبہہ نہیں کہ اب اس کا آغاز ہو گیا ہے یعنی اب اس قسم کے موقعوں پر اکثر بزرگان قوم قومی اور مذہبی ضروریات کو بھی ان مراسم کا ایک ضروری جز سمجھنے لگے ہیں اور امید ہے کہ آہستہ آہستہ یہ خیال ایک مستقل رسم کی صورت اختیار کر لے گا، کیونکہ حق نے ہمیشہ اسی طرح رفتہ رفتہ غلبہ پایا ہے۔ حال میں چودھری التفات رسول صاحب تعلق دار سندیلہ نے اپنے بچے کے ختنہ کی تقریب میں مختلف انسٹیوشنوں کو مختلف رقمیں عنایت فرمائی ہیں۔ دارالعلوم ندوہ کے حصے میں بھی سو روپے آئے ہیں جن کی نسبت ہم جناب ممدوح کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔



## شذرات

(ستمبر ۱۹۱۰ء)

ہم کو نہایت مسرت ہے کہ ملک میں ندوہ کا اعتماد بہت زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ ہمارے پاس بعض انگریزی عدالتوں سے تحریریں آئیں جن میں سے ایک کا یہ مطلب تھا کہ یہاں مسلمانوں کے دواغروہ میں نزاع ہے اور ہماری عدالت میں مقدمہ پیش ہے، لیکن دونوں گروہ نے یہ تحریری درخواست کی ہے کہ معتمد دارالعلوم ندوہ (بعض اور علماء کے بھی نام ہیں) جو فیصلہ کر دیں ہم کو منظور ہے۔ اس بنا پر آپ سے جواب مطلوب ہے۔ ایک اور عدالت نے بھی ندوہ کا فتویٰ طلب کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ یہ نہایت عمدہ فالیں ہیں اور ان سے بہت کچھ امیدیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

نہایت مسرت کی بات ہے کہ جناب نواب عماد الملک بہادر قرآن مجید کا جو انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں، اس کے اجزاء انھوں نے ندوہ میں بھیجے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ کا ترجمہ آچکا ہے۔ یہ کاغذ کے نصف حصہ پر چھاپا گیا ہے تاکہ جو لوگ اس پر جہاں کہیں رائے دینا چاہیں اس کے مقابل لکھ دیں۔

وقف اولاد کی تحریک کی کارروائی اہتمام کے ساتھ جاری ہے۔ میموریل جناب نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں پیش ہونا قرار پایا ہے۔ اس کا مسودہ چھپوا کر شائع کر دیا گیا ہے اور ملک کی مقننین اور اہل الرائے کے پاس ترمیم کی غرض سے بھیج دیا گیا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات کو بھی اس کی کاپیاں بھیجی گئی ہیں۔ کامیابی کی کافی امید ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ ملک کے کونے کونے سے

اس تحریک کی صدا بلند ہو۔ ہم کو افسوس ہے کہ فارم تصدیقی جن لوگوں نے منگوائے تھے، اکثر وہ نے ان کی خانہ پری کر کے نہیں بھیجے، حالانکہ کم از کم ایک لاکھ دستخط ہونے چاہئیں۔  
مولوی مظہر الحق صاحب پیرسٹریٹ لابی کی پورممبر کونسل وائسرائے بہادر اس میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔

ابن مسکویہ کا کمال علمی ہمارے ناظرین کو معلوم ہے۔ اس کی ایک کتاب فوز الاصغر کا تذکرہ ہم نے علم الکلام میں کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب الہیات کی بہترین کتاب ہے، ہم کو خوشی ہے کہ ہمارے دوست مولوی محسن فاروقی صاحب نے اس کا نہایت عمدہ ترجمہ اردو میں کیا ہے، جو انجمن ترقی اردو کی طرف سے شائع ہوگا۔

ہم نے شعر العجم یہ سمجھ کر لکھا تھا کہ اس زمانے میں وہ بے وقت کا راگ ہے۔ چنانچہ جو برتاؤ اس کے ساتھ ہو رہا ہے اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایک صاحب ہم کو لکھتے ہیں کہ میں نے اعتقاد اس کو پڑھا تو، لیکن اشعار مطلق سمجھ میں نہیں آئے۔ ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی ایاز کوئی شخص تھا؟ کس کو گمان تھا کہ مسلمان اپنے لٹریچر اور علم ادب کو اس قدر جلد بھول جائیں گے، لیکن حقیقت یہ ہے۔

فکر معاش ، و ذکر بتاں ، یادِ رفتگاں  
دودن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

ہم کو خوشی ہے کہ عالم گیر کے مضامین کا جو سلسلہ الندوہ میں نکلا تھا اس کی انگریزی میں ترجمہ کرنے کی عام خواہش پائی جاتی ہے، چنانچہ مولوی صغیر علی صاحب ایم اے نے اس کے ترجمہ کی اجازت طلب کی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اردو سے زیادہ اس کا انگریزی میں ترجمہ ہونا مفید ہے۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مرہٹہ زبان میں اس کا ترجمہ احمد آباد کے ایک مسلمان نے کیا ہے۔

الجزیہ کا ترجمہ انگریزی میں پہلے ہو چکا ہے، لیکن اب ایک دوست نے اس کی گجراتی میں ترجمہ کرنے کی اجازت مانگی ہے اور وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک کروڑ آدمی گجراتی زبان بولتے ہیں اور وہ سب جزیہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے اس کی نسبت برا خیال رکھتے ہیں۔ ہم نہایت مسرت سے اس کے ترجمہ کی اجازت دیتے ہیں۔

ہندوستان سے جو لوگ حج کے ارادہ سے جاتے ہیں بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس آمدورفت کے پورے مصارف نہیں ہوتے لیکن مذہبی جوش میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ساتھ میں کافی روپیہ تولے جاتے ہیں، لیکن زمانہ حج کے مصارف سے کبھی اُن کا ہاتھ بھی تنگ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ حج سے فارغ ہو کر اس امید پر جدہ تک تو آسانی سے پہنچ جاتے ہیں کہ یہاں کمپنیوں کے باہمی مقابلہ سے جہاز کا کرایہ کم ہو جائے گا اور ہم لوگ اس قلیل رقم میں وطن تک پہنچ جائیں گے، لیکن اکثر یہ امید پوری نہیں ہوتی، اس لئے اس قسم کے لوگ جدہ میں سخت تکلیف اٹھاتے ہیں۔ گداگری تک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کی جان بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ اس بنا پر جدہ میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا نام انجمن حمایہ ہے۔ اس انجمن کا مقصد یہ ہے کہ حجاج کے لئے ریٹرن ٹکٹ لازمی کر دیا جائے۔ اس کے سکریٹری شیخ امام راندیری نے ہمارے پاس اس کے متعلق ایک مفصل تحریر بھیجی ہے اور اخباروں میں بھی مضمون شائع کرائے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تمام مسلمان اس مسئلہ پر غور کریں گے اور شیخ صاحب موصوف کو کافی مدد دیں گے۔ خود گورنمنٹ نے بھی حجاج کے آسائش کی طرف توجہ مبذول کی ہے، اس لئے اگر ریٹرن ٹکٹ کے متعلق درخواست کی گئی تو گورنمنٹ کو اس کے قبول کرنے میں زیادہ تامل نہ ہوگا۔

## اثبات واجب الوجود

مصنفہ: مولوی انوار الحق صاحب سکریٹری صیغہ تعلیمات ریاست بھوپال  
اردو زبان میں تصنیفات کے انبار کی کیا کمی ہے جس کثرت سے دواؤں کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اسی کے قریب قریب تالیفات اور تصنیفات کا شمار بھی پہنچ جاتا ہے، لیکن ان میں

سے ہاتھ سے چھونے کے قابل کتنی ہیں؟ اس کا جواب ایک صحیح مذاق سے مانگنا چاہئے جس میں اخلاقی دلیری بھی ہو۔ اس عالم میں سالوں کے بعد کچھ اوراق پڑھنے کے قابل ہاتھ آجاتے ہیں تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ انہیں اتفاقیہ اور شاذ مثالوں کی مختصر فہرست میں یہ رسالہ بھی ہے جو اس مضمون کا عنوان ہے۔

نئے بگڑے ہوؤں کو تو یورپ کے تمام ذخیرہ تحقیقات میں الحاد ہی الحاد نظر آتا ہے الجنس الی الجنس یمیل لیکن حق یہ ہے کہ ایک نفاذ طالب حق کے لئے خدا پرستی کا سامان بھی جس قدر یورپ میں مل سکتا ہے موجودہ ایشیا میں نہیں مل سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ یورپ میں اب بھی بہت سے علماء اور محققین خدا کے وجود کے قائل ہیں، لیکن چونکہ یورپ میں ہر چیز پر جدت کا رنگ ہے۔ اس لئے خدا کے ثبوت اور وجود کے جو دلائل وہ بیان کرتے ہیں ان سے مختلف صورت ہیں جو ایک مدت سے ہم سنتے آتے ہیں، اس لئے اگر ان کو اردو زبان میں روشناس کیا جاتا تو قوم کے نئے مذاق کے لئے نہایت مفید اور کارگر ہوتے لیکن اتنی توفیق کس کو ہے؟

ہم مولوی انوار الحق صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انھوں نے نہایت ضروری خدمت انجام دی۔ ہم ان کی قابلیت کے بھی بے انتہا معترف ہیں کہ انھوں نے دقیق اور پیچیدہ باتوں کو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ کتاب، کتاب نہیں بلکہ ایک دلچسپ افسانہ بن گئی۔

مولوی صاحب موصوف، مولانا عبداللہ ٹوکی پروفیسر یونیورسٹی لاہور کے صاحبزادے ہیں (وہ زمانہ یاد آگیا جب ہم اور مولانا نے مدوح ایک ساتھ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پور کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے تھے) مولانا نے موصوف نے اپنی علمی شان کی پاسداری میں اردو زبان کی کوئی خدمت نہیں کی تھی، لیکن کچھ مضائقہ نہیں۔ ع: اگر پدر نتواند پسر تمام کند مولوی انوار الحق صاحب عربی اور انگریزی دونوں کے جامع ہیں اور یہی جامعیت ہے جس نے ان سے ایسا مفید کام انجام دلایا۔

اس کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے اور خود مصنف سے مل سکتی ہے۔



## شذرات

(اکتوبر ۱۹۱۰ء)

تصحیح اغلاط تاریخی کے متعلق جو تحریر رجسٹرار صاحب یونیورسٹی الہ آباد کو بھیجی گئی تھی اور جس میں یہ درخواست تھی کہ چونکہ مڈل کورس اور انٹرنل کورس میں اسلامی تاریخ کے متعلق سخت افسوس ناک غلطیاں ہیں، اس لئے ان کی اصلاح کی جائے یا وہ کتابیں خارج کردی جائیں اس کا جواب حسب ذیل آیا ہے۔

نمبر ۲۳۴

۱۳/ اگست ۱۹۱۰ء

از اجلاس ایم، جی، وی کول صاحب ایم، اے رجسٹرار یونیورسٹی الہ آباد  
بنام سررشتہ تعلیم ڈائرکٹر صوبہ جات متحدہ

جناب من

حسب ہدایت سنڈیکیٹ کمیٹی یونیورسٹی ہذا رپورٹ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۱۰ء منجانب شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی بھیجتا ہوں، جس میں یہ درخواست کی گئی ہے کہ تاریخ ہندوستان مولفہ مسٹر اے مارڈن نصاب کورس مڈل کلاس سے بالکل خارج کردی جائے۔ بجائے اس کے تاریخ ہندوستان مولفہ سی، ایف، ڈیلافوس بعض از چند ترمیمات قائم کی جائے، لہذا آپ سے استدعا کی جاتی ہے کہ مندرجہ بالا مضمون پر آپ رپورٹ کیجئے۔

دستخط

ایم، جی، وی کول رجسٹرار نمبر ۲۳۷



ہم کو امید ہے کہ ممبران بورڈ آف اسٹڈی ان کتابوں کو کورس سے خارج کر دینا پسند کریں گے۔

نہایت کثرت سے دارالعلوم ندوہ میں داخل ہونے کی درخواستیں آرہی ہیں۔ ایک صاحب نے لداخ سے اپنے سات برس کے بچے کو بھیجنا چاہا ہے، تردد یہ ہے کہ موجودہ مکان کافی نہیں اور آس پاس کرایہ کے مکان نہیں ملتے۔ مشکل سے ایک مکان ذرا فاصلہ پر چالیس روپیہ کرایہ پر ملا، لیکن وہ معمور ہو چکا۔ اب نئی کھپ کے لئے سخت دقت ہوگی۔ خدا کرے جدید عمارت کے جلد بننے کے سامان مہیا ہو جائیں۔

ہم نے الندوہ میں عبدالرحیم خان خانان پر جو مضمون لکھا تھا اس میں تحریک کی تھی کہ خان خانان کی مفصل سوانح عمری جو اس زمانے میں ایک ایرانی نے نہایت تحقیق اور تفصیل سے لکھی تھی، چھاپ کر شائع کی جائے۔ ہم کو خوشی ہے کہ کتاب مذکور مولوی ہدایت حسن صاحب کی تصحیح اور تخریج سے ٹائپ میں چھپ رہی ہے۔ اس کا پہلا ٹکڑا چھپ کر شائع ہوا ہے۔ بہت ضخیم کتاب ہے اور غالباً ۱۵ حصوں میں ختم ہو۔

حال میں فن عروض و صنائع شعری کی سب سے مفصل کتاب معجم جو ۶۱۶ ہجری کی تصنیف ہے، بیروت میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ پروفیسر براون جو مشہور مستشرق اور کبرج کالج کے پروفیسر ہیں، انھوں نے اپنے اہتمام سے چھپوائی ہے اور عبدالوہاب قزوینی نے دیباچہ لکھا ہے۔ دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب کے تمام دنیا میں صرف ۳ قلمی نسخے ہیں، لیکن اگر قزوینی صاحب کو معلوم ہوتا کہ ندوہ کے کتب خانے میں دو نسخے موجود ہیں تو یہ تعداد تین سے پانچ ہو جاتی۔

دارالعلوم رمضان شریف کی وجہ سے بند ہے۔ ابتدائے شوال میں کھلے گا۔ ہم اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ دوسرے مدارس عربیہ کے طلبہ درجہ تکمیل میں لئے جاسکتے ہیں اور ان کو معقول وظیفہ ملے گا۔

---

## شذرات

[جنوری ۱۹۱۱ء]

### محمدن یونیورسٹی

حکومت انگریزی کی ابتدائی تاریخ سے آج تک مسلمانوں نے کبھی ایسی بلند ہمتی کا اظہار نہیں کیا جو آج ایک یگانہ قوم ہر ہائنس سر آغا خان کی ذات سے وجود میں آئی۔ محمدن یونیورسٹی ایک خواب تھا جو گونہایت خوشگوار اور شیریں تھا لیکن پھر بھی خواب تھا۔ ہر ہائنس موصوف نے اس کی تعبیر بتائی اور بتائی نہیں بلکہ کر کے دکھایا۔ چھ کروڑ مسلمان اس کام کو انجام نہیں دے سکتے تھے جو ایک ذات واحد نے انجام دیا۔ خدا کرے وہ دن آئے کہ علی گڑھ میں مسلمان فیلو نظرائیں۔ مسلمان تعلیمی اسکیم بنائیں۔ مسلمان نصاب تعلیم تجویز کریں۔ فیلوشپ کی امیدواریاں ہوں۔ مسابقت ہو۔ ووٹوں کی کشمکش ہو اور فریق اور جج دونوں ہمیں ہوں:

ازمن بہ من سلام درہم ازمن بہ من پیام

رنج ولے مباد سلام و پیام ما

افسوس ہے کہ جناب مولانا مسیح الزماں خاں صاحب استاد حضور نظام دکن نے بعارضہ فالج اپنے وطن شاہ جہاں پور میں انتقال فرمایا۔ مولانا نے موصوف ایک مدت تک ندوۃ العلماء کے ناظم رہے۔ نظامت سے مستعفی ہونے کے بعد بھی وہ بحیثیت رکن کے ندوۃ العلماء کی خدمت میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہے۔ چنانچہ وہ اکثر جلسہ ہائے انتظامیہ میں شریک ہو کر ارکان انتظامیہ کو اپنے مفید مشوروں سے مدد دیتے تھے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کی مغفرت

کرے اور ان کے پس ماندوں کو صبر عطا فرمائے۔

نہایت مسرت ہے کہ اب جدید تعلیم یافتہ گروہ تراجم کے کاموں کو روز بروز ترقی دیتا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جناب مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم اے، منشی فاضل انڈر چیف سکریٹری و سکریٹری صیغہ تعلیم بھوپال کی ایک کتاب اثبات واجب الوجود کا ذکر الہندہ میں آچکا ہے۔ حال میں مفتی صاحب موصوف نے ایک دوسری کتاب بھی شائع کی ہے، جس نام تاریخ ابوالبشر ہے۔ یہ کتاب پروفیسر رڈ پاتھ کی ہسٹری آف دی ورلڈ کے پہلے حصے کا ترجمہ ہے۔ اس حصے میں ابتدائے آفرینش اور بدء خلقت سے بحث کی گئی ہے اور مختلف قیاسات اور مختلف علوم و فنون سے اس اہم مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ پروفیسر رڈ پاتھ کی یہ کتاب ۷ ارجلدوں میں ہے۔ یہ حصہ گویا اس ضخیم کتاب کا ایک ورق ہے، لیکن اگر ملک و قوم نے مفتی صاحب کی حوصلہ افزائی کی تو ہمیں امید ہے کہ وہ پوری کتاب کا ترجمہ کر سکیں گے۔ اس طور پر اردو میں ایک بہت بڑا تاریخی ذخیرہ آجائے گا۔ کتاب کی قیمت مجلد (۲ روپے) غیر مجلد (ایک روپے پچاس پیسے) ہے اور مفتی صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

اسی سلسلہ میں مستقبل اسلام کا ذکر بھی ہم نہایت مسرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ کتاب پروفیسر ویمری کی کتاب فیوچر آف اسلام کا ترجمہ ہے جس کو مسٹر ظفر عمری، اے، علیگ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صوبہ بجات متحدہ نے کیا ہے، اور مطبع مفید عام آگرہ میں نہایت خوبی کے ساتھ طبع ہوئی ہے، ابتداء میں مترجم نے ایک دیباچہ بھی لکھا ہے، جس میں پروفیسر مذکور کی سوانح عمری اور تصویر درج کی ہے۔ اس دیباچہ کے اخیر میں ہر ہائس سر آغا خان کی تصویر بھی ہے۔ کتاب کا موضوع خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کی قیمت (۲ روپے) ہے۔

ہم کو نہایت مسرت ہے کہ محمودہ بیگم و کلثوم بیگم صاحبہ نے حساب خانگی اور روزنامہ کے لئے ایک نہایت عمدہ ڈائری مرتب کی ہے۔ یہ ڈائری عورتوں کے خانگی حساب کتاب لکھنے کے لئے

نہایت مفید ہوگی۔ تمام بی بیوں کو ان خاتونوں کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ انہوں نے ان کی آسانی کے لئے یہ خدمت انجام دی۔ ڈائری کی قیمت ۸ روپے ہے اور ان خاتونوں کے پتہ سے لشکر گوالیار، دال منڈی عبد اللہ کی کنجی سے مل سکتی ہے۔

اولڈ بوائے کے متعدد نمبر ہماری نظر سے گزرے جو زندہ دلی کا بہترین نمونہ ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اس رسالہ میں علمی مضامین بھی ہونے چاہئیں، لیکن ہمارے نزدیک اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اولڈ بوائے کا مقصد تمام اولڈ بوائے میں ذریعہ تعارف پیدا کرنا ہے اور یہ مقصد اسی قسم کے مضامین سے پورا ہو سکتا ہے، جیسا کہ اولڈ بوائے میں شائع ہوتے ہیں۔

مصر کی قومی یونیورسٹی جس وسیع پیمانہ پر قائم کی گئی، اس کے لحاظ سے یہ قرار دیا گیا کہ اور علوم و فنون کے ساتھ تاریخ اسلام پر بھی لکچروں کا ایک وسیع سلسلہ قائم کیا جائے۔ مصر اسلامی علوم و فنون کا مرکز ہے۔ مسلمانوں کی سب سے قدیم یونیورسٹی جامع ازہر وہیں قائم ہے۔ نہایت کثرت سے کتب خانے موجود ہیں۔ ہندوستان میں جب علوم اسلامیہ کی ترقی کا خواب دیکھا جاتا ہے تو سب سے پہلے مصر ہی کے افق پر نگاہ پڑتی ہے، لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تاریخ اسلام پر لکچر دینے کے لئے مصر میں کوئی مسلمان پروفیسر نہ مل سکا، اس لئے اس اہم کام کے لئے ایک عیسائی مورخ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال کا انتخاب کیا گیا۔ چنانچہ جب اخباروں کے ذریعہ سے یہ خبر ہم تک پہنچی تو ہم کو اس غلط انتخاب سے سخت افسوس ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ خود مصر کے مسلمانوں نے یہ غلطی محسوس کی اور ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے جرجی زیدان کو اس عہدہ سے مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا۔ اب اس کے بجائے شیخ محمد خضریٰ کا تقرر ہوا ہے اور وہ تاریخ اسلام پر لکچر دے رہے ہیں، لیکن ان کے لکچروں کا جو سلسلہ الموند میں شائع ہو رہا ہے اس کو پڑھ کر ہم کو یورپ سے سخت شرم آتی ہے۔ یورپ میں اسلامی تاریخ پر جس حیثیت سے نگاہ ڈالی جاتی ہے، جو وسیع موضوع یورپین پروفیسروں کے پیش نظر ہوتے ہیں، جن وسیع معلومات سے ان کے لکچر مالا مال ہوتے ہیں، اس کے حساب سے یہ لکچر سطحی معلومات کا مجموعہ ہیں اور یہ تمام تر ہمارے نصاب تعلیم کا قصور

ہے، جس میں تاریخ اسلام کا ایک حرف بھی داخل نہیں ہے۔ یہ حالت صرف دوسو برس سے قائم ہے، ورنہ قدیم مذہبی علماء کی فہرست میں ہم کو بڑے بڑے مورخین کے نام نظر آتے ہیں، امام بخاری، حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی کی وسیع تاریخی معلومات کا کون انکار کر سکتا ہے؟

اسلام کی تاریخ، مسلمانوں کی قومیت، مسلمانوں کا عروج، مذہب سے شروع ہوتا ہے، اس لئے جو لوگ مذہبی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ اگر قدیم علماء کی حالت اور اسلام کے آغاز اور نشوونما پر نگاہ ڈالتے تو ان کو نظر آتا کہ تاریخ مذہب کا جزو اعظم ہے۔ اس لئے کوئی مذہبی نصاب تعلیم اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں عربی تعلیم میں ایک انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ دیکھیں اس عبرت خیز واقعہ کا ہندوستان کے نصاب تعلیم اور مذہبی علماء کی حالت پر کیا اثر پڑتا ہے۔

مصر کی جدید علمی تاریخ محمد علی پاشا کے زمانے سے شروع ہوتی ہے۔ اسی زمانے میں جدید علوم و فنون کا شوق پیدا ہوا۔ بڑے بڑے مدارس قائم کئے گئے۔ متعدد جماعتیں علوم جدیدہ کی تحصیل کی غرض سے یورپ کو روانہ ہوئیں۔ لیکن ان تمام کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ عربی زبان جدید علوم و فنون سے مالا مال کر دی جائے۔ چنانچہ جو لوگ یورپ سے تعلیم پا کر آتے تھے، وہ ان علوم کو عربی زبان میں پڑھاتے تھے اور ان کو عربی زبان میں منتقل کرتے تھے۔ چنانچہ تصنیف و ترجمہ کے ذریعہ سے طب، کیمسٹری، علم الحیوانات، علم النبات وغیرہ کے متعلق نہایت کثرت سے کتابیں عربی زبان میں تالیف ہوئیں۔ شام و بیروت کے مدارس میں بھی اس کی تقلید کی گئی اور علوم عصریہ کا تمام سرمایہ عربی زبان میں منتقل ہو گیا۔ یہ حالت ۱۸۸۲ء تک قائم رہی۔ اس زمانے تک تمام علوم و فنون عربی زبان میں پڑھائے جاتے تھے۔ انگریزی اور فرنچ وغیرہ بطور سینڈ لینگویج داخل نصاب تھیں، لیکن اسی سنہ میں اس پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور حکومت کے ساتھ نصاب تعلیم میں بھی انقلاب پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ تمام مدارس میں عربی زبان برائے نام رہ گئی۔ شام و بیروت مصر کے مقلد تھے۔ اس سے اس انقلاب کا اثر وہاں کے مدارس پر بھی پڑا اور اس شدت کے ساتھ پڑا کہ اگر عربی زبان کے رسالے اور اخبار نہ ہوتے تو گویا مصر و شام میں عربی زبان کا خاتمہ ہو گیا ہوتا لیکن ۱۹۰۶ء میں لوگوں کو پھر یہ خیال پیدا ہوا اور خود ڈاکٹر سر شہتہ تعلیم نے اس طرف توجہ کی۔ چنانچہ اب تمام

علوم و فنون عربی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں اور واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ اگر یہ حالت قائم رہی تو محمد علی پاشا کا زمانہ دوبارہ اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ لوٹ آئے گا۔

وقف علی الاولاد کی کارروائی میں اب کچھ دیر ہو رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک پریزورموریل تیار کیا جائے جو ایک با اثر ڈیپوٹیشن یا اور کسی ذریعہ سے حضور و انسراے کی خدمت میں پیش کیا جائے، ہم نے اکثر قابل اشخاص سے درخواست کی لیکن افسوس کہ آسماں بار امانت نتوانست کشید

اب تمام کاغذات لندن میں ایک ایسے بزرگ کے پاس بھیج دئے گئے ہیں جن سے بڑھ کر کسی کو اس مسئلہ پر لکھنے کا حق نہیں۔ موریل کے تیار کرنے کے لئے تو قابل ترین اشخاص کی ضرورت تھی جو بد قسمتی سے مسلمانوں میں بہت کم ہیں لیکن سخت افسوس ہے کہ فارم پر دستخط کرنا ایک معمولی کام تھا وہ بھی انجام نہ پا سکا۔ کم از کم ایک لاکھ دستخطوں کی ضرورت تھی لیکن یہ تعداد پوری نہیں ہوئی اکثر لوگوں نے ہم سے دستخط کے فارم منگوائے اور ایک فارم بھی واپس نہ بھیجا۔

جدید طرز میں مولانا حالی کے بعد کسی نے اگر کچھ سننے کے قابل کہا ہے تو مولوی محمد اسماعیل صاحب میرٹھی ہیں، ان کا کلیات اب مرتب ہو گیا ہے اور ایک نسخہ ہمارے پاس بھی آیا ہے۔ ہم مولوی صاحب موصوف کی نیچرل شاعری کی دل سے داد دیتے ہیں، کتاب مذکور (۲ روپے) پر خود انہی سے مل سکتی ہے۔

☆☆☆

## شذرات

[فروری ۱۹۱۱ء]

ہز ہائنس سر آغا خان بہادر کی سرپرستی میں محمد یونیورسٹی کا جو فنڈ لکھنؤ میں آیا اس کا جس جوش، جس شان، جس خلوص کے ساتھ استقبال کیا گیا وہ مدت تک اہل لکھنؤ کو یاد رہے گا۔ امیر و غریب، وکلا، تاجر، بیرسٹر، عام و خاص غرض ہر قسم کے لوگ اسٹیشن پر ہز ہائنس موصوف کے خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ یونیورسٹی کے لئے چندہ کی جو فہرست کھولی گئی اس میں بھی ہر قسم کے لوگوں نے اپنے نام لکھوائے۔ ندوۃ العلماء اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اگرچہ ابھی تک خود قومی فیاضیوں کا محتاج ہے لیکن محمد یونیورسٹی کی تکمیل میں اس نے بھی نمایاں حصہ لیا اور اپنی طرف سے دس ہزار کی رقم پیش کی۔ ممکن ہے لوگوں کو یہ خیال ہو کہ ندوہ کو جب خود اپنی تکمیل بلکہ اپنی بقا کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے تو وہ دوسروں کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ کسی کو یہ بھی خیال ہو کہ ندوہ کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ وہ ندوہ کے سرمایہ کو دوسرے کام میں لگائے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ رقم ندوہ کے سرمایہ سے نہیں دی گئی بلکہ ندوہ کے ایک ہی خواہ نے اپنے پاس سے ادا کی۔ باقی یہ کہ ندوہ خود محتاج ہے تو اسلام میں اس ایثار نفس کی مثالیں موجود ہیں کے محتاجوں نے محتاجوں کی شرکت کی ہے۔

---

مدرسہ عالیہ دیوبند کی تکمیل کے لئے دیوبند میں جو انجمن جمعیتہ الانصار کے نام سے قائم ہوئی ہے اس کے ایک پر جوش ممبر نے پیسہ اخبار میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہماری تصنیفات نے اسلام کے مسلمہ عقائد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ عام لوگوں کی رائے سے ہم کو



مطلب نہیں لیکن یہ تحریریں ایسی جگہ سے شائع ہوتی ہیں جس سے لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ دیوبند کے مقدس حضرات کی یہ رائیں ہیں، یا کم از کم ان کے علم و رضا سے شائع ہوئی ہیں، اس لئے ہم نے مولانا محمود حسن صاحب سے خط لکھ کر دریافت کیا انہوں نے یہ جواب لکھا

”جس تحریر کی نسبت بندہ سے سوال ہے اس کی کیفیت مجھ کو معلوم نہ تھی اور کوئی خاص وجہ اس کے معلوم ہونے کی تھی بھی نہیں۔“

قدیم ہندوستان کی تہذیب بنگال کے مشہور لیڈر اور مشہور مصنف مسٹر وینش چندر دت کی کتاب سویلیزیشن آف اینڈینٹ انڈیا کا ترجمہ ہے، جس کو مسٹر ولایت احمد صاحب نے نہایت خوبی سے ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب قدیم آریہ ورت کی تاریخ ہے۔ ترجمہ نہایت صاف ہے۔ ترجمہ علاوہ مترجم نے ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں ہندوؤں کے علوم و فنون، مذہب و عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ شروع میں مصنف و مترجم کی عکسی تصویریں بھی شامل گئی ہیں۔

المنار جو مصر کا مشہور مستند مذہبی رسالہ ہے اور جس کا ایڈیٹر سید رشید رضا علمائے مصر میں سب سے زیادہ ممتاز ہے، اس نے ہماری نسبت جو نوٹ شائع کیا ہے اس کا ترجمہ اخبار وکیل میں شائع ہوا ہے لیکن اس میں ایک عبارت کے سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے عبارت یہ ہے:

فاتھم وہ بالاعتزال وترک الصلوۃ کما اتھم من قبل المصلحان العظیمان فی ہذہ البلاد۔ یعنی شبلی پر لوگوں نے اعتزال اور نماز ترک کرنے کا الزام لگایا ہے جیسا کہ اس کے پہلے اس ملک کے دو مصلحین پر یہ تہمت لگائی گئی تھی۔

وکیل نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ ان دو مصلحین سے سرسید اور نواب محسن الملک مراد ہیں لیکن درحقیقت المنار کا اشارہ شیخ جمال الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہ کی طرف ہے۔ اگر ہندوستان کے یہ دونوں لیڈر مراد ہوتے تو وہ عربیت کے قاعدہ سے تلک البلاد کا لفظ استعمال کرتا۔

## شذرات

[مارچ ۱۹۱۱ء]

ہم کو نہایت مسرت ہے کہ ندوۃ العلماء کے کتب خانے کی طرف ملک کے علم پرور بزرگ متوجہ ہوتے جاتے ہیں، حال ہی میں نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے اپنا پیش قیمت کتب خانہ ندوۃ العلماء کو عنایت فرمایا ہے۔ نواب صاحب مدوح بہت بڑے علم دوست اور نقاد فن ہیں۔ ان خصوصیتوں نے ایک طرف تو ان کے کتب خانے میں ہر قسم کی مفید و نادر کتابیں جمع کر دی ہیں، دوسری طرف انہوں نے ندوۃ العلماء کو جو اپنے کتب خانے کا مستحق سمجھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علمی حیثیت سے ندوۃ العلماء کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

جناب خواجہ قطب الدین احمد صاحب مالک مطبع نامی لکھنؤ نے طبی تصنیفات کی طبع و اشاعت کی طرف خاص توجہ مبذول کی ہے، زہراوی جو فن جراحی اور اعمال بالید کے متعلق ایک مفید اور نایاب کتاب تھی، اس کی اشاعت کے بعد خواجہ صاحب نے طبی اصطلاحات و لغات کا ایک جامع لغت مرتب کروا کے طبع کرایا ہے، جو اطباء اور ادباء دونوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد لغت ہے۔ اخیر میں طبی آلات اور علم تشریح کی رو سے انسانی اعضا و عضلات وغیرہ کی تصویریں بھی دی ہیں۔ کتاب کی قیمت ٹائٹل پر درج نہیں ہے۔ خواجہ صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

شیخ عبداللہ صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل علی گڑھ نے تعلیم نسواں کے سلسلہ میں

تیمارداری کے متعلق ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کروایا ہے، جس کا نام تیمارداری ہے۔ اس میں ڈاکٹری اصول کے مطابق تیمارداری کے قواعد بتائے گئے ہیں۔ ان میں جو اصول خاص طور پر ہندوستان کے لئے مفید ہو سکتے ہیں شیخ صاحب نے مقدمہ میں ان کی تفصیل کردی ہے۔ کتاب رسل گنج علی گڑھ سے شیخ صاحب سے مل سکتی ہے۔



## شذرات

[جولائی ۱۹۱۱ء]

اسلامی جزیروں میں سے ایک جزیرہ بورنیو ہے جس پر ہالینڈ نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا صدر مقام سپس ہے جس میں ۲۵ ہزار مسلمان، باقی قومیں آباد ہیں۔ جزیرہ کی اصلی حکومت ہالینڈ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن برائے نام ایک مسلمان بادشاہ بھی موجود ہے جس کا نام محمد صفی الدین ہے اور جو ۴۴ برس سے تخت نشین ہے۔

یہاں کے مسلمانوں میں سے تین نوجوان نے علوم مذہبی کی تحصیل کے لئے مصر کا سفر کیا اور جامع ازہر میں تعلیم شروع کی۔ ان میں سے ایک صاحب نے جن کا نام محمد بسیونی ہے، مصر سے ہم کو ایک طول طویل خط لکھا ہے۔ اس میں جامع ازہر کی نسبت لکھتے ہیں:

ان طريقة الازهر ليست بالطريقة المطلوبة وهى الطريقة القديمة العقيمة .

ازہر کا طریقہ تعلیم مقصد رساں نہیں ہے۔ وہ وہی پرانا طریقہ ہے جو غیر مفید ہے۔

اس کے بعد ہم سے پوچھا ہے کہ تعلیم کے لئے ہم کہاں جائیں، ندوہ کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں:

تأسست دار ندوة العلماء التى هى اكبر الاعمال و احسنها فى العلم

الاسلامى أسئل الله ان يديمها ويبقيها الى يوم القيامة .

”ندوۃ العلماء عالم اسلامی کا بزرگ تر اور اعلیٰ تر کام ہے، میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ

قیامت تک اس کو قائم رکھے۔“

اس سے پہلے مصر کے سب سے بڑے مذہبی عالم سید رشید رضا جو المنار کے ایڈیٹر ہیں اور

جنہوں نے تبلیغ اسلام کی غرض سے ایک عظیم الشان تعلیم گاہ قائم کرنا چاہی ہے جس کے لئے وہ قسطنطنیہ گئے تھے اور اکابر سلطنت نے ان کی تائید و اعانت کی۔ انہوں نے اپنے مجوزہ تعلیم گاہ کا جو پروگرام شائع کیا، اس میں ظاہر کیا کہ ”اس تجویز کے لئے ندوہ کا نمونہ موجود ہے۔“  
فاضل موصوف کا یہ فقرہ، بعض معاصرین کو ناگوار ہوا اور انہوں نے ندوہ کو نہایت حقارت کے ان لفظوں میں یاد کیا۔ ع :

اے طبل بلند بانگ در باطن بچ

ہم کو خود تسلیم ہے کہ ع :

عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما بچ

لیکن ہم اپنے معاصر کی خاطر سے کہاں کہاں جا کر کس کس کی زبان پکڑیں۔  
یہ ظاہر ہے کہ ندوہ کی رودادیں اردو کے سوا [اور وہ بھی بہت کم] کسی زبان میں شائع نہیں ہوتیں۔ ندوہ کے ایجنٹ یا سفر ایجنٹوں میں دورہ نہیں کرتے۔ دوسرے ممالک کے اخبارات میں ندوہ کے متعلق مضامین نہیں بھیجے جاتے۔ باوجود اس کے اگر دنیا میں ندوہ کے متعلق ایسا حسن ظن قائم ہے تو ہم یا ہمارے معاصر کیا کر سکتے ہیں۔ ع :

قبول خاطر دلہا خدا داد ست می دامن

ان واقعات سے ایک دقیقہ بین نگاہ کو یہ نظر آ سکتا ہے کہ ندوہ کا جو مقصد اور جو اس کی اسکیم ہے مسلمانوں کی مذہبی حالت کے لئے اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ سرمایہ کے ہم نہ پہونچنے سے ابھی وہ تدبیریں عمل میں نہ آ سکیں۔  
یہ امر علما کہ گروہ میں جو بیداری پھیلی ہے وہ ندوہ کا اثر ہے ایک ایسی بدیہی بات ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ اثر ہندوستان تک محدود نہیں بلکہ مصر، شام وغیرہ تک پہونچ چکا ہے۔ ع :

ز پارہ دل من بچ گوشہ خالی نیست

اس سلسلہ میں یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ خاص عرب میں بھی اب تعلیم کی تحریک شروع ہو گئی ہے۔ یہ بات تاریخ اسلام کا سب سے شرمناک واقعہ ہے کہ تمام اسلامی

سلطنتوں نے ہمیشہ قصداً عرب کو تعلیم سے محروم رکھنا چاہا۔ عباسیہ تمام عالم میں علم کا دریا بہا رہے تھے لیکن عرب کو ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوا۔ بغداد وغیرہ میں یونیورسٹیاں قائم ہو رہی تھیں لیکن یہ کوششیں برابر جاری ہے کہ عرب میں ایک کتب بھی نہ کھلنے پائے اور یہ سب صرف اس لئے تھا کہ اگر عرب کی آنکھیں کھلی تو ترک، ویلم، سلجوق، بلکہ خود عیش پرست عباسی ان پر حکومت نہیں کر سکتے۔ ٹرکی سلطنت نے بھی عرب میں تعلیم پھیلانے کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور اس کا یہ اثر ہے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک لاکھوں بدویوں میں ایک بھی حرف آشنا نہیں۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ روساے عرب کو اپنی جہالت کا احساس ہوا۔ بحرین میں، جدہ میں، کویت میں اسلامی مدرسوں کی بنیادیں پڑ رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستقل اور باقاعدہ کوشش عرب کے ایک تاجر نے شروع کی ہے جن کا زیادہ تر قیام بمبئی میں رہتا ہے۔ انہوں نے ایک ابتدائی شاخ جدہ میں قائم کر دی ہے۔ ایک لاکھ کے قریب چندہ ہو چکا ہے۔ آل جاثم نے پانچ ہزار سال اس کے لئے مقرر کیا ہے اور دیگر روساے عرب نے اس کی مدد کی ہے۔

اس مدرسہ کو دیکھ کر مدینہ منورہ سے درخواستیں آئی ہیں کہ یہاں اس کی شاخیں قائم کی جائیں۔ میں نے اب کی بمبئی کے زمانہ قیام میں تاجر موصوف سے متعدد ملاقاتیں کیں اور جو حالات معلوم ہوئے، وہ نہایت امید افزا ہیں۔

امید ہے کہ میں جلد تر، اس مدرسہ کے متعلق مزید معلومات شائع کر سکوں۔

میری قطعی رائے ہے کہ ہماری تعلیم و مذہبی تربیت کا مرکز جب تک مکہ معظمہ نہ قرار پائے گا اس وقت تک ہماری اصلی مذہبی ترقی نہ ہوگی۔ اب تک تو یہ حال رہا کہ ع : طفیلی جمع شد چند ان کہ جائے یہاں گم شد

بمبئی میں چند سال سے جا رہا ہوں، اس مدت میں جو تجربہ اور اطلاعیں حاصل ہوئیں۔ ان سے قطعی یقین ہوا کہ اگر بمبئی کے مسلمان، روشن خیال ہو جائیں تو مسلمانوں کی تمام ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ تحقیقی طور سے معلوم ہوا کہ قریباً ایک کروڑ روپیہ یہاں وقف کا جمع ہے۔ صابو صدیق ایک میمن جس نے پار سال وفات پائی۔ بیالیس لاکھ روپیہ وقف کر گیا۔ اس تمام بے

شمار دولت میں سے ایک حصہ بھی بجا نہیں صرف ہوتا، یا متولی اڑاتے ہیں یا موٹے تازے فقیروں کے کام آتا ہے، یا گورپرستی اور عرس پر صرف ہوتا ہے۔ اس خرابی کا اصلی سبب ٹپ پونجے مفت خور مولوی ہیں جو کثرت سے بمبئی جاتے ہیں اور بے چارے جاہل دولت مندوں کو قبرپرستی وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ سچے پرہیزگار علما وقتاً فوقتاً یہاں آئیں اور لوگوں کو خیرات کا صحیح مصرف سمجھائیں۔ یہ سب سے بڑی اسلامی خدمت ہے جس سے سیکڑوں وابستہ ہیں۔

یہ ثابت ہو گیا کہ آریوں کے مقابلہ کے لئے مذہبی تعلیم پانے والوں کو سنسکرت کی تعلیم ضروری ہے۔ اسی غرض سے ندوہ میں ایک قابل پنڈت مقرر کیا گیا ہے لیکن طلبہ کی ترغیب کے لئے ضرور ہے کہ تعلیم سنسکرت کے لئے کچھ وظائف مقرر جائیں۔ اگر سر دست دوروپہ ماہوار بھی وظیفہ مقرر کیا جائے تو تعداد طلبہ میں فوری اضافہ ہو جائے گا اس لئے ہم بزرگان قوم سے استدعا کرتے ہیں کہ یہ خفیف وظیفہ مقرر کر کے ندوہ کو ممنون فرمائیں۔

شام کی عیسائی قومیں علوم عربیہ کی ترقی میں جو کوششیں کر رہی ہیں اس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ سترہویں نے جو حماسہ ابوتام کے طرز پر جمع کیا گیا تھا اور آج تک گویا ناپید تھا۔ پروفیسر شیخ لوہس نے ہالینڈ جا کر ایک قلمی نسخہ سے ایک ہفتہ میں اس کی نقل لی اور بیروت میں نہایت اہتمام سے شائع کیا۔ اگرچہ ابوتام کے حماسہ کے مقابلہ میں اس کا رتبہ نہیں ہے لیکن پھر بھی ایک قدیم یادگار ہے اور اخلاقی نظم کا عمدہ مجموعہ ہے۔ اس کی قیمت (۱۲ روپے)

پچھلے دنوں جا بجا جو اسلامی انجمنیں ہوئیں، ان میں حسب طلب ندوہ کے تعلیم یافتہ طلبہ بھیجے گئے۔ ان طلبہ نے مسائل اسلام پر جس طرح تقریر کی حاضرین پر اس کا تعجب خیز اثر پیدا ہوا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ ندوہ کی تعلیم جو بات پیدا کر سکتی ہے اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتی۔ ڈیڑھ دن کے لوگوں نے آٹھ دن تک ایک طالب علم کو روکا اور بار بار وعظ اور تقریریں کرائیں۔

## شذرات

ہوا کا رخ دوسری طرف

مشرقی کانفرنس

[اگست ۱۹۱۱ء]

ندوۃ العلماء کے متعلق ایک فرقہ تو وہ ہے جس کی منفصلہ رائے یہ ہے کہ یہ ایک بے معنی بلکہ مضر کام ہے لیکن جو لوگ اس کو اصولاً مفید بھی سمجھتے تھے وہ بھی ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ ہوا کا رخ دوسری طرف ہے اس لئے ندوہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

میرا اصول عمل یہ ہے کہ اگر ایک کام قوم اور مذہب کے لئے ضروری ہے، تو ہمارا فرض اس کے لئے کوشش کرنا ہے، کامیابی یا ناکامیابی سے ہم کو بحث نہیں، ہم ان لوگوں میں ہیں جن کا قومی نعرہ یہ تھا،

اذا ہمّ القی بین عینیہ عزم

جب قصد کرتا ہے تو اپنے عزم کو آنکھوں کے سامنے رکھ لیتا ہے۔

ونگب عن ذا کرا هوا قب جانبنا

اور اس سے کچھ بحث نہیں کرتا کہ انجام کیا ہوگا؟

سمندر میں جب کوئی کشتی شکستہ ڈوبنے لگتا ہے تو اس کو نظر آتا ہے کہ کوسوں تک کنارہ کا پتہ نہیں کوئی سہارا نہیں، اس کی شناوری، سمندر کے طول و عرض کا مقابلہ نہیں کر سکتی، تاہم کیا وہ دیدہ و دانستہ ہاتھ پاؤں مارنا چھوڑ دیتا ہے اور قصد اڈوب جاتا ہے؟

ہمارا اسی قدر فرض ہے، فرض کا ادا کرنا ہی کامیابی ہے کسی اور کامیابی کی ہم کو ضرورت



نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہمیشہ ہاتھ غیب کی دھیمی اور آہستہ آواز بھی میرے کانوں میں آیا کرتی تھی کہ ممکن ہے کہ خود ہوا کا رخ بدل جائے، مشرقی کانفرنس اسی خواب کی تعبیر ہے۔

مغربی تعلیم کی تحریکیں اس سے پہلے بھی ہوئی۔ ڈاکٹر لائیڈ کی سرگرم کوششوں سے پنجاب میں تعلیم مشرقی کی ایک شاخ یونیورسٹی میں قائم ہوئی۔ الہ آباد میں ملا اور فاضل کے امتحانات اسی خیال کے ناتمام خاکے ہیں سرسید مرحوم نے ہمیشہ ان کوششوں کی سخت مخالفت کی۔ پنجاب یونیورسٹی پر ان کے تین پرزور آرٹیکل، قلعہ شکن تو ہیں تھیں جن کے صدمہ نے مشرقی تعلیم کو چکنا چور کر دیا۔ الہ آباد یونیورسٹی جب بن رہی تھی اور بظاہر نظر آتا تھا کہ اس میں بھی مشرقی تعلیم کی شاخ کھول دی جائے گی تو سرسید نے متعدد آرٹیکل اس زور کے لکھے کہ اس تجویز کے پرچے اڑ گئے۔ سرسید کی مخالفت اس پر مبنی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ مشرقی تعلیم کی یہ کوشش، مغربی تعلیم کی ترقی کو روک دے گی جو ملک کے لئے نہایت ضرر رساں کام ہے۔

اس میں ایک ذرہ شبہ نہیں کہ اگر ہم کو یقین ہو کہ مشرقی تعلیم کی کسی تجویز سے مغربی تعلیم میں ذرے بھر بھی کمی ہوگی تو ہمارا فرض ہے کہ اس تجویز سے علانیہ نفرت کا اظہار کر دیں۔

مسلمان اس وقت ”کشمکش زندگی“ کے میدان میں ہیں۔ ان کی ہمسایہ قومیں مغربی تعلیم ہی کی بدولت ان سے اس میدان میں بڑھ رہی ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مسلمان مغربی تعلیم کی کوشش میں ذرا بھی پیچھے رہ جائیں تو ان کی ملکی اور قومی زندگی دفعۃً برباد ہو جائے گی۔

لیکن اب وہ حالت نہیں ہے، مسلمانوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ ان کی دنیوی ترقی صرف اس بات پر موقوف ہے کہ ان کا ایک ایک بچہ انگریزی میں تعلیم یافتہ ہو جائے، لیکن باوجود اس کے یہ ممکن ہے کہ مشرقی تعلیم کے لئے بھی جگہ نکل سکے۔ ترقی یافتہ قوموں کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ یورپ سب کچھ کر رہا ہے تاہم ان میں ایک وسیع گروہ موجود ہے جو اپنی مذہبی تعلیم اور مذہبی لٹریچر کا محافظ ہے۔ خود ہماری ہمسایہ قوموں کا کیا حال ہے۔ آریہ انگریزی تعلیم میں اس تیزی سے ترقی کر رہے ہیں کہ مسلمان ان کی گرد تک بھی نہیں پہنچتے، تاہم وہ گروہ کل بھی قائم کر رہے ہیں جو سنسکرت کی تعلیم کے لئے مخصوص ہے اور جس کا مقصد صرف اپنے مذہب اور اپنے لٹریچر کی اشاعت ہے۔ اس گروہ کل میں جو لڑکے داخل ہوتے ہیں، ان سے عہد لیا جاتا ہے کہ دنیا کا

کوئی کام نہیں کریں گے۔ ۲۴ برس کی عمر تک ان کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کو نہایت سادی اور خشک غذا دی جاتی ہے۔ سونے کو لکڑی کا تختہ ملتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے سب کام کرنا پڑتا ہے۔ اس جفاکشی اور دنیاوی بے تعلقی کے ساتھ تین سو دولت مندوں نے اپنے بچے اس میں بھیج دئے ہیں اور (۲۴) روپے (ماہوار ایک ایک بچہ کا خرچ دیتے ہیں۔ ہر سال اس مدرسہ کے لئے لاکھوں کا چندہ جمع ہو جاتا ہے اور اس کی شاخیں جا بجا قائم ہوتی جاتی تھیں۔

کیا اس مدرسہ نے آریوں میں انگریزی تعلیم کو کم کر دیا ہے؟ کیا انگریزی تعلیم پر کوئی برا اثر ڈالا ہے؟ بلکہ سچ یہ ہے کہ اس کے تعلیم یافتہ، مدرسہ سے نکل کر تمام قوم میں انگریزی تعلیم اور دنیاوی ترقی کی روح پھونک دیں گے۔ تیر انداز اپنی جگہ پر رہتا ہے لیکن تیر کو سوں نکل جاتا ہے۔ رجز خواں خود نہیں لڑتے لیکن ہزاروں لڑنے والے پیدا کر دیتے ہیں۔

غرض اگر یورپ کو بہائیں دنیا طلبی، پادریوں کی حاجت ہے، اگر آریوں کو بہائیں انگریزی خوانی گروکل کی ضرورت ہے تو مسلمانوں کو بھی عربی تعلیم اور مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک مسلمانوں کی قوم کا باقی رہنا ضروری ہے۔

انہیں اسباب سے باوجود تمام مخالفتوں کے ندوہ قائم ہوا اور باوجود تمام مزاحمتوں کے اس نے اپنا وجود قائم رکھا۔ یہ سوال پہلے ہی دن پیدا ہوا کہ ندوہ کے تعلیم یافتہ کیا کھائیں گے؟ اس کا جواب آسان تو یہ تھا کہ اب تک عام مولوی کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور علم الاعداد سے نظر آتا ہے کہ عربی مدرسوں کی تعداد گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی جاتی ہے۔ جب ہم اس کو روک نہیں سکتے تو اس میں کیا خرچ ہے کہ اس گروہ کو زیادہ بکا رآمد بنایا جائے۔

لیکن اس کا اصلی اور صحیح جواب یہ ہے کہ مسلمان بہت جلد اس بات کا احساس کریں گے کہ ان کو اپنی قومیت اور مذہب کے بقا کے لئے مشنری (یعنی مبلغین اسلام) قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ یورپ اس قدر دنیوی تعلیم میں منہمک ہے، تاہم صرف لندن میں مشنری پر دو کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کر رہا ہے۔ جب اسلامی مشنری قائم ہوگی تو اس کے موزوں اور صحیح کارکن صرف ندوہ مہیا کر سکے گا۔

لیکن چونکہ ابھی تک اسلامی مشنری کا باقاعدہ طریقہ نہیں قائم ہوا اس لئے اس سوال کے

جواب دینے کے لئے اور اور پہلوؤں پر بھی نظر پڑتی تھی، انہیں میں ایک یہ بھی تھا کہ ندوہ کے تعلیم یافتہ کیا گورنمنٹ کے بھی کچھ کام آ سکتے ہیں؟

گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی اب تک یہ تھی کہ وہ مذہبی تعلیم سے بالکل الگ تھی اور مشرقی تعلیم بھی اس میں محض برائے نام تھی لیکن ملک کی عام رائے یہ تھی کہ مذہبی تعلیم کے بغیر اخلاق اور تربیت کا شیرازہ قائم نہیں رہ سکتا، اس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ عربی اور سنسکرت زبانوں کی اعلیٰ تعلیم بھی سلسلہ تعلیم کا ضروری حصہ ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ گورنمنٹ نے بھی مذہبی تعلیم کی ضرورت کا احساس کیا یا نہیں لیکن یہ صاف نظر آتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس بات کو ضروری خیال کیا کہ مشرقی تعلیم کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ حال میں گورنمنٹ نے جو مشرقی کانفرنس شملہ میں قائم کی اس کے مقاصد میں سے بعض مقاصد یہ تھے:

۱۔ مشرقی و مغربی تعلیم میں اتحاد پیدا کرنا  
۲۔ علم الآثار (ارکیالوجی) کی تعلیم دینا اور جدید طریقہ تحقیقات آثار قدیمہ سے واقف کرنا۔

۳۔ علمی طریقہ پر قدیم و قلمی کتب خانوں کی فن فہرست سازی (کٹیولوجنگ) کی تعلیم دینا  
۴۔ اعلیٰ مشرقی تعلیم کے لئے پیش قرار و وظائف مقرر کرنا۔  
۵۔ دیسی زبانوں کو ترقی دینا اور ان کے لئے امتحانات قائم کرنا۔  
۶۔ اعلیٰ مشرقی تعلیم یافتوں کے لئے کالجوں میں پروفیسری مدرسوں میں ٹیچری، عجائب خانوں میں تحقیقات آثار قدیمہ، اور قدیم کتب خانوں میں ترتیب فہرست کے عہدے قائم کرنا۔  
۷۔ کلکتہ کے مشرقی درس گاہوں کو متفق و متحد کرنا۔  
۸۔ افسروں کی زبان دانی کا امتحان لینا۔

۹۔ کلکتہ میں اغراض بالا کے لئے ایک عظیم الشان مشرقی درس گاہ قائم کرنا۔  
یہ ظاہر بات ہے کہ علما کا گروہ مسلمانوں کی جماعت کا ایک ضروری جز ہے، ان کی تعداد کثیر ملک میں موجود ہے، اور ہمیشہ موجود رہے گی۔ ان کا قوم پر نہایت قوی اثر ہے، عربی زبان ایک علمی زبان ہے۔ ان اسباب سے یہ مناسب نہیں کہ مشرقی تعلیم سے بالکل بے اعتنائی اختیار کی جائے،

البتہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کو زیادہ بکارآمد بنایا جائے اور مذہبی حصہ کو چھوڑ کر باقی چیزوں میں ایسی ترقی اور اصلاح کی جائے کہ مشرقی تعلیم یافتہ لوگوں کی معاش کے لئے کچھ وسائل پیدا ہو سکیں، کانفرنس نے جو کچھ طے کیا ہے ابھی باضابطہ اس کی منظوری نہیں ہوئی ہے، اس لئے اس کی تفصیل ابھی غیر ضروری ہے لیکن بظاہر حسب ذیل نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے:

۱۔ گورنمنٹ کی طرف سے ایک انسپکٹر ہوگا جو قدیم عربی مدارس کا معائنہ کر سکے گا اگر مدرسہ کے مہتمم ایسی نگرانی کو پسند کریں۔

۲۔ جن مدرسوں کو گورنمنٹ اس قابل سمجھے گی ان کو کچھ ماہوار امداد دے گی۔

۳۔ کلکتہ میں بہت وسیع پیمانے پر ایک مشرقی درس گاہ قائم ہوگی۔ مدارس عربیہ کے فارغ شدہ اگر چاہیں گے تو اس درس گاہ میں تعلیم حاصل کریں گے۔

۴۔ اس درس گاہ کی تعلیم پانے والوں کو پیش قرار وظیفے دئے جائیں گے۔

۵۔ اس درس گاہ سے سند لینے کے بعد ان کو متعدد اسامیاں ملیں گی جو مشرقی تحقیقات سے متعلق ہوں گی۔

۶۔ مدارس عربیہ جن کو گورنمنٹ تسلیم کرے گی اور جس کے تعلیم یافتہ کم سے کم انگریزی زبان جانتے ہوں گے ان کو کالجوں اور اسکولوں کی پروفیسری اور مدرسہ مل سکے گی۔

ان واقعات کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ جو فرقہ اب تک بغیر کسی معاوضہ کے عربی علوم کی تحصیل میں مشغول تھا اب کسی قدر ذریعہ معاش حاصل کرنے کی صورت میں امید ہے کہ اپنا کام زیادہ مستعدی اور زیادہ وسعت حوصلہ سے انجام دے۔ ہم لوگ اگر عربی علوم اور مذہبی علوم کے جاندار اور جاں نثار ہیں تو اس قدر معاوضہ ہمارے لئے بالکل کافی ہے اور کوئی غیر گورنمنٹ اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی ہے۔

## شذرات

[ستمبر ۱۹۱۱ء]

### حضور نظام علیہ الرحمہ

غریباں راول از بہر تو خوان است  
دل خویشاں نمی دانم کہ چوں است

یہ جاں کا واقعہ ہماری زندگی کا سب سے زیادہ اندوہ ناک اور قیامت انگیز واقعہ ہے۔ حضور نظام تیموریوں کی شان و شوکت، دریا دلی و فیاضی، عفو و بردباری، عزم و استقلال کے مجسم تصویر پیکر تھے۔ تیموریوں کے بہت سے آداب و آئین جو ہم تاریخوں میں پڑھتے ہیں اور جن کی صحیح تصویر ہمارے ذہن میں نہیں آتی، حضور نظام کے آداب سلطنت اور نظام حکومت سے صاف سمجھ میں آجاتے تھے۔ حلم و عفو کا یہ حال تھا کہ جو لوگ بوجہ خاص معتبوب ہوتے اور الگ کئے جاتے تھے، ان کے بھی پیش قدمی قرار و وظائف مقرر ہو جاتے تھے۔ تمام عمر میں ایک شخص کی بھی روزی بند نہیں کی۔ ہندوستان میں جس قدر اسلامی درس گاہیں ہیں سب ان کے دست کرم کی ممنون ہیں۔ ملک میں جس قدر مشاہیر و ارباب تصنیف ہیں سب انہیں کے خوان فیض سے بہرہ یاب ہیں۔ شہسواری، نشانہ بازی، قدر اندازی، سپہگری میں ان کا جواب نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج وہی ایک ذات والا صفات تھی جو ارباب فن کا مربی علم و فضل کا پشت پناہ، مصنفین کا کعبہ آرزو، مظلوموں کا دادرس، اور رعایا کا پدر مہربان تھا۔

اکبر کی بے تعصبی، جہاں گیر کی رنگین مزاجی، شاہ جہاں کی شوکت، عالم گیر کے استقلال

نے مل کر ایک قالب اختیار کر لیا تھا۔

نہ صرف حیدر آباد بلکہ تمام ہندوستان اس ماتم میں شریک ہے اور سب اس ذات گرامی کے لئے دست بدعا ہیں کہ

جائش بہ سایہ حرم کردگار باد



## شذرات

[ستمبر ۱۹۱۱ء]

یہ کس کو خیال ہو سکتا تھا کہ کسی زمانے میں مسلمان بھی جبری اور عمومی تعلیم کی مخالفت کریں گے، لیکن آج ہم نے یہ منظر بھی دیکھا۔ مخالفین کے دلائل میں ایک یہ بھی ہے کہ کنجڑے اور قسائی پڑھ کر عدالت کی کرسیوں پر بیٹھیں گے اور شرفا کو ذلیل کریں گے لیکن:

معشوق من است آں کہ بہ نزدیک تو زشت ست

ہمارے اکثر بڑے بڑے علماء انہیں پیشہ وروں میں تھے۔ امام ابو بکر اسکاف موچی تھے۔ شمس الائمہ حلوائی تھے۔ قفال، قفل ساز تھے۔ محمد بن سیرین محدث بصرہ بزاز تھے۔ ایوب بھستانی استا امام ترمذی سوداگر چرم تھے۔ مسیب پدر امام ابن مسیب گندھی تھے۔ مالک بن دینار محدث کاغذی تھے۔ امام ابن سیرین کے باپ گویے تھے۔ مشہور زاہد مجمع جولاہے تھے۔ امام ابو حنیفہ بزاز تھے۔ ابوصالح سامان محدث گھوسی تھے۔ حسن بن ربیع بواری کو فی استاد امام بخاری بوریاباف تھے۔ امام ابن جوزی ٹھیرے تھے۔ پھر ع :

جب ننگ نہ تھا تو اب ہے کیا عار

تاہم ہم کو خوشی ہے کہ مسلمانوں کا بڑا حصہ تعلیم کے موافق ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ جس کو تمام ملک کی لیڈری کا دعویٰ ہے، اس کا مرکزی حصہ اس تحریک کے موافق ہے۔ بعض ٹکڑے البتہ باغی ہیں لیکن اتنی بڑی وسیع الحدود حکومت میں ایسی خفیف وارداتوں کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔ اس سے مسلم لیگ کی عمومیت اور اثر میں فرق نہیں آسکتا۔

ابھی جولائی ۱۹۱۱ء میں مشرقی کانفرنس کا جلسہ ہو چکا ہے جس میں مشرقی علوم کی ترقی کی تجویز سوچی گئیں۔ اب ۷ اگست ۱۹۱۱ء کو الہ آباد میں ایک کمیٹی اس غرض سے قائم ہوئی کہ گورنمنٹ کی طرف سے عربی تعلیم کے امتحانات قائم کئے جائیں، جن کا لقب منشی، عالم اور فاضل رکھا جائے۔ ڈاکٹر ہارویز، سید کرامت حسین جج ہائی کورٹ، مولوی حمید الدین پروفیسر عربی یونیورسٹی الہ آباد، شمس العلما مولوی عبد الجلیل، شمس العلما مولوی سید امجد علی اور خاکسار اس کمیٹی کے ممبر مقرر کئے گئے۔ میں نے زیادہ تر نصاب کی اصلاح پر گفتگو کی اور ایک عمدہ نصاب مرتب ہو کر پیش ہوا۔ میں نے اس بات پر زیادہ زور دیا کہ یہ امتحانات مستقل قائم کئے جائیں یعنی اوپر کا امتحان نیچے کے امتحان سے فارغ ہونے پر موقوف نہ ہو، تاکہ عربی کے قدیم مدرسوں کے فارغ شدہ آسانی سے فاضل کے درجہ کا امتحان دے سکیں۔ یہ تجویز بھی منظور ہوئی، لیکن ابھی سب کا روائی منظوری اخیر کی محتاج ہے۔ اس وقت ہم مفصل اس کی روداد شائع کریں گے۔

ہم نے مدت سے ندوہ کے متعلق کچھ ترغیبی واقعات، یا تحریکات نہیں پیش کیں۔ جب تک یونیورسٹی کا چارٹر نہ مل جائے اور قومی کاموں کی آواز کو ذرا پست رہنا چاہئے۔ چارٹر ملنے میں اب دیر نہیں، پھر جس کو جو کہنا ہوگا کہے گا اور جن کو سننا ہوگا سنیں گے۔

وقف علی الاولاد کی کارروائی اب کامیابی کی سرحد کے قریب آگئی ہے۔ ممکن ہے کہ ستمبر میں اس کا قانون کونسل میں پیش ہو جائے۔ گورنمنٹ نے ملک کے تمام حصوں سے رائے طلب کیں اور خدا کا شکر ہے کہ ہر جگہ سے متفقہ رائے آگئی ہیں جن کی مجموعی رپورٹ شائع ہوگی۔ انجمن عمومی وقف علی الاولاد کے موریل کا حضور ویراے کی خدمت میں کس طریقہ سے پیش کیا جائے، غالباً اس مہینہ کی اخیر تک اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ہم کو خوشی ہے کہ ملک کے تمام لیڈروں نے اس میں نہایت سرگرمی دکھائی ہے اور امید ہے کہ راجہ صاحب محمود آباد اس کوشش کی اخیر علم برداری قبول فرمائیں۔

ایک لطف کی بات یہ ہے کہ مولوی نظام الدین حسن صاحب نے اس مسئلہ کی مخالفت میں



ایک چورقہ رسالہ لکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے نالائق بیٹے کو وراثت نہیں مل سکتی۔ گو یہ رسالہ عجیب و غریب ہے لیکن ہم اس کو وقف اولاد کے چہرہ کا وہ کالا ٹیکا سمجھتے ہیں جو اس لئے لگا دیا جاتا ہے کہ نظر نہ لگ جائے۔

طبقات ابن سعد کی وہ جلد بھی شائع ہو گئی جس میں تابعین کے حالات ہیں۔ آج تک خاص تابعین (۱) کے حالات میں کوئی کتاب نہیں شائع ہوئی تھی، اس لحاظ سے تاریخی حصہ میں یہ بالکل ایک نیا اضافہ ہے۔ اس جلد کی قیمت بھی ۱۵/۱ ہے اور مطبع بریل لیڈن سے مل سکتی ہے۔

ہم نے پار سال ندوہ میں بتقریب مولود شریف یہ ظاہر خیال کیا تھا کہ اس تقریب کی یادگار میں آنحضرت کی ایک نہایت مبسوط اور محققانہ سوانح عمری تصنیف ہونی چاہئے۔ جس کی تیاری اور سامان میں ۵۰ ہزار روپیہ خرچ ہوگا اور اس کی فراہمی کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص مولود شریف کی مجلس کرے اس سرمایہ میں کوئی رقم داخل کر دے۔ اس کے علاوہ عام چندہ بھی کیا جائے، لیکن ہم نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ ابھی اس تحریک کو میں باضابطہ شائع نہیں کرتا۔ سال دو سال کے بعد مجھ کو اس کا موقع مل سکے گا۔ چنانچہ یہ کارروائی بند پڑی رہی۔ دو تین دن ہوئے چودھری شفیق الزماں صاحب نے ایک مجلس مولود منعقد کی اور اس تقریب کے موقع پر (۵۰ روپے) اس مد میں ہمارے حوالہ کئے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جب یہ تحریک باقاعدہ شروع ہوگی تو انشاء اللہ کامیابی میں کچھ شبہ نہ ہوگا۔

طاؤس رائفش و نگاری کہ ہست خلق تحسین کنند از جمل از پای زشت خویش  
بیروت کا ایک جدید الشیوع اسلامی اخبار ”البلاغ“ ۲۰ جولائی کے نمبر میں لکھتا ہے۔  
”ہم اس سے پہلے نمبر میں لکھ چکے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اصلاحی رفتار بہت سرعت سے آگے بڑھ رہی ہے۔ علمی اخلاقی اور مالی ترقی کا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ وہاں نہایت کثرت سے مدارس اور قومی مجلسیں اور انجمنیں قائم ہیں جن کو جماعت اسلام کے نامور لوگ چلا رہے ہیں۔ ان انجمنوں میں سے تین انجمنیں سب سے بڑی ہیں۔ مجلس تعلیمی

اسلامی (محلّی ایجوکیشنل کانفرنس) مجلس سیاسی اسلامی (مسلم لیگ) اور تیسری مجلس دینی یعنی ندوۃ العلماء انجمنیں حسب ضرورت سال میں ایک بار یا کئی بار منعقد ہوتی ہیں۔“

”مجلس دینی یعنی ندوۃ العلماء کا اجلاس گذشتہ سال شہر دہلی میں ہوا اور بعض عظیم الشان تجویزیں منظور ہوئیں، جن کا فائدہ عام مسلمانوں کو عموماً اور مسلمانان ہندوستان کو خاص فائدہ پہونچے گا۔ ان تجویزوں کا مختصر بیان یہ ہے۔ [۱] ندوۃ مسلمانان ہند کا مذہبی مرکز ہے۔ [۲] ندوۃ میں صیغہ اشاعت اسلام قائم کیا جائے۔ [۳] تاریخ کے متعلق انگریزی کورس میں جو غلطیاں ہیں ان کی تصحیح کی جائے۔“

”ندوۃ کا مدرسہ بھی نہایت کامیاب ہو رہا ہے..... کیا ہم لوگ اس کی تقلید نہیں کر سکتے۔“

---

(۱) تابعین ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کے کسی صحابی کو دیکھا ہو۔



## شذرات

[دسمبر ۱۹۱۱ء]

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سالانہ امتحان میں کامیاب طلبہ کو انعام تقسیم کرنے کی غرض سے ۲۴ نومبر کو ایک جلسہ کیا گیا جس میں عمائدین و اعیان شہر کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ تمام طلبہ اور مدرسین موجود تھے، معتمد دارالعلوم نے طلبہ کے سامنے امتحان و انعام کے اغراض کے ضمن میں ایثار نفسی اور ادائے خدمات مذہبی کی ضرورت پر تقریر کی۔ معتمد دارالعلوم کے علاوہ حکیم حافظ عبدالولی صاحب، قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر دارالعلوم اور مولوی عبدالکریم صاحب فقیہ دارالعلوم نے بھی مختصر تقریریں کیں۔ طلبہ کو حسب کامیابی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

ارکان ندوہ نے طے کیا ہے کہ اس سال ندوہ کا سالانہ جلسہ ایسٹر کی تعطیل میں ۵-۸ اپریل کو خاص شہر لکھنؤ میں منعقد کیا جائے۔ لکھنؤ میں انعقاد جلسہ سے مقصود یہ ہے کہ عام طور سے ہمدردان ندوہ دارالعلوم کی تعلیم کا پچشم خود معائنہ کر سکیں اور دارالعلوم کی جدید نامکمل عمارت کی تکمیل کی ضرورت کا احساس کر سکیں۔

جنگ روم واٹلی نے ہر طبقہ کے مسلمانوں میں جو جوش پیدا کر دیا ہے اس کی نظیر مسلمانوں کے ایام زوال کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہر صنف اور ہر حیثیت کے مسلمان اپنے مرکزی انحطاط کا احساس کر رہے ہیں اور جس قسم کی امداد کی وہ قوت رکھتے ہیں یعنی مالی امداد اس کے لئے آمادہ ہیں ہمارے مدرسہ کے طلبہ بھی اپنی بساط بھر اس عام جوش میں شریک ہیں۔ تقریباً پانچ سو روپیہ کا چندہ

انہوں نے ہلال احمر کے لئے پیش کیا اور یہ عہد کیا کہ ایک مہینہ تک وہ گوشت نہیں کھائیں گے اور اس کی بچت کو چندہ میں شامل کریں گے۔ بیس دن ہوئے کہ اس عہد پر اب تک وہ قائم ہیں۔

جرجی زیدان پرہم نے پچھلے پرچہ میں جو ریو لکھا وہ نہایت مختصر اور سرسری تھا جس کے وجہ یہ ہے کہ مخاطب اصلی کی زبان عربی ہے، اس لئے لکھتے وقت مجھ کو نظر آتا تھا کہ وار خالی جا رہا ہے۔ اس بنا پر ساتھ کے ساتھ میں نے عربی میں بھی لکھنا شروع کر دیا اور تمام تر زور ادھر آ گیا۔ عربی مضمون ۱۰۰ صفحاتوں تک پہنچا اور اچھا خاصا رسالہ بن گیا، چونکہ اس کی اشاعت مصر و شام و یورپ میں مقصود ہے اس لئے زیادہ اہتمام کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ مصارف (۲۲۵ روپے) سے زیادہ ہوں گے، جس کا بندوبست یہ سوچا ہے کہ احباب کو حصہ رسدی کی تکلیف دی جائے۔ ابھی یہ خیال ہی خیال تھا کہ قادیان سے مولوی محمد علی صاحب کا خط آیا کہ جناب حکیم نور الدین صاحب نے مضمون کو پسند فرما کر فرمایا کہ عربی مضمون کے شائع ہونے کی بہت ضرورت ہے اور اس کے مصارف کے لئے یہاں سے پچاس روپے عندا طلب بھیجے جاسکتے ہیں۔ اس بلا طلب عطیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور بقیہ کے لئے اور احباب کو تکلیف دیتا ہوں، انہیں میں خود شبلی بھی ہے۔



## شذرات

[جنوری ۱۹۱۲ء]

اس نمبر سے الندوہ کی نویں جلد شروع ہوتی ہے۔ الندوہ نے آٹھ برس تک قوم کے جو مذہبی، علمی اور ادبی خدمات انجام دئے خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان کو حسن قبول عطا فرمایا۔ دعا ہے کہ خدا اس کے آئندہ خدمات کو بھی قوم و مذہب کے لئے سودمند کرے۔ ہو المستعان و علیہ التکلیف۔

ہم نے چند بار یہ شکایت سنی کہ ندوہ اس قدر متعصب ہے کہ شیعہ طلبہ کو اس میں تعلیم پانے کی اجازت نہیں ہے لیکن ہم کو افسوس ہے کہ کیونکر یہ غلط خبر مشہور کی گئی ہے۔ علمائے ندوہ کو معلوم ہے کہ سنی علما نے خود شیعوں سے تحصیل علم میں مضائقہ نہیں کیا۔ محقق طوسی مشہور شیعہ تھے لیکن علامہ قطب الدین رازی اور شیرازی جن سے علم کا سلسلہ پھیلا اور جو سنی تھے محقق موصوف کے شاگرد رشید تھے، ایک زمانہ میں ایک شیعہ طالب العلم آیا تھا اور مہینوں ندوہ میں رہ کر پڑھتا رہا تھا، آج بھی کسی گوشہ ہو تو کسی شیعہ طالب العلم کو بھیج کر دیکھے کہ یہ خبر کہاں تک صحیح ہے؟

زین عشق بہ کونین صلح کل کردیم

تو خصم باش وز ما دوستی تماشا کن

## ندوہ کا سالانہ اجلاس

ندوہ کا اجلاس مختلف ناگزیر اسباب سے قریباً دو برس تک نہ ہو سکا۔ اب اپریل کی پہلی

تاریخوں میں انشاء اللہ منعقد ہوگا، جس کو بہت کم زمانہ رہ گیا ہے۔

کسی قومی مجلس کے سالانہ جلسوں میں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے پچھلے سالوں کی پیش کردہ تجویزوں میں سے کیا کیا کام انجام دئے۔ یہ محاسبہ اگر ہمیشہ قوم کی طرف سے کیا جائے تو تمام انجمنوں کی حالت درست ہو جائے لیکن انجمنیں خود غافل رہتی ہیں اور قوم ان سے بھی زیادہ غافل ہے کہ وہ صرف اس سے خوش ہو جاتی ہے کہ یہ یہ کہا گیا، اس سے غرض نہیں کہ جو کہا گیا وہ کیا بھی گیا یا نہیں۔ ندوہ کے سالانہ اجلاس میں سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ پچھلے جلسہ میں جو تحریکیں اور تجویزیں پیش ہوئیں ان پر کہاں تک عمل کیا گیا جو تجویزیں پچھلے جلسہ میں منظور ہوئی تھیں ان میں زیادہ مہتمم بالشان چار تھیں:

۱۔ قرآن مجید کا صحیح اور مستند ترجمہ انگریزی زبان میں ہو۔

۲۔ سرکاری مدارس میں تاریخ ہندوستان کے متعلق جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں اکثر واقعات ہوتے ہیں، جن سے طلبہ کے ذہن میں اسلامی سلطنتوں کی نسبت نہایت برے خیالات پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان کی اصلاح اور ان کی غلط بیانی کی تشریح

۳۔ وقف علی الاولاد کے متعلق جو کوشش ہو رہی ہے اس کی تکمیل

۴۔ تمام اسلامی انجمنوں کو ایک مرکز پر لانا

ان تمام امور کی تفصیل جلسہ میں بیان کی جائے گی اور ہم خوشی کے ساتھ اطلاع دیتے ہیں کہ ہر شعبہ میں ایک معقول حد تک کارروائی انجام پا چکی ہے، البتہ تمام انجمنوں کا ایک مرکز پر جمع ہونا اس کے متعلق کچھ نہیں کیا گیا اولاً تو یہ امر فی نفسہ بھی سخت مشکل ہے، دوسرے انصاف یہ ہے کہ اس کے متعلق کوئی کوشش بھی نہیں کی گئی۔

## زکوٰۃ

اسلام نے جو احکام مقرر کئے ہیں اگر ان پر عمل کیا جاتا تو مسلمانوں کو کسی قسم کی دنیاوی و دینی کام میں کسی جدید کوشش کی ضرورت نہ پڑتی۔ سب سے مقدم چیز روپیہ اور سرمایہ کا مہیا ہونا

ہے، اس کے لئے اسلام نے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا۔ اسلامی فرائض میں سے یہ فرض سب سے زیادہ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر ہمارے ملک کے تاجر اور دولت مند اس فرض پر عمل کرتے تو ہماری تعلیم کا مسئلہ کس قدر آسانی سے حل ہو جاتا، تاہم ہم کو مسرت ہے کہ اس کا احساس کچھ کچھ قوم میں باقی ہے بغیر کسی کوشش اور تحریک کے ندوہ میں لوگ زکوٰۃ کی رقمیں بھیج دیتے ہیں، جن سے غریب طالب العلموں کو وظائف دئے جاتے ہیں اور اس سے عمدہ مصرف زکوٰۃ کا کیا ہو سکتا ہے، ہم ان بزرگوں کا نام ظاہر کرنا ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ خیرات چھپا کر کرنا زیادہ ثواب ہے لیکن ہم دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

شعرا لعم کا چوتھا حصہ زیر تالیف ہے لیکن وہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس کے دو حصے کر دینے پڑے۔ ایک حصہ مطبع میں جا چکا ہے لیکن دوسرے حصہ کو میں نے اس لئے روک لیا کہ اب مجھ کو سب سے مقدم اور مہتمم بالشان کام یعنی سیرت نبوی کی تالیف میں مصروف ہونا چاہئے اگر یہ اہم کام انجام پا گیا تو شعرا لعم ہوتی رہے گی اس کی کیا جلدی ہے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ ندوہ کے مقاصد اور اغراض کے ذہن نشین اور شائع کرنے کے لئے ہندوستان کے صوبوں کا دورہ کیا جائے۔ اگر اور بزرگ بھی تکلیف فرمانے پر آمادہ ہوں تو ہم کو مطلع فرمائیں، اب وقت آگیا ہے کہ ہماری مذہبی کوششیں زیادہ وسیع اور عام ہوں اور ہندوستان میں جس قدر مذہبی کام ہو رہے ہیں سب میں ایک سلسلہ اتحاد ہو جائے تاکہ آپس کے مشورہ اور تائید سے ہر کام میں استحکام اور قوت و زور آجائے۔

خدا کا شکر ہے کہ رفتہ رفتہ یہ خیال قوم میں پھیلتا جاتا ہے کہ تقریبات میں فضول مراسم کے بجائے قومی تحریکات میں حصہ لیا جائے، حال میں سید رشید الدین صاحب عرف اچھے صاحب نے اپنی صاحبزادی کا مکتب کیا تو جو رقم لہو و لعب میں صرف ہوتی اس کو حسب ذیل طریقہ سے صرف کیا ندوۃ العلماء (۴ روپے) علی گڑھ یونیورسٹی (۵ روپے) ون آنہ فنڈ (۱۰ روپے)

یہ طریقہ عام ہو جائے تو قومی گداگروں کو اپنے فرض سے سبکدوشی ہو جائے۔

جرجی زیدان کی کتاب کا جو رد میں نے عربی زبان میں لکھا تھا وہ اب چھپ کر طیار ہے اور مصر وغیرہ بھیجا جائے گا۔ قیمت (آٹھ آنہ) ہے۔ اگرچہ اس کے مخاطب زیادہ تر عرب و مصر و شام کے لوگ ہیں لیکن اگر اردو میں بھی ترجمہ ہو جائے تو بہتر ہے مجھ کو تو فرصت نہیں کوئی اور صاحب یہ تکلیف گوارا فرمائیں۔

میں نے بحیثیت سکریٹری انجمن وقف علی الاولاد ہوم ممبر ویسراے کنسل سے درخواست کی تھی کہ وہ وقف علی الاولاد کا ایک ڈیپوٹیشن قبول کریں تاکہ یہ مسئلہ اچھی طرح ان کے ذہن نشین کیا جائے، مہربانی سے انہوں نے ڈیپوٹیشن منظور کیا جو ۲۹ جنوری ۱۹۱۲ء کو بہ مقام کلکتہ پیش ہوگا، اس ڈیپوٹیشن میں مشاہیر علما اور رؤسا و امراے اسلام شریک ہوں گے اور امید ہے کہ یہ کارروائی ہماری کامیابی کا پیش خیمہ ہو۔



## شذرات

[فروری ۱۹۱۲ء]

جرجی زیدان کی رد میں ہم نے عربی زبان میں جو رسالہ لکھا ہے اس کے کچھ اجزاء سید رشید رضا جو مصر کے مشہور عالم اور المنار کے ایڈیٹر ہیں ان کے پاس بھیج دئے تھے، انہوں نے جو جواب لکھا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”میں خاص طور پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے جرجی زیدان کی کتاب کا رد لکھا۔ اگر مجھ کو فرصت ملتی جیسی کہ آپ کو خدا نے دی ہے تو میں آپ سے پہلے اس عظیم الشان خدمت کو انجام دیتا۔ میں نے مصر کے بعض اساتذہ کو اس کی ترغیب دی تھی لیکن ان لوگوں نے کابلی کی۔ میں آپ کے رسالہ کو المنار میں چھاپوں گا۔ اس عبارت سے ظاہر ہوگا کہ مصر کے علماء بھی جرجی زیدان کی خیانت کاریوں سے نالاں تھے لیکن جواب لکھنے کی ہمت نہیں کرتے تھے یا ان کو موقع نہیں ملتا تھا۔“

ہم نہایت خوشی سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ سید رشید رضا صاحب موصوف نے ندوہ کے جلسہ سالانہ میں شریک ہونے کے لئے ہندوستان میں آنا چاہتے ہیں، حال ہی میں ان کے بھائی کو کسی نے قتل کر ڈالا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوا ہوتا تو میرا آنا بالکل قطعی تھا۔ المنار کا انتظامی کام وہی چلا سکتے تھے میں ان کا قائم مقام تلاش کروں گا۔ اس قدر دور دراز مسافت سے اکابر اسلام ندوہ میں آنا چاہتے ہیں لیکن خود اس پاس کے لوگوں کو خبر تک نہیں، سچ ہے:

## طلبہ قدیم دارالعلوم ندوۃ العلماء

دارالعلوم کے طلبہ جو فارغ التحصیل ہو کر یا ایک معقول حد تک پڑھ کر یہاں سے نکلے وہ ابھی تعداد میں بہت کم ہیں اور اس لئے اگر وہ اب تک پبلک میں روشناس نہیں ہیں اور باہم تعارف اور اطلاع حال کا کوئی ذریعہ نہیں پیدا کیا تو تعجب کی بات نہیں، لیکن ہم کو مسرت ہے کہ طلبہ قدیم کو خود یہ خیال پیدا ہوا۔ اس وقت اتفاق سے کلکتہ میں دارالعلوم کے اکثر طلبہ موجود ہیں، اس لئے وہیں سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔ ان لوگوں نے کلکتہ میں ایک انجمن لجنۃ الممتحنین قائم کی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ندوہ کے ساتھ اور خود باہم تعارف اور تعلقات کا باقاعدہ انتظام قائم کریں۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اس غرض کے لئے الندوہ کے دو صفحے مخصوص کر دئے جائیں جس کا عنوان طلبہ قدیم دارالعلوم ہوگا۔ ان صفحات میں خود طلبہ کے مضامین یا خطوط چھپیں گے جن سے ان کے مشاغل اور حالات معلوم ہوں گے اور یہ ظاہر ہوگا کہ جو طالب العلم جہاں ہے اسلامی اور قومی اور ندوہ کے مقاصد کے متعلق کیا خدمت انجام دے رہا ہے، اس کام کے لئے صاحب وجاہت اور دولت ہونا ضروری نہیں اگر ہمت اور عزم اور سلیقہ ہو تو ہر شخص کچھ نہ کچھ مفید کام کر سکتا ہے اور سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کو اپنا ہم خیال اور ہم زبان بنا سکتا ہے۔

## درجہ تکمیل علم ادب

درجہ تکمیل وہ درجہ ہے جس میں طالب العلم مولویت کی سند حاصل کرنے کے بعد دو برس تک صرف ایک خاص فن کی تعلیم پاتا ہے۔ اس فن خاص میں کمال کا درجہ حاصل کرے۔ اس سال اس درجہ میں (صیغہ ادب) ایک طالب العلم عبدالواجد خان تھے، سوالات ہندوستان کے مشاہیر علمائے ادب سے طیار کرائے گئے تھے اور زبانی امتحان ڈاکٹر ہارویز پروفسر عربی علی گڑھ کالج کے

متعلق کیا گیا تھا کہ کسی قسم کی رورعایت کا احتمال نہ ہو۔ زبانی امتحان کا طریقہ نہایت مشکل رکھا گیا تھا یعنی طالب العلم کو ایک علمی عنوان دیا جائے اور اسی وقت اس کو حکم دیا جائے کہ کھڑے ہو کر فی البدیہہ اس عنوان پر عربی زبان میں لکچر دے۔ اس میں کامیابی کے لئے تین چیزیں درکار ہیں، عربی زبان میں برجستہ لکچر دے سکتا، وسیع المعلومات ہونا، ملکہ تقریر ہونا، ہم کو نہایت مسرت ہے کہ طالب العلم مذکور نے جس طریقہ سے امتحان دیا ڈاکٹر صاحب موصوف کو ایک گونہ اس پر تعجب ہوا۔ انہوں نے ہم کو ایک خط لکھا ہے اور طالب العلم موصوف کی نہایت تعریف کی ہے۔

عبدالواحد خان موصوف نے انگریزی بھی کسی قدر ندوہ میں پڑھی ہے اور اگر دو برس تک وہ صرف انگریزی پڑھیں گے تو امید ہے کہ انگریزی زبان میں اچھی طرح تقریر کر سکیں گے، اس لئے ارادہ ہے کہ ان کو دو برس تک انگریزی پڑھائی جائے اور پھر تکمیل انگریزی اور اشاعت اسلام کے لئے لندن بھیجا جائے۔

اسی قسم کے ایک اور فارغ التحصیل طالب العلم ندوہ میں انگریزی تعلیم پارہے ہیں اور ان کو بھی ولایت بھیجنے کی تجویز ہے۔

## شذرات

[مارچ ۱۹۱۲ء]

ہم نہایت مسرت سے اطلاع دیتے ہیں کہ جناب آرنہیل سر راجہ تصدق رسول خاں والی جہاں گیر آباد نے ندوہ کی استقبالی کمیٹی کا پریسڈنٹ ہونا منظور کیا ہے۔ راجہ صاحب ممدوح نے قومی و مذہبی کاموں میں اب تک جو فیاضیاں کی ہیں ان سے ہم کو بہت کچھ توقع ہے۔

امسال کے اجلاس کے لئے حضور نواب صاحب والی رام پور سے صدارت کی درخواست کی گئی تھی۔ چیف سکریٹری صاحب نے ہم کو اطلاع دی ہے کہ حضور ممدوح کو تاریخ معینہ میں ضروری اشتغال کی وجہ سے فرصت نہ ہوگی لیکن حضور ممدوح اپنی افتتاحی تقریر بھیج دیں گے جو کارروائی سے پہلے جلسہ میں پڑھی جائے گی، ہم آئندہ کی توقع پر جناب ممدوح کے اس لطف و عنایت کو بھی بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔

نہایت ناشکری ہوگی اگر ہم ندوہ کی استقبالی کمیٹی کے سکریٹری اور اپنے عزیز دوست مسٹر ممتاز حسین بی اے بیرسٹر کا شکریہ نہ ادا کریں جو نہایت محنت اور دل سوزی سے تمام لوکل کاموں کو انجام دے رہے ہیں۔

ٹائل نامی ایک جرمن نے جرمنی زبان میں پارسی مذہب پر ایک کتاب لکھی تھی۔ نریمان ایک پارسی اہل قلم نے حال میں ”ریچن آف دی ایرانین پیلس“ کے نام سے اس کا انگریزی ترجمہ

کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک باب اس بیان میں بھی ہے کہ پارسیٹ کا اسلام پر کیا اثر پڑا۔ مترجم نے خواہریزنگون کے مشہور مسلمان تاجر احمد ملا داؤد صاحب نے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بغرض تنقید ہمارے پاس بھیجا ہے۔ اس کتاب کے اس خاص باب میں کوئی قابل اعتراض بات ہو تو اس کے جواب کے لئے اپنے ایک انگریزی خواں عربی طالب العلم کو دی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ ہم اس کے متعلق کچھ لکھیں۔

یہ اور اس قسم کی اور سیٹروں ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے انگریزی داں علما کی سخت ضرورت محسوس ہوتی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ایک دو سال کے عرصہ میں طلبائے ندوہ اس ضرورت کو کسی قدر پورا کر سکیں۔

ندوہ میں سید رشید رضا کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان میں ایک حرکت پیدا کر دی ہے۔ روزانہ ڈاک سے شرکائے جلسہ کے اطلاعی کارڈ آرہے ہیں۔

سید رشید رضا ۲۱ مئی کو بغرض شرکت اجلاس ندوہ بمبئی پہنچ گئے۔ عرب تاجروں نے خصوصاً اور شہر کے عام آدمیوں نے ان کا نہایت شاندار استقبال کیا، ۲۵ مئی کو وہ بمبئی سے آگرہ، دہلی اور لاہور کی سیر کے لئے روانہ ہوں گے، ۵ اپریل کو وہ لکھنؤ میں تشریف فرما ہوں گے۔

شعر العجم کی چوتھی جلد جس میں اکثر اصناف شاعری پر ریویو ہے مطبع سے چھپ کر شائع ہو گئی ہے، قیمت باختلاف کاغذ (ایک روپیہ بارہ آنہ) اور (ایک روپیہ) ہے۔ پانچویں جلد بشرط فرصت پھر کبھی شائع ہوگی۔

## شذرات

[مئی ۱۹۱۲ء]

ندوہ کے گذشتہ سالانہ اجلاس کے موقع پر گوچندوں کی مجموعی رقم بارہ ہزار تھی لیکن وصول شدہ رقم کی تعداد اب تک نہایت کم ہے۔ چونکہ یہ رقم تکمیل عمارت میں صرف ہوگی جس کا کام بغیر روپے کے رکنا پڑا ہے، اس لئے جن حضرات نے وعدے لکھوائے ہیں امید ہے کہ بہت جلد وہ اس کی ایفا کے لئے طیار ہو جائیں گے۔ ورنہ ایسے چندوں سے بجز اس کے کہ ندوہ کی مفروضہ دولت میں اضافہ ہو اور کوئی فائدہ نہیں۔ وصول شدہ اور باقی چندوں کی فہرست ہم آخر میں درج کرتے ہیں۔

عدم تکمیل عمارت کا صرف یہی نتیجہ نہیں ہے کہ دارالعلوم ایک عالی شان اور بلند عمارت میں ہونے کے بجائے ایک نہایت متبذل اور معمولی مکان میں واقع ہے بلکہ بڑی دشواریاں یہ ہیں کہ بورڈنگ کے منتظم اور سلسلہ وار کمروں کے نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ کی تربیت اور ان کی نگرانی کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ بورڈنگ میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ کی بیسیوں درخواستیں ہر مہینہ واپس کرنی پڑتی ہیں۔ درجات تعلیم ہر سال بڑھتے جاتے ہیں، لیکن درس کے کمروں کی قلت کی وجہ سے ایک ایک کمرہ میں دو دو اور تین تین درجے بھرنے پڑتے ہیں جہاں تصادم آواز کی وجہ سے تعلیم کا نقصان ہوتا ہے اور طلبہ اور مدرسین گھبرا گھبرا اٹھتے ہیں، حکام اور افسران تعلیم مدرسہ کا بار بار معائنہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ایسے جھوٹے میں ان کو کیا دعوت دی جائے۔

مسلمان ہر سال مختلف مقامات میں مختص المقام، بورڈنگ، اسکول، کالج اور دیگر دنیاوی تعلیمی درس گاہوں میں اپنی طبعی فیاضی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں لیکن تمام ہندوستان کے مسلمان مل

کراتنا نہیں کر سکتے کہ اپنی ایک عام خالص مذہبی تعلیم گاہ کے لئے چند ہزار کا انتظام کر سکیں۔

مجلس تالیف سیرت نبوی کے لئے چندوں کے وصول کرنے کی جن مختلف تدابیر کا اعلان کیا گیا تھا ایک زبیدہ وقت کی فیاضی نے ان سب کو منسوخ کر دیا۔ عام مسلمانوں کو سیرت نبوی کے ساتھ جس شدت سے شغف اور اعتنا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اعلان کے بعد مجالس قومی نے، جدید تعلیم کے افراد عالیہ نے، قدیم تعلیم یافتہ اشخاص نے، رؤسائے ملک نے، عام مسلمانوں نے اور نہ صرف جنس رجال نے بلکہ جنس اناث نے بھی نہایت جوش کے ساتھ مالی، علمی اور عام امداد کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ بعض لوگوں نے بلا طلب چندے بھی بھیجنا شروع کر دئے لیکن عدم ضرورت کی بنا پر واپس کئے گئے۔ بعضوں نے اصراراً بھیجے لیکن پھر واپس کئے گئے۔ یہ دلائل ہیں ذات رسالت مآب کے ساتھ اس غیر فانی عقیدت مندی کے جس کو مسلمانوں کے سینوں سے نہ تعلیم جدید محو کر سکتی ہے اور نہ مغربی مذہبی بے اعتنائی کے قوی اثرات اس کو مٹا سکتے ہیں۔

وقف اولاد جس کے سلسلے کا روایتی میں ندوۃ العلماء تین سال سے متصل اور پیہم کوششیں کر رہا تھا، الحمد للہ کہ اب اس کا مجازہ مقصود منزل کو پہنچ گیا اور غیر سرکاری اطلاع نے یہ مزہ سنایا کہ گورنمنٹ نے وقف اولاد کو اصولاً تسلیم کر لیا، اس کے جزئیات ایک سب کمیٹی کے نگرانی میں طے ہوں گے۔

اس ایک مثال نے یہ اچھی طرح سمجھا دیا کہ گورنمنٹ کو اگر صحیح طور سے سمجھا دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے مذہبی مسائل میں اس سے جو بعض فروگزاشتیں ہوتی ہیں ان کی اصلاح نہ کرے۔

اسی طرح جمعہ کو نماز کے لئے ڈیڑھ دو گھنٹہ کی تعطیل کا مسئلہ ہے جس کا رزیولوشن ندوۃ العلماء کے اس اجلاس میں منظور ہوا ہے لیکن ہم کو اس مسئلہ میں جتنا گورنمنٹ سے کہنا ہے اس سے زیادہ خود مسلمانوں سے کہنا ہے جو کچھ ریوں میں نوکر ہیں کہ وہ کم از کم نماز جمعہ کی اہمیت کو تو

اسلام کی خاطر سے اپنے دل میں جگہ دیں۔

تالیف سیرت نبوی کے متعلق جن لوگوں نے مجھ کو خطوط لکھے ہیں ان میں حسب ذیل خط اپنی نوعیت میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے ایک تعلیم یافتہ مسلمان خاتون کے خیالات کا اندازہ ہوگا۔

نصیر منزل کا چھی گوڑا حیدر آباد دکن

۲۵/اپریل ۱۹۱۲ء

جناب من!

سیرت نبوی کی تالیف کا جو تہیہ آپ نے ظاہر فرمایا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ اس کے متعلق میں کچھ عرض کروں؟

اگر یہ مہتمم بالشان کام خدا نے آپ کے ہاتھ سے پورا کر دیا تو آپ نے نہ صرف اسلام کا ایک حق ادا کیا بلکہ تمام عالم کے مسلمانوں پر بڑا بھاری احسان کیا۔ خدا اس مشعل ہدایت کو جلد روشن ہونا نصیب کرے اور گرم کردہ راہ دنیا کو اس کی روشنی میں منزل مقصود دکھائے۔

غالباً میرا یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ یورپ آپ کی اس تصنیف سے متمتع ہونے کا بہت کچھ مادہ اپنے میں پیدا کر چکا ہے۔ میں نے اپنی انگلش احباب [لیڈیز] کے محدود حلقہ میں اکثر کو امرحق کا جو یا پایا اور زیادہ تر انہیں کو جو علم سے زیادہ بہرہ اندوز ہیں، بعض کو میں نے اس ضد پر پایا کہ اندرونی بحث و تمحیص کے بعد خیالات سب مرتب ہو چکے ہیں، معقول پیرایہ میں صرف مطمئن کردینے کی کسر ہے۔

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منجملہ دوسرے شکوک کے میں نے یہ شک بھی ان لوگوں میں پایا کہ ”انہوں نے اپنے آپ کو بہت پیش پیش رکھا ہے، یعنی اپنے متعلق بہت زور دیا ہے۔ جیسے کہ کلمہ طیبہ کا دوسرا جز“۔ میرا علم بالکل اس قابل نہیں کہ ایک لفظ بھی اس ضمن میں بول سکوں چہ جائیکہ مطمئن کرنا کسی کو بذریعہ دلیل و براہین۔ تاہم اعتراض سننے کے بعد دم بخود رہ جانا بھی مجھے بہت شاق تھا۔ جہاں تک ہوسکا میں نے اس اعتراض کو عقل و نقل سے رفع کیا، جس پر



معتزضہ نے خواہش ظاہر کی کہ ”اگر انگلینڈ سے مجھ میں اور تم میں اس موضوع پر خط و کتابت ہوتی رہی تو میں بہت خوش ہوں گی۔ اس سارے واقعہ کے لکھنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کس قدر تیار ہیں اصلاح خیالات کے لئے۔

بہر حال میں سیرت نبوی کی کمیٹی میں ایک ادنیٰ خدمت گزار کی عزت حاصل کرنا چاہتی ہوں، یکمشت چندہ کی تعداد تو اتنی ہے کہ افسوس میں اس سعادت میں حصہ نہیں لے سکتی لیکن ماہوار چندہ میں ضرور شرکت کرنی چاہتی ہوں۔ آپ قاعدہ کے موافق میرے نام سے ہر مہینہ وی پی رسید بھیج کر وصول فرمالیا کیجئے۔

میں تین روپے ماہوار پیش کرنا چاہتی ہوں۔ ایک اپنی طرف سے اور دو روپے اپنی دو نہایت عزیز رشتہ دار لڑکیوں کی طرف سے، جن کا گذشتہ سال انتقال ہو چکا ہے۔ مہربانی فرما کر حسب صراحت ذیل رجسٹر میں لکھ لئے جائیں۔

۱۔ حافظہ سلطانہ بیگم مرحومہ عہد

۲۔ وقار النساء بیگم مرحومہ عہد

میری والدہ صاحبہ مکرمہ بھی اس مقدس کام میں شریک ہونا چاہتی ہیں لیکن بہت ہی قلیل یکمشت رقم سے، کیا کوئی حقیر چندہ بھی آپ قبول فرمائیں گے؟

والسلام مع الاکرام

ہنت نصیر الدین حیدر تیموریہ

حیدر آباد

☆☆☆

اشاریہ



- احمد علی زیدی، حکیم:- ۵۷
- احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا:- ۱۹۸
- احمد فتحی بک زغلول:- ۱۹
- احمد محی الدین خاں، نواب:- ۸۷
- احمد ملا داؤد:- ۲۳۶
- ارسطو:- ۱۸۷
- اسلم خان، نواب سر کرنل:- ۱۳۳
- اشتقاق احمد ظلی، پروفیسر:- ۱۶، ۱۲
- اشرف علی وکیل، مولوی سید:- ۱۳۶
- اشرف وکیل، مولوی:- ۱۳۶
- اطہر علی وکیل، منشی:- ۱۲۳، ۷۴
- اظہر علی وکیل، مولوی:- ۱۱۴
- اعجاز حسن:- ۶۸
- اعظم علی، منشی:- ۱۷۷
- اکبر، بادشاہ:- ۲۲۰
- اکرام اللہ خاں ندوی، مولانا:- ۱۳
- اکرام حسین، منشی:- ۱۷۷
- التفات رسول، چودھری:- ۱۹۴
- امجد علی، مولوی سید:- ۲۲۳
- امرء القیس:- ۱۸۷
- امیر حسن، منشی:- ۱۷۷
- امیر حسن خاں، نواب سید:- ۱۶۳، ۱۴۳
- امیر حسین، نواب سید:- ۸۷
- امیر علی، جسٹس مولوی سید:- ۵۰، ۱۱۱، ۱۴۲، ۱۴۳
- ۱۴۴
- امین ہندی:- ۱۰۳
- انوار احمد، مولوی:- ۴۸
- انوار الحق، مولوی، مفتی:- ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۳
- انصار جنگ بہادر، نواب:- ۱۴۳
- ایاز:- ۱۹۶
- ایشری پرشاد:- ۱۷۸
- اے مارڈن، مسٹر:- ۱۹۹
- ایوب بختانی:- ۲۲۲
- (ب)
- بابا نور محمد:- ۱۳۴
- بابو تاج الدین:- ۲۷
- بابو خضر محمد:- ۲۷
- بابو شیر محمد خاں:- ۲۷
- بابو عبدالعزیز:- ۴۸
- بابو عبدالحکیم خان:- ۴۷
- بابو عبدالقادر:- ۲۷
- بابو عبداللہ منہاس:- ۲۷
- بابو محی الدین:- ۲۷
- بابو نظام الدین:- ۹۲، ۹۳، ۱۲۲
- بجمان عبداللطیف:- ۸۶
- بخاری، امام:- ۴۹، ۲۰۵، ۲۲۲

- بخش جی، حاجی حافظ قادر بخش: -۴۸
- بدرالدین، حاجی: -۸۶
- بدرالدین، میاں: -۱۳۴
- بدرالدین قریشی، مسٹر: -۲۷
- بدھا: -۶۰
- براون، ای جی، پروفیسر: -۲۰۰
- بشیر احمد خاں، میاں: -۱۴۰
- بکل: -۱۶۰
- بنت نصیر الدین حیدر: -۲۴۰
- بوعلی سینا: -۱۸۸
- (پ)
- پیر محمد خاں، پیرسٹر: -۲۷
- پیر محمد خاں، وکیل: -۲۷
- (ت)
- تائب: -۲۷
- ترمذی، امام: -۲۲۲
- تصدق رسول خاں، سر راجہ: -۱۰۹، ۱۷۹، ۲۳۵
- تلمذ حسین، قاضی: -۱۳۲، ۲۲۶
- (ث)
- ٹائل: -۲۳۵
- ٹی امین الدین: -۸۶
- (ث)
- ٹادفیل: -۱۸۸
- ٹامن حسین، منشی: -۱۷۸
- ثناء اللہ، مولوی: -۱۰۶
- (ج)
- جاحظ: -۱۵۹
- جان محمد، شیخ: -۱۴۸، ۵۱
- جرجی زیدان: -۲۰۴، ۲۲۷، ۲۳۱، ۲۳۲
- جعفر حسین، خان بہادر سید: -۱۲۲، ۱۳۱، ۱۳۸، ۱۴۷
- جعفر علی، منشی: -۱۷۸
- جماعت علی شاہ علی پوری، مولوی حافظ حاجی صوفی: -
- ۸۰
- جمال الدین افغانی، شیخ: -۲۰۸
- جمیل احمد، مولوی: -۱۴۸
- جہاں گیر، بادشاہ: -۲۲۰
- (ج)
- چرن گھوش: -۱۴۲
- (ح)
- حالی، مولوی الطاف حسین: -۲۳، ۵۰، ۸۸، ۱۳۵
- ۱۷۴، ۱۸۱، ۲۰۶
- حامد علی خاں بیرسٹرایٹ لا، مولوی: -۱۴۳
- حبیب الرحمن، حکیم مولوی: -۶۹
- حبیب الرحمن خاں شروانی، مولانا: -۱۳، ۲۸، ۶۵
- ۸۷، ۱۴۸، ۱۶۴، ۱۶۵
- حبیب اللہ، پیر جی: -۲۷



- زین الدین، حافظ: -۱۴۰ (س)
- سجاد حسین، خواجه: -۱۳۵
- سجتری: -۲۱۴
- سقاوت علی، منشی: -۱۷۷
- سراج الدین، راجہ: -۱۳۴
- سراج الدین، قاضی: -۱۳۵
- سرفراز علی، منشی: -۴۷
- سعادت اللہ: -۱۷۷، ۱۶۵
- سعید، مولوی: -۱۳۴
- سعید الدین احمد، مولوی: -۲۷
- سعید الدین احمد خاں، نواب: -۱۵۷
- سفرخان: -۱۷۶
- سکندر: -۱۸۷
- سکندر شاہ، خان بہادر سید: -۱۳۶
- سلام الدین، منشی: -۱۷۷
- سلطان احمد، شیخ: -۱۲۲
- سلطان احمد، مرزا: -۸۱
- سلطان جہاں بیگم، بیگم بھوپال: -۳۸، ۳۱
- سلطان محمد، شیخ: -۵۱
- سلطانہ بیگم، حافظہ: -۲۴۰
- سلمانی: -۵۹
- سلیمان بستانی، پروفیسر: -۱۸۸
- سی ایف ڈیلا فوس: -۱۹۹
- سید احمد، قاضی: -۸۰
- سید احمد، امام مولوی: -۱۴۸
- سید احمد خاں، سر: -۱۲۵، ۱۸۱، ۱۹۲، ۲۰۸، ۲۱۶
- سید حسین بلگرامی، نواب عماد الملک: -۱۸۴، ۱۴۵
- ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۰۹
- سید سلیمان ندوی، مولانا: -۱۴، ۳، ۷۵، ۸۱،
- ۸۸، ۹۳، ۹۴، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۹۰
- سید عالم، منشی: -۱۴۰
- سید فخری، مولوی: -۱۶۴
- سید محمد، مولوی: -۱۳۲
- سید میر خاں: -۱۱۵
- سیف اللہ، منشی: -۲۷
- (ش)
- شافیہ خاتون: -۱۵۰
- شاہ ابوالخیر: -۴۶
- شاہ ابوالخیر فصیحی، مولانا: -۴۷
- شاہ جہاں، بادشاہ: -۱۸۲، ۲۲۰
- شاہد حسین بیرسٹرایٹ لا: -۸۱
- شاہدین، مولوی: -۷۰
- شاہ سلیمان، مولوی: -۲۴، ۲۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸،
- ۶۹، ۷۰، ۱۱۳، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۵
- شاہ عبدالوحید قادری فریدی، مولوی: -۴۷

- شاہ محمد مبین:- ۴۷ ضیاء الحسن علوی، مولوی:- ۸۴
- شبلی نعمانی، علامہ:- ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۲۴، ضیاء الحسن ندوی، مولانا:- ۱۴
- ۲۵، ۲۸، ۳۷، ۴۲، ۴۸، ۵۱، ۵۷، ۸۸، ۸۹، ضیاء الدین، ڈاکٹر:- ۱۲۹
- ۹۳، ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۲۲، ۱۶۵، ۱۷۳، ۱۹۹، ۲۰۸، ۲۲۷، (ط)
- شرف الدین، مولوی سید:- ۶۹، ۸۱، ۸۲، ۹۲، ۹۳، طوسی، محقق:- ۲۲۸
- شریف جرجانی:- ۱۸۹ (ظ)
- شعبان علی خاں، راجہ:- ۱۷۹ ظفر اللہ خاں، مرزا سب جج:- ۱۲۲، ۱۰۰
- شفیق الزماں، چودھری:- ۲۲۴ ظفر عمر بی اے:- ۲۰۳
- شکسپئر:- ۱۸۷ ظہور احمد، سید:- ۱۶۴، ۱۴۳
- شمس الائمہ:- ۲۲۲ ظہور احمد وکیل، مولوی:- ۳۸
- شمس الدین، حاجی:- ۱۲۲ ظہوری:- ۱۸۱
- شمس الدین، سید:- ۱۲۴ ظہیری:- ۱۸۱
- شیر علی، مولانا:- ۱۶۷، ۱۶۹ (ع)
- (ص) عالم گیر، اورنگ زیب:- ۷۰، ۷۴، ۷۵، ۱۳۶، ۱۷۰،
- صابو صدیق:- ۲۱۳ ۲۲۰، ۱۹۶، ۱۸۲
- صادق علی، منشی:- ۱۷۷ عبد الباری فرنگی محلی، مولوی مولانا:- ۱۷۹، ۱۲۲، ۱۷۹،
- صادق محمد خاں، حاجی نواب:- ۹۵ ۱۸۰
- صدر الدین حسین خاں، نواب:- ۸۸ عبد الجلیل، موموی شمس العلماء:- ۲۲۳
- صدیق حسن خاں، نواب سید:- ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۴۹، عبد الحق حقانی، مولوی:- ۷۰، ۲۴
- ۱۸۹ عبد الحق ہاشمی، مولوی:- ۱۶۴
- صغیر علی، مولوی:- ۱۹۶ عبد الحکیم، منشی:- ۴۸
- صفیہ جہاں بیگم:- ۱۱۵ عبد الحلیم، حافظ:- ۷۲، ۷۸، ۱۲۳، ۱۴۸
- (ض) عبد الحمید، شیخ:- ۵۱



- عبدالحمید، مسٹر:- ۸۰-  
عبدالحمید، مولوی:- ۷۸-  
عبداللہ فرنگی محلی، مولانا:- ۱۹۳-  
عبداللہ کھنوی، مولانا:- ۱۶۱-  
عبداللہ، مولوی سید:- ۲۳۰، ۸۲، ۹۰، ۹۱، ۱۱۹، ۱۳۸،  
۱۷۹  
عبدالقیوم، صاحبزادہ:- ۱۳۳-  
عبدالکریم، مولوی:- ۲۲۶، ۱۳-  
عبدالکریم انصاری، حاجی:- ۲۸-  
عبدالکریم خاں، کنور:- ۶۵-  
عبداللہ، حافظ:- ۲۸-  
عبداللہ، شیخ:- ۲۰۹-  
عبداللہ، مولوی سید:- ۲۷-  
عبداللہ ٹوکی، مولانا:- ۱۹۸-  
عبداللہ عمادی، مولانا:- ۱۴-  
عبداللہ کوہیل، شیخ:- ۱۱۱-  
عبداللہ سبحان، مولانا:- ۸۰، ۸۵، ۸۶، ۹۹، ۱۰۲، ۱۱۴،  
۱۷۵  
عبدالملک، منشی:- ۱۷۸-  
عبدالمتین، منشی:- ۱۷۸-  
عبدالجمید خاں، بیرسٹر:- ۱۳۵-  
عبدالجمید خاں، کرنل:- ۸۰، ۹۰، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۳،  
۱۳۲  
عبدالملک بادشاہ، الحاج:- ۸۶-  
عبدالواحد خان:- ۲۳۳، ۲۳۴-  
عبدالحمید، مسٹر:- ۸۰-  
عبدالحمید، مولوی:- ۷۸-  
عبداللہ فرنگی محلی، مولانا:- ۱۹۳-  
عبداللہ کھنوی، مولانا:- ۱۶۱-  
عبداللہ، مولوی سید:- ۲۳۰، ۸۲، ۹۰، ۹۱، ۱۱۹، ۱۳۸،  
۱۷۹  
عبداللہ، مولوی:- ۷۷-  
عبدالرحمن بلیا لم، حاجی:- ۸۶-  
عبدالرحیم، ڈاکٹر:- ۱۶۱-  
عبدالرحیم، مولوی:- ۱۳۹-  
عبدالرحیم خان، منشی:- ۱۷۶-  
عبدالرحیم خان خاناں:- ۲۰۰-  
عبدالرزاق، سید:- ۸۰، ۸۶-  
عبدالرزاق عرب، شیخ:- ۱۸۶-  
عبدالرشید، میاں:- ۱۳۵-  
عبداللہ سبحان، مولانا:- ۸۰، ۸۵، ۸۶، ۹۹، ۱۰۲، ۱۱۴،  
۱۷۵  
عبدالسلام، مولوی:- ۲۷-  
عبدالسلام ندوی، مولانا:- ۱۴، ۴۹، ۸۳، ۱۸۱-  
عبدالشکور خاں، نواب:- ۷۵-  
عبدالعلی، سید:- ۴۸-  
عبدالعزیز، حکیم:- ۹۰، ۱۲۳-  
عبدالعزیز، مسٹر:- ۱۳۲-

- عبدالواسع، مولوی: -۱۸۹  
عبدالوحید، شاہ: -۲۸  
عبدالولی، حکیم: -۱۲۳، ۱۸۵، ۲۲۶  
عبدالوہاب، شیخ منشی: -۹۲، ۹۳  
عبدالوہاب بہاری، مولوی: -۲۸  
عبدالوہاب قزوینی: -۲۰۰  
عبدالہادی، منشی: -۱۷۷  
عزیز جنگ بہادر، نواب: -۷۵  
عزیز مرزا، بی اے، مولوی: -۱۰۶، ۱۱۴، ۱۵۱، ۱۸۱  
عطا خورشید، ڈاکٹر: -۱۶  
عظیم الدین، ڈاکٹر: -۱۳۵  
عظیم جاہ بہادر، نواب: -۱۳۸  
علی الدین حسن خاں، مولوی: -۱۵۸  
علی امام، سید: -۱۲۲، ۱۶۳، ۱۷۶  
علی اوسط، منشی: -۱۷۷  
علی باقر، منشی: -۱۷۷  
علی جان، چودھری: -۱۷۵  
علی حسن خاں، نواب حسام الملک: -۹۰، ۱۲۲، ۱۴۶ (ف)  
۱۶۴، ۱۴۸  
علی محمد خاں، راجہ محمود آباد: -۱۲۲، ۱۲۳، ۱۶۴، ۲۲۳  
عماد الملک: -دیکھیں سید حسین بلگرامی  
عنایت اللہ، منشی: -۱۷۷  
عنایت رسول، مولوی: -۱۶۶  
عنترہ: -۱۸۸  
عیسیٰ علیہ السلام، حضرت: -۶۰  
(غ)  
غزالی، امام: -۵۳، ۵۶، ۱۲۰  
غلام احمد، نواب: -۸۰  
غلام احمد خاں، نواب: -۸۶، ۱۱۴  
غلام الثقلین، خواجہ: -۳، ۹۳  
غلام حسن خاں، سید: -۱۶۵  
غلام صادق، شیخ: -۶۵، ۷۸، ۷۷، ۸۰، ۱۰۰، ۱۲۲، ۱۶۴  
۱۸۵، ۱۶۵  
غلام صدیقی، مرزا: -۱۳۴  
غلام محمد شملوی، مولوی: -۲۹، ۷۷، ۸۰، ۸۵، ۹۶  
۱۰۶، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۹  
غلام محمد، شیخ: -۱۳۵  
غلام محمد ہوشیار پوری، مولوی: -۱۱۰  
غلام محی الدین، سید: -۷۶  
غلام مصطفیٰ، منشی: -۷۸  
فارابی: -۱۲۰، ۱۵۳  
فتح محمد: -۱۲۹، ۱۴۹  
فخر الدین، منشی خان بہادر: -۲۷  
فخر الحسن: -۹۴  
فردوسی: -۱۸۷

- فصیح الدین، منشی: ۱۷۷-  
 فضل الہی، شیخ: ۱۳۵-  
 فضل حسنین، پیر سٹریٹ لا: ۱۶۳-  
 فضل حق کا کاخیل: ۱۴۸، ۱۴۹-  
 فضل محمد، شیخ: ۵۱-  
 فقیر محمد خاں، مرزا: ۶۹-  
 فیض الحسن سہارن پور، مولانا: ۱۹۳-  
 فیض محمد خاں، ڈاکٹر: ۱۷۶-  
 (ق)  
 قطب الدین احمد، خواجہ: ۱۰۹-  
 قطب الدین رازی، علامہ: ۲۲۸-  
 قتال: ۲۲۲-  
 قلی خان: ۱۳۴-  
 (ک)  
 کانٹ ہنری دی کاستری: ۱۹-  
 کرامت حسین، سید: ۲۲۳-  
 کرامت حسین، منشی: ۱۷۷-  
 کریم بخش، سیٹھ: ۱۴۰-  
 کریم بخش سیٹھی، حاجی: ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۴۰-  
 کریم داد خان، منشی: ۱۷۷-  
 کلثوم بیگم: ۲۰۳-  
 کنج لال دیوالی: ۱۵۶-  
 کنم باڈی عبدالقادر: ۸۶-  
 (گ)  
 گل خاں: ۱۱۵-  
 (ل)  
 لاٹیز، ڈاکٹر: ۲۱۶-  
 لطف اللہ، مولانا: ۱۶۶-  
 لعل بادشاہ، سید: ۱۴۰-  
 لوئیس، پروفیسر شیخ: ۲۱۴-  
 (م)  
 مارگولیس، پروفیسر: ۱۰۳-  
 مالک بن دینار: ۲۲۲-  
 مامون: ۹۵-  
 مٹھاوار محمد عبدالقادر: ۸۶-  
 مجمع: ۲۲۲-  
 محبوب حسن، مسٹر: ۶۸، ۶۹-  
 محسن الملک، نواب: ۲۰۸-  
 محسن فاروقی، مولوی: ۱۹۶-  
 محمد، شیخ: ۶۲-  
 محمد ابراہیم ریحان، شیخ: ۴۸-  
 محمد ابراہیم قریشی: ۸۰-  
 محمد اجل خاں، حکیم حاذق الملک: ۱۶۴، ۱۷۷-  
 محمد اجیر الحق، چودھری: ۹۹-  
 محمد احسن، منشی: ۱۷۶-  
 محمد اسحاق، منشی: ۱۷۷-

- محمد اسحاق وکیل، مولوی:- ۱۴۸، ۴۸-  
 محمد اسماعیل مغموم، سیٹھ:- ۱۲۷  
 محمد اسماعیل میرٹھی، مولوی:- ۲۰۶  
 محمد اکبر جان، قاضی:- ۱۳۴  
 محمد الدین، مولوی:- ۱۱۴، ۱۱۳، ۹۶-  
 محمد الدین، مولوی ڈاکٹر:- ۹۶  
 محمد الیاس الاعظمی، ڈاکٹر:- ۱۶، ۱۲-  
 محمد باقر، منشی:- ۱۷۷  
 محمد بیسوی، ۲۱۱-  
 محمد بن سیرین:- ۲۲۲  
 محمد بن کر بڑی، شیخ:- ۵۳  
 محمد تقی، سید:- ۴۸  
 محمد جنید وکیل، مولوی:- ۴۸  
 محمد حبیب اللہ:- ۱۷۷، ۱۷۶-  
 محمد حسن خاں، منشی:- ۲۷  
 محمد حسین، مفتی:- ۱۳۴  
 محمد حسین، مولوی:- ۱۲۲  
 محمد حسین آزاد، مولوی:- ۱۸۱، ۵۰-  
 محمد حلیم، حافظ:- ۹۲، ۸۷-  
 محمد حنیف، حاجی:- ۸۶  
 محمد خضری، شیخ:- ۲۰۴  
 محمد خلیل، منشی:- ۴۷  
 محمد خلیل وکیل، مولوی:- ۴۷  
 محمد دین، ڈاکٹر:- ۱۶۸  
 محمد رمضان:- ۲۷  
 محمد زمان خاں، حکم:- ۱۱۵  
 محمد سعد اللہ بادشاہ:- ۱۷۲  
 محمد سعید، مولوی:- ۴۸  
 محمد سعید وکیل، مولوی:- ۴۸  
 محمد شریف، مفتی:- ۱۳۴  
 محمد شریف، مولوی مقیم لندن:- ۱۴۴  
 محمد شریف وکیل، مولوی:- ۴۷  
 محمد شفیع، بیرسٹرایٹ لا، مولوی:- ۱۶۳، ۱۴۳-  
 محمد صالحی، مولوی:- ۱۹۳  
 محمد صفی الدین:- ۲۱۱  
 محمد طہ، چودھری:- ۸۷  
 محمد طیب عرب، مولوی:- ۱۷۴  
 محمد عالم، مولوی:- ۱۶۵  
 محمد عبدالعزیز بادشاہ، خان بہادر:- ۸۶  
 محمد عبدالقادر، سید:- ۸۶  
 محمد عبدالقدوس بادشاہ:- ۱۷۲  
 محمد عبدالکریم فاروقی، منشی:- ۸۶  
 محمد عبدالواحد، حکیم حاجی:- ۱۷۲  
 محمد عبدہ، مفتی:- ۲۰۸  
 محمد علی خاں بہادر، راجہ:- ۱۷۹  
 محمد عظیم خاں، اسٹنٹ سرجن:- ۱۴۰، ۱۳۴-

- محمد عظیم خان، تحصیلدار: ۱۳۴-  
 محمد علی، مولوی: ۳۸-  
 محمد علی، مولوی قادیان: ۲۲۷-  
 محمد علی پاشا: ۲۰۵، ۲۰۶-  
 محمد عمر، مولوی: ۴۸-  
 محمد عمر دراز علی خاں، نواب: ۱۲۴-  
 محمد عروکیل، مولوی: ۳۹-  
 محمد غلام جبار، سید: ۱۶۵-  
 محمد غوث: ۳۵-  
 محمد فاروق چریاکوٹی، مولوی: ۱۳۹، ۱۶۱، ۱۶۶-  
 محمد فتح، حاجی: ۱۱۰-  
 محمد فرید بے: ۱۱۱-  
 محمد تقسیم خاں، میاں: ۱۳۴، ۱۳۵-  
 محمد محمود اللہ بادشاہ: ۸۶، ۱۷۲-  
 محمد موسیٰ خاں، حاجی: ۱۲۲-  
 محمد ناصر، حافظ: ۴۷-  
 محمد نسیم وکیل، مولوی: ۳۸، ۹۰، ۱۲۳، ۱۶۰-  
 محمد ولی اللہ بادشاہ: ۱۷۲-  
 محمد ولی کسمنڈوی، مولوی حکیم: ۱۰۴، ۱۴۹-  
 محمد ہاشم: ۲۷-  
 محمد یعقوب، حاجی: ۴۷-  
 محمد یوسف فرنگی محلی، مفتی: ۱۶۱، ۱۶۶-  
 محمد یوسف وکیل، مولوی: ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۶۳-  
 محمود، سید: ۵۰-  
 محمود، شیخ: ۴۷-  
 محمود حسن، مولانا: ۲۰۸-  
 محمود خاں، منشی: ۱۲۴-  
 محمود خاں، نواب: ۱۳۸-  
 محمود عالم، سید: ۷۹-  
 محمود علی، منشی: ۱۷۷-  
 محمود علی خاں، مولوی: ۷۹، ۱۴۹-  
 محمودہ بیگم: ۲۰۳-  
 مرتضیٰ، سید: ۱۱۶-  
 منزل اللہ خاں، نواب: ۶۷، ۸۷، ۱۶۴، ۱۶۵،  
 ۱۹۱، ۱۹۲-  
 مسٹر امیر علی: - دیکھیں امیر علی  
 مسیح الزماں، مولانا: ۱۱۳، ۱۲۲، ۲۰۴-  
 مشتاق حسین، مولوی وقار الملک: ۱۰۰، ۱۲۴، ۱۲۳،  
 ۱۸۳-  
 مشرف الحق، مولوی: ۱۱۱، ۱۱۲-  
 مشیر حسین قدوائی، منشی: ۷۵، ۷۸، ۹۰، ۹۱، ۱۰۱،  
 ۱۲۲، ۱۴۴، ۱۶۳-  
 مظفر حسین، مولوی: ۱۸۹-  
 مظہر الحسن، مولوی: ۱۷۸-  
 مظہر الحق پیر سٹرایٹ لا، مولوی: ۱۹۶-  
 مقبول عالم، مولوی: ۳۹-

- مقداد: ۵۹- (ن)
- ملا جلال: ۱۶۷- ناصر علی، منشی: ۱۷۷-
- ملا حسن، قاضی: ۱۵۹- نبی بخش، شیخ: ۴۸-
- ملا نظام الدین: ۱۰۹- نذر الرحمن، حافظ: ۱۲۲-
- ملک معظم: ۱۸۶- نذیر احمد، شمس العلماء مولوی: ۲۷، ۵۰، ۱۱۱، ۱۷۷،
- ممتاز الدین: ۱۷۸- ۱۸۱
- ممتاز حسین، مسٹر: ۲۳۵، ۸۲، ۷۲- نذیر حسین، حاجی شیخ: ۱۴۸-
- منظر وکیل، مولوی: ۱۱۵- نریمان: ۲۳۵-
- موافق الدین بغدادی: ۱۵۹- نصیر حسین، نواب: ۱۴۴-
- مہدی، خلیفہ: ۱۸۸- نظام الدین جھجری، مولوی: ۱۲۲-
- مہدی، مرزا: ۱۱۱- نظام الدین حسن، مولوی: ۲۲۳-
- مہر علی، شیخ: ۵۱- نظام الدین، مولوی: ۱۶۱-
- میاں عبدالعزیز: ۱۳۵، ۱۳۳- نظام حیدر آباد: - دیکھیں میر محبوب علی
- میاں عنوان الدین: ۱۳۴- نعمت اللہ فرنگی بکلی، مولوی: ۱۶۶-
- میر احمد سیٹھی: ۱۴۰- نواب ڈھاکہ: ۶۹-
- میر جمال الدین: ۲۷- نواب علی، سید خان بہادر: ۱۶۴-
- میر جمیل احمد: ۱۴۰، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳- نواب علی، مولوی: ۱۵۸، ۱۱۴، ۱۰۲-
- میرزاہد: ۱۶۷، ۱۵۹- نواب علی خاں: ۱۲۳-
- میر عالم خاں، سردار: ۱۳۳- نوشاد علی خاں، راجہ: ۱۶۱، ۱۴۹، ۱۲۲-
- میر محبوب علی خاں، نظام حیدر آباد: ۱۰۶، ۳۶، ۳۴- نور الحسن خاں، نواب: ۱۴۹، ۱۲۸، ۱۲۷-
- ۲۲۰، ۲۰۲، ۱۲۲، ۱۱۴، ۱۱۳- نور الدین، حکیم: ۲۲۷-
- میر مشتاق حسین: ۲۷- (و)
- میر محمد اسماعیل خاں: ۱۴۲- واحد علی، منشی: ۱۶۰-



- اولڈ ہوائے: ۲۰۴-  
(پ)  
پانسر: ۱۲۵-  
پیپراخبار: ۲۰۷-  
(ت)  
تاریخ ابوالبشر: ۲۰۳-  
تاریخ ہندوستان: ۱۹۹-  
تفسیر بیضاوی: ۶۷-  
تلویحات شیخ الاشراف: ۱۸۹-  
تیمارداری: ۲۱۰-  
(ج)  
جامعہ: ۱۳۹-  
(ح)  
جل التین: ۵۸-  
حماسہ البوتمام: ۲۱۴-  
حیات شبلی: ۱۵، ۱۴-  
(ذ)  
ذیل ازموافق الدین بغدادی: ۱۵۹-  
(ر)  
رئیس آف دی ایراینین پولیس: ۲۳۵-  
(ز)  
زہراوی: ۲۰۹-  
(س)
- سبعہ معلقہ: ۱۵۱-  
سویلیزیشن آف اینی شٹ انڈیا: ۲۰۸-  
سیرۃ النبی: ۲۳۰، ۲۳۸، ۲۳۹-  
(ش)  
شرح مطالع: ۱۶۷-  
شرح مفتاح سکاکی ازفتتازانی: ۱۸۹-  
شعرالجم: ۲۳۰، ۲۳۶-  
شفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ: ۱۸۹-  
شمس بازغہ: ۱۶۷-  
شمسیہ: ۶۷-  
(ص)  
صدررا: ۱۵۴، ۱۶۷-  
(ط)  
طبقات ابن سعد: ۲۲۴، ۹۱-  
(ع)  
علم الکلام: ۱۹۶-  
علی گڑھ گزٹ: ۱۲۰-  
(ف)  
فتاویٰ علمائے ہندوستان: ۱۶۳-  
فوز الاصرہ: ۱۹۶-  
فیوچر آف اسلام: ۲۰۳-  
(ق)  
قاموس الجغرافیہ: ۱۰۳-



- قدیم ہندوستان کی تہذیب: ۲۰۸-  
 قرآن مجید: ۴۲، ۵۹، ۵۷، ۶۱، ۷۴، ۸۲، ۱۲۲،  
 ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۶۳، ۱۷۹، ۱۸۳، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵،  
 ۲۲۹، ۲۳۲  
 قطبی: ۶۷-  
 (ک)  
 کتاب الامالی للسید مرتضیٰ علم الہدی: ۱۵۹-  
 کتاب الشعر: ۱۸۷-  
 کتاب الخطبہ: ۱۸۷-  
 کتاب الشفا: ۱۸۸-  
 کتاب الحمد: ۱۵۹-  
 کتاب الفاخر للمفضل بن سلمہ: ۱۵۹-  
 کتاب البند: ۱۵۷-  
 کتاب خاص الخاص للنعیمی: ۱۶۰-  
 کتاب شہاب الدین مع شرح: ۱۵۹-  
 کتاب غایۃ الارب و کتاب المقصور: ۱۵۹-  
 کتاب فعلت للزجاج: ۱۵۹-  
 کتاب لیس الابن خالویہ: ۱۵۹-  
 کتاب ملا حسن الابن دریدا زدی: ۱۵۹-  
 (م)  
 مبادی اللغۃ الاسکانی مع شری ابیات: ۱۵۹-  
 مثل السائر: ۱۸۸-  
 مدینۃ العلوم ارتقی: ۹۱-
- مجموعہ فصیح اللغۃ الاسکانی مع شرح از ہروی: ۱۵۹-  
 معجم: ۲۰۰-  
 معجم الادباء: ۱۰۳-  
 معجم فی معارف اشعار العجم: ۱۸۹-  
 مستقبل اسلام: ۲۰۳-  
 مقالات شبلی: ۱۱-  
 مقالات شبلی جلد سوم: ۱۵-  
 مناظر اقلیدس: ۱۸۹-  
 میبذی: ۱۵۴-  
 (ن)  
 نظام القرآن: ۷۸-  
 نقوش لاہور مکاتیب نمبر: ۱۳-  
 (و)  
 وقف علی الاولاد: ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۶۳،  
 ۱۸۱، ۱۶۴  
 وکیل، اخبار: ۲۰۸-  
 (ہ)  
 ہسٹری آف سویلیزیشن: ۱۶۰-

اورنگ آباد:- ۱۵۸	
امیٹ آباد:- ۱۳۴	
ایڈمبرا:- ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۵	مقامات
ایران:- ۶۲، ۵۷، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۳۸، ۱۵۱، ۱۵۹	(آ)
۱۶۰	آرہ:- ۱۰۲، ۷۰
ایشیا:- ۱۹۸	آگرہ:- ۲۳۶، ۲۰۳، ۱۱۷
(ب)	(الف)
بارہ بنگی:- ۱۴۸، ۴۷	اٹاوہ:- ۱۲۷
بارہ مولا:- ۷۱	اٹلی:- ۲۲۶، ۱۵۰
بالاپور:- ۴۷	احمد آباد:- ۱۹۶، ۲۹
بانکی پور:- ۱۶۳، ۱۷۶، ۱۹۶	ارکاٹ:- ۱۶۴، ۱۳۸
بجنور:- ۱۷۸	اعظم گڑھ:- ۱۶۶، ۴۸، ۱۶
بحرین:- ۲۱۳	افریقہ:- ۶۲، ۵۳
بختیار پور:- ۹۹	الہ آباد:- ۴۸، ۸۷، ۹۶، ۱۱۴، ۱۴۸، ۱۹۹، ۲۱۶
بریلی:- ۱۶۵	۲۲۳
بڑودہ:- ۲۹، ۸۸، ۱۰۲، ۱۱۴، ۱۵۸	امرتسر:- ۳۸، ۶۵، ۷۸، ۸۷، ۹۲، ۱۰۰، ۱۱۷
بساط گل چین:- ۱۴۰	۱۸۵، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۴۹
بصرہ:- ۲۲۲، ۱۵۱	امریکہ:- ۵۷
بغداد:- ۲۱۳	امیٹھی:- ۱۸۹
بلیا:- ۴۸	امین آباد:- ۱۶۰
بمبئی:- ۲۳، ۶۲، ۷۳، ۱۲۲، ۱۴۸، ۱۸۶، ۲۱۴، ۲۱۴	اندور:- ۱۳۰
۲۳۶	انگلینڈ:- ۲۴۰
بنارس:- ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۸، ۵۰، ۵۱	اودھ:- ۷۲، ۹۶، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۴۷، ۱۶۸، ۱۸۹

- بنگلہ:- ۲۰۸، ۱۶۴، ۱۶۰، ۱۴۸، ۱۴۶، ۱۴۴، ۱۴۲ (ت)
- بنگلور:- ۷۳، ۲۳- ترکستان: ۹۴-
- بھاگل پور:- ۸۷ (ٹ)
- بہار:- ۱۶۸، ۱۴۴- ٹرانسوال: ۱۷۲-
- بہاول پور:- ۱۹۳، ۱۶۸، ۱۱۴، ۹۵- ٹرکی:- ۲۱۳، ۵۷-
- بھوپال:- ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۳، ۱۱۸، ۷۴، ۳۱، ۲۹- (ج)
- جاپان:- ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶- ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۶۲، ۱۶۰، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۹، ۱۹۷،
- جالتھر:- ۲۰۳- ۱۷۶، ۱۴۹، ۱۲۹، ۱۲۲، ۱۱۰، ۱۰۰-
- جدہ:- ۲۱۳، ۱۹۷- بورنیو:- ۲۱۱-
- جرمن:- ۱۵۳- بھیکن پور:- ۱۶۵، ۱۴۸-
- جگدیش پور:- ۴۸- بیروت:- ۲۲۴، ۲۱۴، ۲۰۵، ۲۰۰، ۱۲۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰-
- جئیرہ:- ۱۴۸، ۱۳۰- (پ)
- جوان شہید:- ۴۷- پالن پور:- ۱۳۰-
- جوناکڑھ:- ۵۰- پانی پت:- ۸۸، ۷۳-
- جہاں گیر آباد:- ۲۳۵، ۱۲۲- پیالہ:- ۱۵۷، ۱۲۲، ۱۱۶، ۹۰، ۸۰، ۷۰، ۶۰، ۵۰، ۴۰، ۳۰، ۲۰، ۱۰، ۰-
- جہلم:- ۱۲۴- پٹنہ:- ۷۰، ۶۹، ۴۸، ۴۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰-
- (ج)
- چارسدھ:- ۱۳۴- یرتاب گڑھ:- ۴۸-
- چریاکوٹ:- ۱۶۶- پشاور:- ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰-
- چندوسی:- ۴۷- پنجاب:- ۲۱۶، ۱۴۸، ۱۱۶، ۱۱۴، ۱۰۰، ۹۶، ۶۲، ۵۱-
- چین:- ۵۶- پورنیہ:- ۱۷۷، ۱۶۵-
- (ح)
- حبیب گنج:- ۶۵- پونہ:- ۱۲۴، ۱۱۶-
- پھلواری:- ۴۸، ۴۷- حبیب گنج:- ۶۵-

حجاز:-۷۴	روس:-۶۱،۶۰،۵۸
حیدرآباد:-۱۲۱،۳۳،۳۵،۱۰۴،۱۰۶،۱۱۴،۱۲۸،	روم:-۸۶،۱۵۱،۲۲۶
۱۲۹،۱۳۵،۱۳۹،۱۵۱،۱۵۵،۱۵۷،۱۶۵،۱۶۷،	(س)
۱۸۹،۲۲۱،۲۳۹،۲۴۰	سرحد:-۱۴۸
(د)	سلطان پور:-۴۷
دارجلنگ:-۱۷۵،۱۷۶	سندیلہ:-۱۹۴،۱۷۵
دان پور:-۶۵	سنگھیا:-۱۶۵
دکن:-۳۴،۳۶،۱۰۶،۱۱۴،۱۲۹،۱۵۸،۱۶۵،	سورت:-۱۶۸
۲۰۲،۲۳۹	سہارن پور:-۴۹،۱۰۸
دُمشق:-۱۰۵،۱۱۱	سیال کوٹ:-۸۰
دہلی:-۵۷،۱۰۹،۱۲۸،۱۶۴،۱۷۵،۱۸۱،	سپیس:-۲۱۱
۱۸۵،۲۲۵،۲۳۶	سیتا پور:-۱۷۶
دیوبند:-۳۰،۴۹،۵۲،۱۰۸،۱۹۲،۲۰۷،۲۰۸،	سید پور:-۴۸
(ڈ)	(ش)
ڈھاکہ:-۶۸،۶۹،۷۰،۱۳۰،۱۶۰،۱۶۴	شام:-۵۷،۵۲،۱۳۹،۱۵۹،۱۸۸،۲۰۵،۲۱۲،
ڈیڑھ دون:-۲۱۴	۲۱۴،۲۲۷،۲۳۱
(ر)	شاہ جہاں پور:-۲۱،۲۲،۳۸،۱۱۷،۲۰۲
راجپوتانہ:-۹۴	شملہ:-۲۳،۲۵،۲۶،۲۷،۳۸،۹۹
رام پور:-۱۰۸،۱۳۰،۱۳۸،۲۳۵	شیدو:-۱۱۵
راول پنڈی:-۱۳۵،۱۳۶	(ع)
راے بریلی:-۴۷،۴۸	عجم:-۱۸۷
رسل گنج:-۲۱۰	عرب:-۵۳،۶۲،۹۴،۱۵۱،۱۵۳،۱۸۶،۱۸۷،
رنگون:-۲۹،۲۳۶	۱۸۸،۱۹۱،۲۱۲،۲۱۳،۲۳۱،۲۳۶

کپورتھلہ:- ۱۴۹	عظیم آباد:- ۱۲۲
کرناٹ:- ۱۸۵	علی گڑھ:- ۱۶، ۴۷، ۴۸، ۶۵، ۷۵، ۹۰، ۱۰۰، ۱۱۰،
کشمیر:- ۷۲، ۷۱	۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۴۳، ۱۴۸، ۱۶۴، ۱۷۲، ۱۹۱، ۱۹۲،
کلکتہ:- ۴۷، ۶۹، ۸۱، ۸۷، ۹۲، ۹۳، ۱۰۴، ۱۱۵،	۲۰۲، ۲۰۹، ۲۱۰
۱۱۶، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۷۵، ۱۷۹، ۱۸۸،	عمان:- ۱۹۱
۲۱۹، ۲۳۱، ۲۳۳	(غ)
کورمنڈل:- ۸۶	غازی پور:- ۴۷، ۴۸، ۱۱۰، ۱۱۷
کوفہ:- ۱۵۱	(ف)
کولار:- ۸۶	فتح گنج:- ۱۶۵
کولہا پور:- ۱۵۶	فرانس:- ۱۹، ۱۸
کوباٹ:- ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۸	فرنگی محل:- ۱۰۹، ۱۲۹
کوئٹہ پور:- ۸۰، ۸۶	فیض آباد:- ۴۶، ۴۷، ۷۹
کویت:- ۱۹۱، ۲۱۳	(ق)
کیرانہ:- ۱۶۵	قادیان:- ۲۲
(گ)	قازان:- ۶۰
گدیہ:- ۹۰، ۱۴۸	قاہرہ:- ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۵۵، ۱۸۸
گلبرگہ:- ۱۰۴، ۱۴۹	قطنطنیہ:- ۶۲، ۱۰۳، ۲۱۲
گوالیار:- ۲۰۴	قنوج:- ۱۶۵
گورکھ پور:- ۳۹، ۱۱۷	(ک)
گیا:- ۲۸، ۱۲۶، ۱۵۷	کابل:- ۱، ۱۳۵
(ل)	کان پور:- ۷۲، ۷۸، ۸۷، ۹۲، ۱۱۶، ۱۲۳، ۱۴۸
لاہور:- ۱۳، ۷۱، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۴۳، ۱۶۳، ۱۶۸،	کاکوری:- ۱۰۵، ۱۲۳
۱۷۵، ۱۹۸، ۲۳۶	کاؤنٹی یارک شائر:- ۵۳

لکھنؤ:- ۲۱، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۴۴، ۴۷، ۵۱، ۵۲، مکہ معظمہ:- ۲۱۳

۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۸۳، ۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۱، ۹۳، ۹۵، ۹۷، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۲۷، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۳۹، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۷، ۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۳، ۳۹۵، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۱۷، ۴۱۹، ۴۲۱، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۲۷، ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۵، ۴۵۷، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۶۳، ۴۶۵، ۴۶۷، ۴۶۹، ۴۷۱، ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۷۹، ۴۸۱، ۴۸۳، ۴۸۵، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۱، ۴۹۳، ۴۹۵، ۴۹۷، ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۹، ۵۱۱، ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۱۹، ۵۲۱، ۵۲۳، ۵۲۵، ۵۲۷، ۵۲۹، ۵۳۱، ۵۳۳، ۵۳۵، ۵۳۷، ۵۳۹، ۵۴۱، ۵۴۳، ۵۴۵، ۵۴۷، ۵۴۹، ۵۵۱، ۵۵۳، ۵۵۵، ۵۵۷، ۵۵۹، ۵۶۱، ۵۶۳، ۵۶۵، ۵۶۷، ۵۶۹، ۵۷۱، ۵۷۳، ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۱، ۵۸۳، ۵۸۵، ۵۸۷، ۵۸۹، ۵۹۱، ۵۹۳، ۵۹۵، ۵۹۷، ۵۹۹، ۶۰۱، ۶۰۳، ۶۰۵، ۶۰۷، ۶۰۹، ۶۱۱، ۶۱۳، ۶۱۵، ۶۱۷، ۶۱۹، ۶۲۱، ۶۲۳، ۶۲۵، ۶۲۷، ۶۲۹، ۶۳۱، ۶۳۳، ۶۳۵، ۶۳۷، ۶۳۹، ۶۴۱، ۶۴۳، ۶۴۵، ۶۴۷، ۶۴۹، ۶۵۱، ۶۵۳، ۶۵۵، ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۶۱، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۶۷، ۶۶۹، ۶۷۱، ۶۷۳، ۶۷۵، ۶۷۷، ۶۷۹، ۶۸۱، ۶۸۳، ۶۸۵، ۶۸۷، ۶۸۹، ۶۹۱، ۶۹۳، ۶۹۵، ۶۹۷، ۶۹۹، ۷۰۱، ۷۰۳، ۷۰۵، ۷۰۷، ۷۰۹، ۷۱۱، ۷۱۳، ۷۱۵، ۷۱۷، ۷۱۹، ۷۲۱، ۷۲۳، ۷۲۵، ۷۲۷، ۷۲۹، ۷۳۱، ۷۳۳، ۷۳۵، ۷۳۷، ۷۳۹، ۷۴۱، ۷۴۳، ۷۴۵، ۷۴۷، ۷۴۹، ۷۵۱، ۷۵۳، ۷۵۵، ۷۵۷، ۷۵۹، ۷۶۱، ۷۶۳، ۷۶۵، ۷۶۷، ۷۶۹، ۷۷۱، ۷۷۳، ۷۷۵، ۷۷۷، ۷۷۹، ۷۸۱، ۷۸۳، ۷۸۵، ۷۸۷، ۷۸۹، ۷۹۱، ۷۹۳، ۷۹۵، ۷۹۷، ۷۹۹، ۸۰۱، ۸۰۳، ۸۰۵، ۸۰۷، ۸۰۹، ۸۱۱، ۸۱۳، ۸۱۵، ۸۱۷، ۸۱۹، ۸۲۱، ۸۲۳، ۸۲۵، ۸۲۷، ۸۲۹، ۸۳۱، ۸۳۳، ۸۳۵، ۸۳۷، ۸۳۹، ۸۴۱، ۸۴۳، ۸۴۵، ۸۴۷، ۸۴۹، ۸۵۱، ۸۵۳، ۸۵۵، ۸۵۷، ۸۵۹، ۸۶۱، ۸۶۳، ۸۶۵، ۸۶۷، ۸۶۹، ۸۷۱، ۸۷۳، ۸۷۵، ۸۷۷، ۸۷۹، ۸۸۱، ۸۸۳، ۸۸۵، ۸۸۷، ۸۸۹، ۸۹۱، ۸۹۳، ۸۹۵، ۸۹۷، ۸۹۹، ۹۰۱، ۹۰۳، ۹۰۵، ۹۰۷، ۹۰۹، ۹۱۱، ۹۱۳، ۹۱۵، ۹۱۷، ۹۱۹، ۹۲۱، ۹۲۳، ۹۲۵، ۹۲۷، ۹۲۹، ۹۳۱، ۹۳۳، ۹۳۵، ۹۳۷، ۹۳۹، ۹۴۱، ۹۴۳، ۹۴۵، ۹۴۷، ۹۴۹، ۹۵۱، ۹۵۳، ۹۵۵، ۹۵۷، ۹۵۹، ۹۶۱، ۹۶۳، ۹۶۵، ۹۶۷، ۹۶۹، ۹۷۱، ۹۷۳، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۱، ۹۸۳، ۹۸۵، ۹۸۷، ۹۸۹، ۹۹۱، ۹۹۳، ۹۹۵، ۹۹۷، ۹۹۹، ۱۰۰۱، ۱۰۰۳، ۱۰۰۵، ۱۰۰۷، ۱۰۰۹، ۱۰۱۱، ۱۰۱۳، ۱۰۱۵، ۱۰۱۷، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۳، ۱۰۲۵، ۱۰۲۷، ۱۰۲۹، ۱۰۳۱، ۱۰۳۳، ۱۰۳۵، ۱۰۳۷، ۱۰۳۹، ۱۰۴۱، ۱۰۴۳، ۱۰۴۵، ۱۰۴۷، ۱۰۴۹، ۱۰۵۱، ۱۰۵۳، ۱۰۵۵، ۱۰۵۷، ۱۰۵۹، ۱۰۶۱، ۱۰۶۳، ۱۰۶۵، ۱۰۶۷، ۱۰۶۹، ۱۰۷۱، ۱۰۷۳، ۱۰۷۵، ۱۰۷۷، ۱۰۷۹

۱۲۷، ۸۸-: مونگیر ۱۶۰، ۱۴۹، ۱۴۶، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۲۹، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۱۴

۱۶۵- میرٹھ، ۲۲۶، ۲۰۹، ۲۰۷، ۱۸۹، ۱۸۵، ۱۸۳، ۱۷۹، ۱۶۴

۴۳۶ میلسور:- ۸۰،۷۷

لندن:- ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۰، میکاڈو:- ۶۰

۲۳۴،۲۱۷      میلاپور:- ۸۷

لورپول:- ۱۱۱

لیڈن:- ۲۲۴ (ن)

(م) ناچہ:- ۱۷۶

محمود آباد:- ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۶۴، ۲۲۳

مدراس:- ۶۲، ۵۳، ۷۷، ۸۰، ۸۶، ۸۷، ۹۹، ۱۰۲، نوشہرہ:- ۱۱۵

(၁) ၂၆၊ ၂၈၊ ၂၉၊ ၃၀၊ ၃၁၊ ၃၂၊ ၃၃၊ ၃၄၊ ၃၅

مدینہ:- ۷۴، ۷۹، ۸۱، ۱۲۵، ۲۱۳  
وانم باڑی:- ۸۰، ۸۶

مراد آباد:- ۴۷ ویلور:- ۸۶، ۸۰

مرزا یور:- ۴۸

مسولی:- ۴۸

ہالینڈ:- ۲۱۱، ۲۱۴

مصر:- ۵۴، ۱۹، ۵۷، ۵۷، ۶۲، ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۹۴، ہردوئی:- ۴۸

۱۳۴- هزاره: ۱۵۹، ۱۵۰، ۱۴۵، ۱۳۹، ۱۲۸، ۱۱۱، ۱۰۷، ۱۰۵، ۱۰۳

۱۶۰، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۲، هندو هندوستان: - ۲۲۲، ۳۲۲، ۳۲۸، ۳۳۹، ۴۰۰، ۴۰۶، ۴۶۰

،٩٣،٩٢،٩١،٨٢،٧٩،٧٥،٥٦،٥٧،٥٣،٧٩ ٢٣٢،٢٣١،٢٢٢

مظفر پور:- ۱۰۶، ۱۰۲، ۸۸، ۶۸، ۹۵، ۹۴، ۱۱۰، ۱۱۷، ۱۰۷، ۱۰۵، ۱۰۳، ۹۷، ۹۵، ۹۴







،۸۲،۸۱،۸۰،۷۹،۷۸،۷۷،۷۶،۷۵،۷۴  
 ،۹۷،۹۶،۹۵،۹۴،۹۳،۹۲،۹۱،۹۰،۸۹،۸۸  
 ،۱۰۹،۱۰۸،۱۰۷،۱۰۶،۱۰۵،۱۰۴،۱۰۳،۱۰۲،۱۰۱،۱۰۰،۹۹  
 ،۱۲۲،۱۲۱،۱۲۰،۱۱۸،۱۱۷،۱۱۶،۱۱۵،۱۱۴،۱۱۳،۱۱۲،۱۱۱  
 ،۱۳۵،۱۳۴،۱۳۳،۱۳۲،۱۳۱،۱۲۸،۱۲۷،۱۲۶،۱۲۵،۱۲۴  
 ،۱۵۲،۱۵۱،۱۵۰،۱۴۷،۱۴۶،۱۴۵،۱۴۴،۱۴۳،۱۴۲  
 ،۱۶۷،۱۶۶،۱۶۵،۱۶۴،۱۶۳،۱۶۲،۱۶۱،۱۶۰،۱۵۹،۱۵۸،۱۵۷  
 ،۱۷۹،۱۷۸،۱۷۷،۱۷۶،۱۷۵،۱۷۴،۱۷۳،۱۷۲،۱۷۱،۱۷۰  
 ،۱۸۹،۱۸۸،۱۸۷،۱۸۶،۱۸۵،۱۸۴،۱۸۳،۱۸۲،۱۸۱،۱۸۰  
 ،۲۱۲،۲۱۱،۲۱۰،۲۰۹،۲۰۸،۲۰۷،۲۰۶،۲۰۵،۲۰۴،۲۰۳،۲۰۲،۲۰۱،۲۰۰،۱۹۹،۱۹۸  
 ،۲۲۶،۲۲۵،۲۲۴،۲۲۳،۲۲۲،۲۲۱،۲۲۰،۲۱۹،۲۱۸،۲۱۷،۲۱۶،۲۱۵،۲۱۴  
 ،۲۳۶،۲۳۵،۲۳۴،۲۳۳،۲۳۲،۲۳۱،۲۳۰،۲۲۹،۲۲۸

۲۳۸، ۲۳۷

(ب)

هلال احمر:- ۲۲۷

---



**Rs. 220.00**